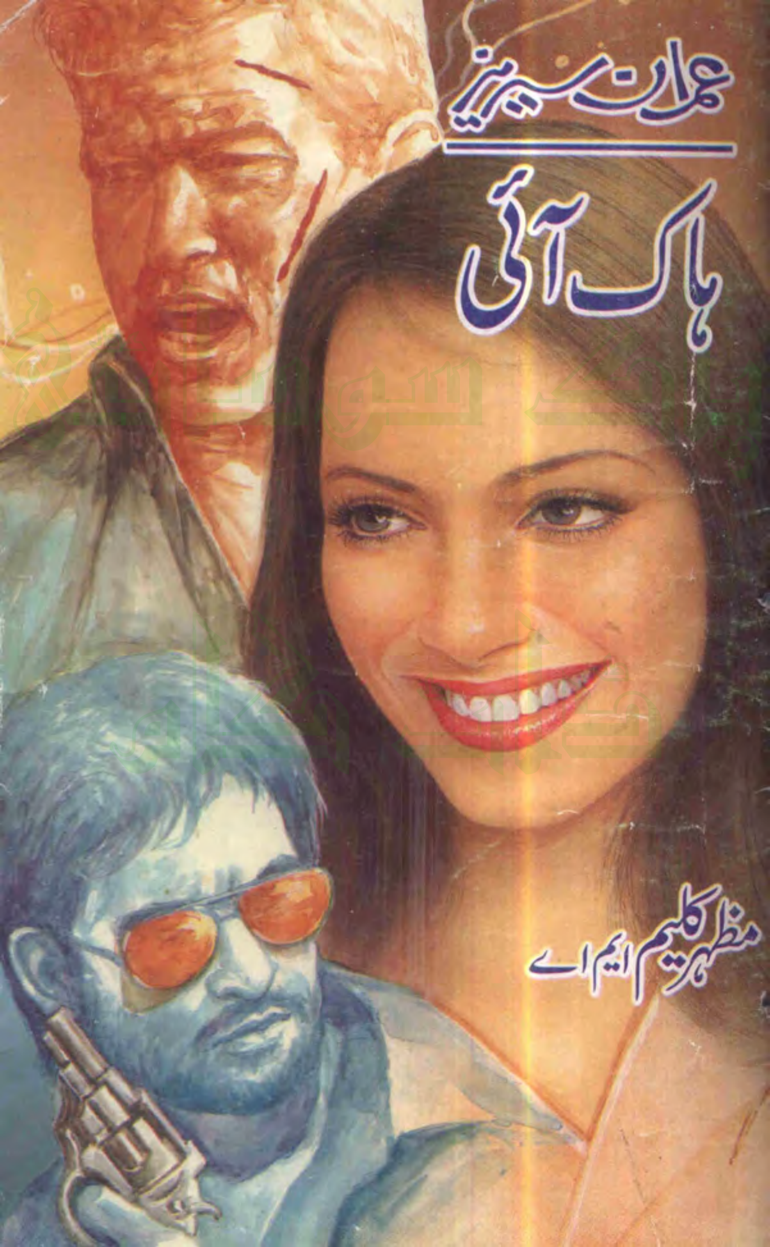

عمران سیریز

ہاک آئی

مظہر کلیم ایم اے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشر ------ مظہر کلیم ایم اے
اہتمام ----- محمد ارسلان قریشی
تزئین ------ محمد علی قریشی
طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

KHAN BROTHERS MULTAN
Price Rs
150/-

کتب منگوانے کا پتہ

ارسلان پبلی کیشنز
اوقاف بلڈنگ
پاک گیٹ
ملتان
Ph 061-4018666
Mob 0333-6106573

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول ''ہاک آئی'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ عمران کی تیز کارکردگی اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے باقی ممبران کی بے کاری کی وجہ سے عمران کے خلاف پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران میں لاوا تو کافی عرصے سے پک رہا تھا لیکن اس ناول میں یہ لاوا پھٹ کر سامنے آ گیا۔ صفدر اور جولیا سمیت سیکرٹ سروس کے ممبران نے حتمی طور پر عمران کی سربراہی میں کام کرنے سے انکار کر دیا اور عمران نے انہیں کارکردگی دکھانے اور مشن مکمل کرنے کے لئے مکمل طور پر فری ہینڈ دے دیا۔ لیکن اس فری ہینڈ کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس نے ہر طرف سے ناکام ہو کر دوبارہ عمران کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور اس کے بعد عمران کی سربراہی میں مشن کا کیا نتیجہ نکلا یہ تو آپ کو ناول پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی اپنے اعلیٰ معیار کی وجہ سے آپ کی پسند پر ہر طرح سے پورا اترے گا۔ اپنی آراء سے مجھے بھی ضرور مطلع کیجئے اور ناول پڑھنے سے پہلے اپنے چند خطوط اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے تاکہ آپ کو بھی معلوم ہو کہ کس قیامت کے یہ نامے میرے نام آتے ہیں۔

سرگودھا سے ایم اے شاہد لکھتے ہیں۔ ''ٹائیگر ان ایکشن'' اور ''سارج ایجنسی'' والا سلسلہ بے حد پسند آیا ہے اور سب سے زیادہ مسرت اس بات کی ہے کہ ٹائیگر اب مسلسل ایکشن میں آ رہا ہے۔ ٹائیگر ہمارا پسندیدہ کردار ہے اس لئے ہمیں اس کے ایکشن میں آنے سے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ البتہ ایک شکایت بھی ہے کہ آپ نے کرنل فریدی اور میجر پرمود پر لکھنا بالکل بند کر دیا ہے۔ کتابوں کی بائینڈنگ میں زیادہ دلچسپی لیں تا کہ کتاب کی بائینڈنگ میں جو کوتاہیاں ہو جاتی ہیں وہ دور ہو سکیں۔''

محترم ایم اے شاہد صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ ٹائیگر کی صلاحیتیں روز بروز کھل کر سامنے آ رہی ہیں اس لئے قارئین بھی اس کے کردار کو پسند کر رہے ہیں۔ اگر ٹائیگر اس طرح محنت سے کام کرتا رہا تو یقیناً وہ عمران کو پیچھے چھوڑ جائے گا اور ویسے بھی کہا یہی جاتا ہے کہ شاگرد ہمیشہ استاد سے بڑھ جاتا ہے۔ دیکھیں یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ جہاں تک کرنل فریدی اور میجر پرمود پر لکھنے کا تعلق ہے تو قارئین کا زبردست اصرار رہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ عمران پر لکھا جائے لیکن انشاء اللہ جلد ہی کرنل فریدی اور میجر پرمود کو بھی سامنے لایا جائے گا اور بائینڈنگ کے بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے تو بائینڈنگ میں بعض اوقات واقعی کوتاہیاں سامنے آ جاتی ہیں لیکن ایسا اتفاقیہ ہی ہوتا ہے۔ ہماری مسلسل کوشش رہتی ہے کہ ایسی کوئی کوتاہی سامنے نہ

آئے۔ البتہ آپ کے خط کے بعد ہم اس پر مزید توجہ دیں گے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اسکردو بلتستان سے غلام حیدر آتش لکھتے ہیں۔ ''میں طویل عرصے سے آپ کے ناولوں کا قاری ہوں لیکن آپ میرے خطوط کا جواب نہیں دیتے۔ میں ہر ناول میں اپنے خطوط اور اس کا جواب نہ پا کر بے حد افسردہ ہو جاتا ہوں۔ یہاں اسکردو میں آپ کے ناول بے حد مشکل سے ملتے ہیں۔ آپ مجھے اپنے ناولوں کی لسٹ بھجوا دیں تا کہ میں آپ سے براہ راست ناول منگوا سکوں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ اپنے ذاتی کوائف کے بارے میں تفصیل سے لکھیں گے لیکن آپ نے ابھی تک اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ مجھے امید ہے کہ آپ جلد از جلد یہ وعدہ پورا کریں گے۔''

محترم غلام حیدر آتش صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ کے جو خطوط بھی ہمیں ملتے ہیں ہم باری آنے پر ان کا جواب ضرور دیتے ہیں اور کئی بار آپ کے خطوط کا جواب دیا جا چکا ہے۔ آپ کے موجودہ خط کا بھی باری آنے پر جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ محترم آپ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ صرف ان خطوط کا جواب چند باتوں میں شامل کیا جاتا ہے جن میں دوسرے قارئین کے لئے بھی کوئی دلچسپ یا معلومات افزا بات ہو۔ ذاتی کوائف کے سلسلے میں انشاء اللہ جلد ہی وعدہ پورا کروں گا۔ جہاں تک ناولوں کی لسٹ کا تعلق ہے تو آپ کو لسٹ بھجوا دی جائے

گی کیونکہ آپ نے خط کے ساتھ جوابی لفافہ بھی ارسال کیا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address
mazharkaleem.ma@gmail.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سلیٹی رنگ کی جدید ماڈل کی کار خاصی تیز رفتاری سے ایک فراخ سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ سڑک پاکیشیا کے دارالحکومت سے احمد آباد کی طرف جاتی تھی۔ احمد آباد دارالحکومت سے تقریباً چھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ احمد آباد پاکیشیا اور بہادرستان کی سرحد پر واقع تھا۔ احمد آباد کے بعد بہادرستان کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا اور سرحد پر باقاعدہ خاردار تار کی باڑ لگائی گئی تھی جو سرحد کے ساتھ ساتھ چلی جاتی تھی اور ہر دو کلومیٹر کے فاصلے پر باقاعدہ چیک پوسٹس بنی ہوئی تھیں۔ یہ چیک پوسٹس دونوں ملکوں کی طرف سے بنائی گئی تھیں اور پاکیشیا کی چیک پوسٹ پر پاکیشیائی سپیشل پولیس افسران اور بہادرستان کی چیک پوسٹ پر بہادرستان کی ملیشیا سے تعلق رکھنے والے افراد جنہیں محافظ کہا جاتا تھا، چوبیس گھنٹے موجود رہتے تھے۔

یہ تمام انتظامات منشیات اور افراد کے غیر قانونی داخلے پر پابندی کی وجہ سے کئے گئے تھے۔ احمد آباد زیادہ بڑا شہر نہ تھا لیکن یہاں قدیم دور کی محل نما عمارت موجود تھی جس کی ساخت اور طرز تعمیر بے حد قدیم تھی۔ اس عمارت کو عرف عام میں شیش محل کہا جاتا تھا۔ یہ شیش محل کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی اس قدر خوبصورت اور دل آویز تھا کہ پوری دنیا سے سیاح اس کو دیکھنے جوق در جوق آتے رہتے تھے۔ اس کی مختلف پہلوؤں سے کھینچی گئی انتہائی خوبصورت تصاویر بین الاقوامی سیاحتی لٹریچر میں نمایاں طور پر شائع کی جاتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ دارالحکومت سے احمد آباد جانے والی سڑک پر ہر وقت کاروں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی اور بس سروس بھی دونوں شہروں کے درمیان تھی اور عام لوگ بس کے ذریعے ہی احمد آباد آتے جاتے رہتے تھے لیکن سیاح زیادہ تر ٹیکسیوں یا اپنی کاروں کے ذریعے سفر کرتے تھے۔

سلیٹی رنگ کی کار میں ٹائیگر اکیلا تھا اور وہ خود ہی کار کو ڈرائیو کر رہا تھا۔ یہ کار اس کے ایک دوست کی تھی کیونکہ اس کی اپنی کار ورکشاپ میں جنرل اوور ہالنگ کے لئے گئی ہوئی تھی۔ ٹائیگر کی عادت تھی کہ وہ ہر مہینے میں ایک روز کے لئے اپنی کار ورکشاپ پہنچا دیتا تھا جہاں اس کی جنرل چیکنگ کرنے کے ساتھ ساتھ ضروری اوور ہالنگ بھی کر دی جاتی تھی۔ اس طرح ٹائیگر کو باقی مہینہ کار چلاتے ہوئے اطمینان رہتا تھا کہ کار ہر لحاظ سے فٹ ہے۔

چونکہ اسے ایک آدمی سے ملنے کے لئے ضروری احمد آباد جانا پڑ گیا تھا اس لئے اس نے ایک دوست کی کار عاریتاً لی تھی اور اس کا خیال تھا کہ وہ شام ہونے سے پہلے پہلے احمد آباد سے واپس آ جائے گا۔ جس آدمی سے ملنے وہ احمد آباد جا رہا تھا اس کا نام جابر تھا۔ جابر احمد آباد کے ایک کلب میں اسسٹنٹ مینجر تھا۔ اس نے صبح جب ٹائیگر اپنے ہوٹل کے کمرے میں موجود تھا فون کر کے ٹائیگر کو ایک انتہائی ضروری کام کی غرض سے ملنے کی فرمائش کی تھی اور حوالے کے طور پر اس نے چونکہ کرانس کی ایک ٹیم کا نام لیا تھا اس لئے ٹائیگر نے احمد آباد جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ویسے اسے معلوم تھا کہ احمد آباد منشیات اور اسلحے کی اسمگلنگ کے گڑھ کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ اسمگلنگ بہادرستان اور پاکیشیا کے درمیان مسلسل جاری رہتی تھی۔ گو دونوں حکومتوں نے اسے روکنے کے لئے خاردار تار کی باڑ بھی لگائی تھی اور باقاعدہ چیک پوسٹیں بھی بنائی گئی تھیں لیکن اس کے باوجود اسمگلر اپنا کام کرتے رہتے تھے لیکن اسے معلوم تھا کہ کرانس کسی طور پر بھی پاکیشیا میں اسلحہ اور نہ ہی منشیات کی اسمگلنگ میں ملوث ہے اس کے باوجود اگر کرانس کی کوئی ٹیم احمد آباد پہنچی ہوئی تھی تو یقیناً کوئی ایسا مسئلہ ہو گا جس پر کام کر کے وہ عمران کو کوئی اہم اطلاع پہنچا سکتا تھا اس لئے وہ دوست کی کار لے کر احمد آباد کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔

کار میں موجود ڈیک سے ہلکی ہلکی موسیقی ابھر رہی تھی اور اس کی

دھمک بھی کار کی عقبی سکرین کے نیچے نصب مخصوص سپیکرز میں سے سنائی دے رہی تھی جس کی وجہ سے کار کا اندرونی ماحول بے حد رومانٹک سا محسوس ہو رہا تھا۔ ٹائیگر اس دھمک دار موسیقی پر سر ہلاتا ہوا تیزی سے کار چلاتا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک موڑ مڑتے ہی اس کی نظریں سڑک کے کنارے کھڑی ایک نوجوان لڑکی پر پڑ گئیں جو باقاعدہ لفٹ لینے کا اشارہ کر رہی تھی۔ لڑکی نے جینز کی پینٹ اور اس پر سیاہ رنگ کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے سر کے بال سرخ تھے اور اس کے کاندھوں تک پہنچ رہے تھے۔ لڑکی کے چہرے پر معصومیت دور سے ہی نظر آ رہی تھی۔ اس کے کاندھے پر لیڈیز بیگ بھی لٹک رہا تھا۔ ٹائیگر چونکہ اکیلا تھا اس لئے اس نے لڑکی کو لفٹ دینے کا فیصلہ کر لیا اور کار کی رفتار آہستہ کر کے اس نے کار لڑکی کے قریب لے جا کر روک دی اور ہاتھ بڑھا کر سائیڈ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

’’شکریہ مسٹر‘‘...... لڑکی نے جلدی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’میرا نام رضوان ہے‘‘...... ٹائیگر نے لڑکی کے بیٹھتے اور دروازہ بند کرتے ہی کار کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

’’میرا نام ماریا ہے اور میرا تعلق گریٹ لینڈ سے ہے اور میں ٹورسٹ ہوں‘‘...... لڑکی نے جلدی سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

’’تم احمد آباد سیاحت کے لئے جا رہی ہو‘‘...... ٹائیگر نے بے تکلفانہ لہجے میں کہا کیونکہ وہ غیر ملکیوں کی معاشرت کے بارے میں خاصی حد تک واقف تھا۔

’’مجھے بتایا گیا ہے کہ وہاں قدیم دور کی ایک عمارت ہے لیکن میں نے اس کی تصویریں دیکھی ہیں۔ مجھے اس میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوئی۔ میں تو احمد آباد میں اپنی ایک فرینڈ جولین سے ملنے جا رہی ہوں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ احمد آباد میں گزشتہ ایک ہفتے سے موجود ہے‘‘...... ماریا نے تیز تیز انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

’’کیا تم پیدل احمد آباد جا رہی تھی‘‘...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو ماریا بے اختیار ہنس پڑی۔

’’پیدل نہیں ایک بس میں سوار ہو کر جا رہی تھی لیکن بس اس قدر آہستہ چل رہی تھی کہ اگر یہ اسی رفتار سے چلتی رہتی تو مجھے احمد آباد پہنچنے میں ایک ہفتہ لگ سکتا تھا اس لئے میں نے کار میں لفٹ لے کر احمد آباد پہنچنے کا سوچا اور بس رکوا کر میں نیچے اتر گئی۔ بس والوں سے میں نے یہ کہا کہ میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ مجھے واپس دارالحکومت جانا ہو گا لیکن مجھے یہاں کھڑے تقریباً ایک گھنٹہ ہو گیا ہے کوئی رکتا ہی نہیں اور میں تو اب سوچ رہی تھی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن پھر تم آ گئے اور میں تمہاری مشکور ہوں‘‘...... ماریا واقعی خاصی باتونی واقع ہوئی تھی اس لئے مسلسل بولے چلی جا رہی تھی۔

’’تمہاری فرینڈ جولین ایک ہفتے سے احمد آباد میں کیا کر رہی

ہے۔ وہاں تو صرف ایک عمارت ہے شیش محل۔ اس کے لئے تو ایک ہفتہ نہیں رہا جا سکتا''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جولین نے بتایا تھا کہ وہ بہادرستان کے علاقوں کی سیاحت بھی کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت سے ان کی بات چیت چل رہی ہے اس لئے وہ یہاں رکی ہوئی ہے''...... ماریا نے جواب دیا۔

''وہ احمد آباد سے بہادرستان جانے کی بجائے دوسرے عام راستوں سے بھی تو جا سکتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ جا تو سکتی ہے۔ میں اسے ضرور یہ مشورہ دوں گی''۔ ماریا نے جواب دیا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی فرینڈ آپ کی خوبصورت شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کی بات مان لے گی''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شکریہ۔ ویسے شخصیت تو آپ کی بھی کم نہیں ہے۔ اگر آپ مقامی نہ ہوتے تو میں یہی سمجھتی کہ میں ہالی وڈ کے کسی فائٹر ہیرو کے ساتھ سفر کر رہی ہوں''...... ماریا نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''فائٹر ہیرو کیا ہوتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا ہنس پڑی۔

''میرا مطلب تھا کہ ایسی فلموں کا ہیرو جس میں بے دریغ مار دھاڑ ہوتی ہے۔ ایسی فلموں میں سپیشل پرسنز کو ہی ہیرو بنایا جاتا

ہے''...... ماریا نے کہا۔

''سپیشل پرسنز کا لفظ یہاں پاکیشیا میں ذہنی یا جسمانی طور پر معذور افراد کے لئے بولا جاتا ہے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ سوری''...... ماریا نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کی ملاقات آپ کی فرینڈ جولین سے دارالحکومت میں ہوئی تھی یا احمد آباد میں''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''احمد آباد میں پہلی بار جا رہی ہوں۔ جولین سے میری ملاقات دارالحکومت کے ایک ہوٹل کے ہال میں ہوئی تھی۔ اس کے ساتھی کسی سرکاری آفس گئے ہوئے تھے اور وہ اکیلی بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ میں اس کے ساتھ جا بیٹھی اور پھر ہماری دوستی ہو گئی۔ چنانچہ آج میں سیاحت سے فارغ ہوئی تو میں نے سوچا کہ کافرستان جانے سے پہلے جولین سے مل لوں''...... ماریا نے اپنی عادت کے مطابق تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کی فرینڈ کسی ہوٹل میں رہتی ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔ وہ دراصل وقت گزار رہا تھا۔ اسے ماریا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''وہ ہوٹل میں نہیں بلکہ ایک کوٹھی میں رہ رہے ہیں۔ سہراب کالونی کی کوٹھی نمبر پچیس''...... ماریا نے جواب دیا تو ٹائیگر نے

اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ کیا کرتے ہیں۔ کیا احمد آباد میں کوئی بزنس کرتے ہیں''...... ماریا نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''میں اسلحے کی اسمگلنگ کے ایک بڑے نیٹ ورک میں شامل ہوں''...... ٹائیگر نے مزے لے لے کر کہا اور ماریا کے چہرے پر یکلخت خوف کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ واقعی ایک معصوم اور عام سی لڑکی تھی۔ وہ اب اس طرح ٹائیگر کو دیکھ رہی تھی جیسے اچانک ٹائیگر کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔

''اسلحے کی اسمگلنگ''...... ماریا نے خوفزدہ لہجے میں رک رک کر کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اینٹی اسمگلنگ سٹاف میں شامل ہوں۔ اسلحے کی اسمگلنگ کی روک تھام میرا فریضہ ہے''۔ ٹائیگر نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے کہا تو ماریا نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کا خوف سے زرد پڑا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا تھا۔

''تھینک گاڈ۔ میں تو واقعی ڈر گئی تھی۔ میں نے سنا ہوا ہے کہ اسمگلر بے حد ظالم اور سفاک لوگ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلاوجہ ہلاک کر دیتے ہیں''...... ماریا نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن آپ کو تو اسمگلر بھی ہلاک نہیں کر سکتے''...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا بے اختیار چونک پڑی۔

''کیوں۔ ماریا نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اس لئے کہ آپ بے حد خوبصورت ہیں اور اس دنیا کا کوئی آدمی کسی خوبصورت پھول کو چھو تو سکتا ہے، سونگھ سکتا ہے لیکن مسل نہیں سکتا''...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا بے اختیار ہنس پڑی۔

''آپ تو شاعر ہیں۔ ویسے میں نے دیکھا ہے کہ آپ مشرقی لوگ واقعی شاعرانہ مزاج کے مالک ہوتے ہیں''...... ماریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر طبیعت خودبخود شاعری کی طرف مائل ہونے لگ جاتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا کے چہرے پر رومانٹک تاثرات ابھرنے لگے۔ اس کی آنکھیں نیم وا ہو گئیں اور چہرے کی سرخی مزید بڑھ گئی۔

''بے حد شکریہ۔ کیا آپ مجھے ڈیٹ دیں گے''...... ماریا نے آخرکار اپنی مخصوص معاشرت کی بناء پر خود ہی کھل کر کہا۔

''ہاں۔ ضرور دوں گا لیکن دارالحکومت واپس پہنچ کر''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو۔ میں دارالحکومت میں ہوٹل رین بو کے کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ میں مقیم ہوں اور میں کل واپس دارالحکومت پہنچ جاؤں گی''...... ماریا نے جلدی جلدی اپنے بارے میں پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''فکر مت کرو۔ کل کا دن ہم دونوں کی زندگی کا شاندار دن

ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا کے چہرے پر دھنک رنگ بکھر گئے۔

''اب تم مجھے کہاں چھوڑو گے''...... ماریا نے اچانک چونک کر اس طرح پوچھا جیسے اسے اب خیال آیا ہو۔

''تمہاری فرینڈ جولین کی کوٹھی کے گیٹ پر''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوہ۔ پھر میں تمہیں جولین سے ضرور ملواؤں گی۔ وہ تم سے مل کر بے حد خوش ہو گی''...... ماریا نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس طرح باتیں کرتے ہوئے وہ احمد آباد میں داخل ہو گئے۔ ٹائیگر چونکہ یہاں کئی بار آ چکا تھا اس لئے اسے سہراب کالونی کے بارے میں علم تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کالونی میں پہنچ گئے اور پھر اس کی کار کوٹھی نمبر پچیس کے بند پھاٹک کے سامنے جا کر رک گئی۔

''یہ تمہاری فرینڈ کی رہائش گاہ ہے''...... ٹائیگر نے کار روکتے ہوئے ماریا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اچھا۔ تم رکو۔ میں تمہیں جولین سے ملواتی ہوں''...... ماریا نے کہا اور تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر کر کال بیل کے بٹن کی طرف بڑھ گئی۔

''تم سے ملنے کے بعد اب مجھے اور کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے گڈ بائی۔ کل ملاقات ہو گی''...... ٹائیگر نے اچانک جولین سے ملنے کا ارادہ تبدیل کرتے ہوئے کہا اور دوسرے

لمحے کار آگے بڑھا دی۔ ماریا نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر کا موڈ بدل چکا تھا۔ وہ اب تک مازیا سے صرف اس لئے اس انداز میں باتیں کرتا چلا آیا تھا کہ راستہ اچھے انداز میں کٹ جائے ورنہ اسے ماریا جیسی لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ سہراب کالونی سے نکل کر وہ گولڈن کلب کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں اس کا دوست جابر اسسٹنٹ مینجر تھا اور جس سے ملنے کے لئے وہ یہاں آیا تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

آفس کے انداز میں سجائے گئے کمرے میں میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ایک بھینسے جیسے مضبوط جسم کا مالک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا۔ البتہ اس کی بڑی بڑی سرخ رنگ کی مونچھیں اس کے چہرے کو خاصا رعب دار بنا رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر زخموں کے مندمل نشانات اس قدر تھے کہ شاید ہی چہرے کا کوئی ریشہ ایسا ہو جہاں نشان موجود نہ ہو۔ اس کی آنکھیں موٹی اور باہر کو نکلی ہوئی تھیں لیکن ان آنکھوں میں سختی اور سفاکی کا تاثر نمایاں تھا۔

یہ مائلو تھا جو اپنے آپ کو لارڈ مائلو کہلواتا تھا۔ کرانس کے دارالحکومت پارس کے سب سے بدنام کلب کا مالک اور پورے کرانس کا سب سے بڑا اور سب سے بدنام گینگسٹر۔ لارڈ مائلو کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس کے پاس اس قدر دولت ہے کہ وہ پوری دنیا کو دس بار خرید سکتا ہے۔ لارڈ مائلو کے اپنے بینک تھے۔

اپنی انشورنس کمپنیاں تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سائنسی دھاتوں کا پوری دنیا میں سب سے بڑا کاروباری تھا۔ سائنسی دھاتوں کو ٹریس کرنا، انہیں حاصل کرنا اور پھر سپر پاورز کے پاس فروخت کرنے کا وہ دھندہ کرتا تھا اور اس کے لئے اس نے باقاعدہ کمپنی رجسٹرڈ کرا رکھی تھی۔

اس وقت وہ اپنے آفس میں بیٹھا شراب پینے کے ساتھ ساتھ یہ سوچ رہا تھا کہ پاکیشیا اور بہادرستان کی سرحد پر واقع احمد آباد نامی علاقے میں اگر ایک ہزار گرام پلونم اسے دستیاب ہوگئی تو آدھی پلونم فروخت کر کے ہی اس قدر دولت کما سکتا تھا کہ شاید ناراک کے تمام جوا خانے بھی ایک سال تک اتنی رقم نہ کما سکتے ہوں۔ معدنیات کو ٹریس کرنے والے بین الاقوامی سیلائٹ گو بظاہر اقوام متحدہ کے تحت تھے لیکن وہاں لارڈ مائلو کے آدمی موجود تھے جو قیمتی سائنسی دھاتوں کے بارے میں معلوم ہونے والی تمام معلومات لارڈ مائلو تک پہنچا دیتے تھے اور پھر لارڈ مائلو کے مخصوص تربیت یافتہ گروپ اس کے حصول پر کام شروع کر دیتے تھے اور آج تک یہی ہوتا چلا آ رہا تھا کہ مطلوبہ سائنسی دھات اس کے سٹور میں بحفاظت اور آسانی سے پہنچ جاتی تھی اور پھر اس کی کمپنی کے لوگ سپر پاورز اور دوسرے یورپی ملکوں کی حکومتوں کو یہ دھات بھاری قیمت پر فروخت کر دیتے تھے۔

قیمتی دھاتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے

لارڈ مائلو نے باقاعدہ سائنس دانوں کا ایک بورڈ بنایا ہوا تھا۔ اس بورڈ میں شامل سائنس دانوں کو بھاری تنخواہیں، الاؤنسز اور دیگر مراعات اس قدر دی جاتی تھیں کہ وہ شاہانہ انداز میں زندگی گزارتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے پاس لارڈ مائلو کے سپیشل کارڈز بھی موجود رہتے تھے اور یہ کارڈز پورے کرانس میں کھل جا سم سم کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کارڈز کی مدد سے وہ کسی بھی بینک سے اپنی مرضی کی رقم نکلوا سکتے تھے۔

پولیس اور فوج کے اعلیٰ افسران ان کارڈز کو دیکھ کر اس طرح پیچھے ہٹ جاتے تھے جیسے انہوں نے کارڈ کی بجائے کوئی زہریلا بچھو دیکھ لیا ہو کیونکہ کارڈ ہولڈر کی کوئی بڑے سے بڑا اور اعلیٰ سے اعلیٰ افسر معمولی سی بے عزتی یا توہین کر دیتا تو دوسرے دن وہ اور اس کے پورے خاندان کی لاشیں سڑک پر پڑی ملتی تھیں اور ان پر لارڈ مائلو کے نام کی چٹیں بھی باقاعدہ لگی ہوئی نظر آتی تھیں لیکن اس کے باوجود اس کی طرف کوئی انگلی اٹھانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔

لارڈ مائلو عام حالات میں کسی سے کچھ نہیں کہتا تھا لیکن وہ اپنی اور اپنے گروپس، کمپنیوں اور اپنے آدمیوں کی معمولی سی توہین بھی برداشت نہ کر سکتا تھا اور ایسا کرنے والوں کو انتہائی عبرتناک سزائیں دی جاتی تھیں اس لئے اعلیٰ حکام سے لے کر عام بدمعاش، چور اور گینگسٹر سب لارڈ مائلو سے اس قدر خوفزدہ رہتے تھے جیسے آدمی چھوت چھات کی کسی بیماری سے خوفزدہ رہتا ہے۔

مائلو کلب کے نیچے خصوصی تہہ خانے کے اندر اپنے مخصوص آفس میں بیٹھا لارڈ مائلو اپنے اردگرد ہونے والے تمام واقعات سے بخوبی واقف رہتا تھا اور اس کا حکم اس طرح بجا لایا جاتا تھا جیسے وہ دنیا کا سب سے بڑا حاکم ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی ظالم اور سفاک آدمی تھا۔ جسے سزا دینے پر آ جاتا اسے انتہائی عبرتناک سزائیں دے کر ہلاک کر دیتا تھا۔ اس وقت وہ شراب پینے اور سامنے رکھی ہوئی ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔ پھر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شراب کی بوتل میز پر رکھی اور فائل بند کر کے اس نے ہاتھ بڑھایا اور انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

”یس چیف۔ دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ نسوانی آواز سنائی دی۔

”گارگی سے بات کراؤ“...... لارڈ مائلو نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ وہ اسی طرح نرم لہجے میں بات کرنے کا عادی تھا لیکن اس کے اس نرم لہجے سے بھی ہر شخص ہر وقت خوفزدہ رہتا تھا کیونکہ اسی نرم لہجے میں وہ لوگوں کو عبرتناک سزائیں دینے کے احکامات دیا کرتا تھا اور اس نے ایسا نظام بنایا ہوا تھا کہ اس کے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کی فوری تعمیل کی جاتی تھی۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لارڈ مائلو نے رسیور رکھ دیا اور میز پر موجود شراب کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگا لی۔ چند لمحوں بعد جب بوتل

کے اندر موجود شراب اس کے حلق سے نیچے اتر گئی تو اس نے بوتل میز کے پاس پڑی ہوئی بڑی سی باسکٹ میں ڈال دی۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... لارڈ مائلو نے نرم لہجے میں کہا۔

”گارگی بول رہا ہوں چیف۔ حکم دیں“...... دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

”پلونم کی فائل میرے سامنے پڑی ہے اور تمہیں اس پلونم کے حصول کے لئے ٹیم بھیجے ایک ہفتہ ہو گیا ہے لیکن ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی تمہاری طرف سے۔ کیوں“...... لارڈ مائلو نے نرم لہجے میں کہا لیکن اس کے لہجے میں دھمکی کا عنصر نمایاں تھا۔

”چیف۔ میں نے آپ کو رپورٹ دی تھی کہ پلونم کے انتہائی قیمتی ہونے کے پیش نظر میں نے سپیشل ٹیم جولین کی سربراہی میں پاکیشیا بھجوائی تھی۔ وہ لوگ ابھی تک پلونم تلاش نہیں کر سکے کیونکہ انہیں وہاں ہاتھ پیر بچا کر کام کرنا پڑ رہا ہے“...... گارگی نے جواب دیا۔

”کیوں ہاتھ پیر بچا کر کام کر رہے ہیں۔ کیا ہے وہاں“۔ لارڈ مائلو نے چونک کر پوچھا۔

”سر۔ یہ علاقہ پاکیشیا اور بہادرستان کی سرحد پر واقع ہے اور چونکہ وہاں اسلحہ اور منشیات وغیرہ کی اسمگلنگ بین الاقوامی سطح پر مسلسل جاری رہتی ہے اس لئے وہاں پوری سرحد کو خاردار تاروں کی

باڑ لگا کر اور ہر دو کلومیٹر کے بعد چیک پوسٹ بنا کر ناکہ بندی کر دی گئی ہے تاکہ کوئی اسمگلر سرحد کو کراس نہ کر سکے اور جو آنے جانے کے لئے سرکاری گیٹس ہیں وہاں انتہائی سختی سے تلاشی لی جاتی ہے۔ ویسے بھی پاکیشیا اور بہادرستان کے درمیان حالات نارمل نہیں ہیں جبکہ پلونم کو جس علاقے میں ٹریس کیا گیا ہے وہ تقریباً سرحد کے اوپر ہے اس لئے کوشش کی جا رہی ہے کہ اس سلسلے میں وہاں پہرہ دینے والے لوگوں کو رشوت دے کر وہاں چیکنگ کی جائے اور پھر جدید مشینری سے پلونم نکال کر مخصوص سلنڈر میں بند کر کے یہاں پہنچائی جائے۔ ابھی اس پر کام ہو رہا ہے اس لئے میں نے آپ کو کوئی رپورٹ نہیں دی سر“...... گارگی نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگر جولین کامیاب نہیں ہو رہی تو کسی دوسرے گروپ کو بھجوا دو۔ مجھے یہ دھات جلد از جلد چاہئے۔ میں نے لفظ کہے ہیں جلد از جلد۔ کیا تم سمجھ گئے ہو یا نہیں“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”یس سر۔ میں سمجھ گیا ہوں سر۔ ایسا ہی ہو گا سر“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لارڈ مائلو نے بغیر کچھ کہے رسیور رکھ دیا اور پھر فائل کھول کر اس کے ایک کاغذ پر دستخط کئے اور فائل بند کر کے اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس سر“...... دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"شیفرڈ سے کہو مجھ سے بات کرے"...... لارڈ مائلو نے کہا اور انٹرکام کا سیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"شیفرڈ بول رہا ہوں چیف"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"تمہیں پلونم کے بارے میں بورڈ کی رپورٹ مل چکی ہے یا نہیں"...... لارڈ مائلو نے کہا۔

"یس چیف۔ اور میں نے اس سلسلے میں بات بھی کر لی ہے۔ پلونم کی خریداری میں روسیاہ اور ایکریمیا دونوں ہی دلچسپی لے رہے ہیں"...... شیفرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنا مال مانگتے ہیں"...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

"جتنا بھی ہو۔ وہ خریدار ہیں"...... شیفرڈ نے جواب دیا۔

"کیا آفرز ہیں ان کی"...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

"باس۔ یہ سائنسی دھات چونکہ انتہائی جدید ترین میزائل سازی کے لئے بے حد اہم ہے اس لئے دونوں حکومتیں اسے ہر قیمت پر خریدنا چاہتی ہیں"...... شیفرڈ نے کہا۔

"تم نے کیا قیمت لگائی ہے اور انہوں نے کیا کہا ہے"...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

"باس۔ میں نے انہیں قیمت لگانے کے لئے کہا تو روسیاہ نے دس لاکھ ڈالر فی گرام اس کی قیمت لگائی جبکہ ایکریمیا نے اس کی

قیمت پندرہ لاکھ ڈالر فی گرام لگائی لیکن میں نے انہیں بتایا کہ ہم ایک کروڑ ڈالر فی گرام سے کم قیمت پر سودا نہیں کریں گے تو پھر روسیاہ نے اس کی قیمت پچاس لاکھ ڈالر فی گرام لگائی جبکہ ایکریمیا نے پچپن لاکھ ڈالر فی گرام لگائی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ مجھے امید ہے باس کہ جلد ہی دونوں حکومتیں ہماری مقرر کردہ قیمت کے قریب آ جائیں گی"...... شیفرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے مارکیٹ سے معلومات حاصل کی ہیں کہ اس دھات کی کیا قیمت ماضی میں لگتی رہی ہے"...... لارڈ مائلو نے کہا۔

"یس باس۔ میں نے حکومتوں سے رابطہ کرنے سے پہلے اس پر باقاعدہ کام کیا ہے۔ مجھے جو معلومات ملی ہیں ان کے مطابق آج سے پانچ سال قبل افریقہ کے ملک ساؤگون کے ایک علاقے میں پلونم دھات کا معمولی سا ذخیرہ دستیاب ہوا تھا جو تقریباً دو پونڈ تھا۔ اس کی قیمت عالمی مارکیٹ میں چالیس لاکھ ڈالر فی گرام لگائی گئی تھی اور کارمن حکومت نے اسے پچاس لاکھ ڈالر فی گرام میں خرید لیا تھا"...... شیفرڈ نے جواب دیا۔

"اس بار کارمن حکومت کیوں آگے نہیں آ رہی"...... لارڈ مائلو نے کہا۔

"باس۔ وہ خریدار ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ وہ اس دھات کو باقاعدہ ٹیسٹ کر کے پھر اس کی قیمت لگائیں گے کیونکہ افریقہ سے ملنے والی دھات جو انہوں نے خرید کی تھی اعلیٰ معیار کی نہ تھی"۔

شیفرڈ نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن بورڈ نے خلائی سیارے کی رپورٹس کا جو تجزیہ کیا ہے اس کے مطابق پاکیشیا سے ملنے والی یہ دھات انتہائی معیاری ہے اس لئے یہ سن لو کہ اس کا ایک کروڑ ڈالر فی گرام سے کم سودا نہیں کرنا۔ ہم اسے سٹاک کر سکتے ہیں لیکن ہم اسے فروخت اپنی مرضی کی قیمت پر کریں گے۔ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے''۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس باس۔ لیکن ایک اور بات بھی سامنے آئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہ بات کروں''...... شیفرڈ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

''ایسی کون سی بات ہے کہ تم اس انداز میں بات کر رہے ہو''۔ لارڈ مائلو نے حیران ہو کر پوچھا۔

''سر۔ ایکریمیا اور روسیاہ دونوں کو جب علم ہوا کہ دھات پاکیشیا سے لائی جانی ہے تو دونوں نے کھل کر یہ بات کی کہ اگر اس دھات کو کرانس لے جانے کا علم پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ہو گیا تو پھر وہ کسی صورت اور کسی قیمت پر یہ دھات نہیں خریدیں گے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق پاکیشیا سیکرٹ سروس ہر قیمت پر دھات پاکیشیا واپس لے جائے گی بلکہ ان کا کہنا تھا کہ اگر دھات کے نکالنے سے پہلے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس کا علم ہو گیا تو پھر وہ اسے نکالنے بھی نہیں دیں گے جس پر میں نے انہیں بتایا کہ آج تک ترقی یافتہ

ایجنسیاں لارڈ مائلو اور ان کے آدمیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں تو یہ پسماندہ ملک کے لوگ کیا کر سکتے ہیں لیکن باس۔ وہ ان سے بے حد خوفزدہ ہیں''...... شیفرڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو تم انہیں بتا دو کہ ہم یہ دھات نکال بھی لائیں گے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو خود ہی یہ اطلاع بھی دے دیں گے۔ اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ یہ سیکرٹ سروس ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہے''...... لارڈ مائلو نے اس بار خاصے غصیلے لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... شیفرڈ نے کہا۔

''بات چیت بند کر دو۔ اب ہم جب تک اس سروس کا خاتمہ نہیں کر دیتے اور ان ملکوں کو یہ نہیں بتا دیتے کہ ہم کیا حیثیت رکھتے ہیں اس وقت تک ہم اس دھات کو دو کروڑ ڈالر فی گرام کی قیمت پر بھی فروخت نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اسے شیفرڈ کی بات سن کر واقعی غصہ آ گیا تھا اور شاید اس لئے شیفرڈ بات کرتے ہوئے ڈر رہا تھا۔

عمران اپنے فلیٹ کے سٹنگ روم میں بیٹھا ایک بین الاقوامی رسالے کے مطالعہ میں مصروف تھا جبکہ سلیمان شاپنگ کے لئے مارکیٹ گیا ہوا تھا۔ البتہ اس نے فلاسک میں چائے بنا کر عمران کے سامنے میز پر رکھ دی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کی واپسی دو تین گھنٹوں سے پہلے نہ ہو سکے گی۔ عمران اس فلاسک میں سے ایک کپ پی چکا تھا اور اب اطمینان سے بیٹھا مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسالے سے نظریں ہٹائے بغیر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“۔ عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”یہ تم نام کے ساتھ کیا بولتے رہتے ہو۔ اگر اتنا ہی شوق ہے تو اپنے باپ کا نام ساتھ لگا لیا کرو۔ نجانے کیا اے بی سی دوہراتے

رہتے ہو“...... دوسری طرف سے اماں بی کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”اماں بی آپ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اماں بی۔ یہ تو وہ ڈگریاں ہیں جو آپ نے مجھے جوتے مار مار کر پڑھا کر دلوائی ہیں“...... عمران نے رسالہ میز پر رکھتے ہوئے اپنے مخصوص شگفتہ لہجے میں کہا۔

”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ کامیابیاں دے۔ تمہیں گرم ہوا بھی نہ لگے۔ تم فوراً کوٹھی آ جاؤ میں انتظار کر رہی ہوں“...... اماں بی کا موڈ شاید مکمل سلام سنتے ہی خوشگوار ہو گیا تھا۔

”کوئی خاص بات ہے اماں بی“...... عمران نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ بیٹا ماں کے گھر کسی خاص بات کے بغیر نہیں آ سکتا۔ کیوں“...... اماں بی کا پارہ چڑھنے لگا تھا۔

”یہ بات نہیں ہے اماں بی۔ میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ اس خاص بات کے مطابق لباس پہن کر آؤں“...... عمران نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اماں بی کا پارہ چڑھنا شروع ہو جائے تو پھر اس کا گراف انتہائی تیزی سے بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔

”احمد آباد کے نواب اعظم خان کو تو تم جانتے ہو۔ تمہارے

ڈیڈی کے خاندانی دوست ہیں۔ انہوں نے تم سے ملنے کی خواہش کی ہے۔ تمہارے ڈیڈی کو تو موئے سرکاری کاموں سے ہی فرصت نہیں ملتی اور تمہارا اکیلے وہاں جانا تہذیب کے خلاف ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ جاؤں گی''...... اماں بی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''انہوں نے کیوں بلایا ہے۔ کیا کوئی پریشانی ہے انہیں''۔ عمران نے کہا۔

''انہیں کیا پریشانی ہوسکتی ہے۔ جدی پشتی نواب ہیں۔ تمہارے ڈیڈی نے ان کی چھوٹی بیٹی راحیلہ کے لئے بات کی ہے لیکن وہ پہلے تم سے ملنا چاہتے ہیں''...... اماں بی نے کہا۔

''آپ راحیلہ سے ملی ہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ پچھلے ماہ وہ اپنے باپ کے ساتھ کوٹھی آئی تھی۔ خوبصورت ہے۔ پڑھی لکھی ہے اور خاندانی بھی ہے۔ مجھے بے حد پسند آئی ہے اسی لئے تو میں نے تمہارے ڈیڈی سے کہا ہے کہ وہ نواب اعظم خان سے بات کریں''...... اماں بی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے اماں بی۔ کسی دن فرصت نکال کر میں ان سے جا کر مل لوں گا''...... عمران نے ٹالنے کے انداز میں کہا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو کہ کسی دن۔ اپنی عمر دیکھی ہے۔ کیا اس وقت شادی کرو گے جب بوڑھے ہو جاؤ گے۔ آؤ جلدی ورنہ میں

کار لے کر تمہارے فلیٹ پر پہنچ جاؤں گی''...... اماں بی نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''اماں بی۔ آپ کی طبیعت خراب ہے تو آپ سفر نہ کریں۔ میرا وعدہ کہ میں آج ہی جا کر نواب صاحب سے مل لوں گا''...... عمران نے کہا۔

''اسی لئے تو میں ساتھ جا رہی ہوں کہ تمہارا اکیلے جانا تہذیب کے خلاف ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ تم اکیلے جاؤ گے''...... اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اماں بی۔ میں اکیلے تھوڑا جاؤں گا۔ میں آپ کا بیٹا ہوں۔ باڈی گارڈز کے ساتھ جاؤں گا''...... عمران نے کہا۔

''باڈی گارڈز۔ کیا کرائے پر باڈی گارڈز بھی ملتے ہیں اور پھر تم بر دکھاوے کے لئے جا رہے ہو کسی دشمن سے لڑنے تو نہیں جا رہے کہ باڈی گارڈز لے کر جاؤ گے''...... اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اماں بی۔ ڈیڈی اس نواب اعظم خان سے کسی حیثیت سے کم نہیں ہیں۔ اس لئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کا بیٹا ویسے ہی منہ اٹھائے وہاں چلا جائے۔ جوزف اور جوانا میرے ساتھی ہیں۔ بڑے بارعب لوگ ہیں۔ میں انہیں باڈی گارڈز بنا کر ساتھ لے جاؤں گا تاکہ نواب صاحب کو بھی پتہ چلے کہ ڈیڈی کی کیا حیثیت ہے''۔ عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ لیکن آج ہی جانا۔ سمجھے۔ ورنہ‘‘...... اماں بی ڈیڈی کی حیثیت کی بات سن کر مان گئی لیکن ساتھ ہی انہوں نے دھمکی بھی دے دی تھی۔

’’بالکل اماں بی۔ وعدہ رہا۔ لیکن اماں بی یہ نواب اعظم خان وہی ہیں جن کا احمد آباد میں شیش محل ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’شیش محل میں تو ان کے آباؤ اجداد رہتے تھے۔ اب تو وہ پرانی عمارت ہے۔ اب تو ان کی محل نما کوٹھی ہے۔ پوچھ لینا وہاں کسی سے۔ وہ احمد آباد کے نواب ہیں۔ سب جانتے ہوں گے انہیں‘‘۔ اماں بی نے کہا۔

’’ٹھیک ہے اماں بی۔ میں پوچھ لوں گا‘‘...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اور یہ بھی سن لو کہ یہ شادی ہر صورت میں ہو گی۔ اس لئے تم نے وہاں جا کر کوئی گری ہوئی حرکت کی یا کوئی غلط بات کی تو جوتیاں مار مار کر کھوپڑی توڑ دوں گی۔ اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتی۔ سنا تم نے‘‘...... اماں بی نے کہا۔

’’سن لیا اماں بی۔ آپ بے فکر رہیں۔ مجھے آپ کی اور ڈیڈی کی عزت پیاری ہے اس لئے ایسا نہیں ہو گا‘‘...... عمران نے کہا۔

’’اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور ہر میدان میں کامیابی دے۔ واپس آ کر مجھے بتانا کہ کیا بات ہوئی وہاں۔ اللہ حافظ‘‘۔ اماں بی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے

بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

’’لو کر لو مطالعہ۔ نجانے یہ نواب چھوٹی بیٹیاں کیوں پال لیتے ہیں۔ بڑی پالا کریں‘‘...... عمران نے منہ بناتے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

’’رانا ہاؤس‘‘...... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

’’علی عمران بول رہا ہوں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’یس باس‘‘...... جوزف کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا۔

’’اماں بی نے حکم دیا ہے کہ میں بردکھاوے کے لئے احمد آباد کے نواب اعظم خان کے محل جاؤں اور اپنے ساتھ باڈی گارڈ لے کر جاؤں تاکہ نواب اعظم خان کو ڈیڈی کی حیثیت کا پتہ چل سکے اس لئے جوانا کو بھی تیار کرو اور بڑی کار نکال کر اسے تیار کرو‘‘۔ عمران نے کہا۔

’’لیکن باس۔ احمد آباد تو پہاڑی علاقہ ہے۔ اتنی بڑی گاڑی وہاں تنگ کرے گی‘‘...... جوزف نے کہا۔

’’اب گاڑیاں بھی تمہیں تنگ کرنے لگ گئی ہیں۔ کیوں‘‘۔ عمران کا لہجہ یکلخت بدل گیا۔

’’نہیں باس۔ گاڑی کی جرأت ہے کہ تنگ کرے۔ میں اسے کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا‘‘...... جوزف نے فوراً ہی کہا اور عمران اس کی بات سن کر بے اختیار مسکرا دیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

”اوکے۔ تیار رہو۔ لیکن تم دونوں نے خاکی وردیاں نہیں پہنی ہیں بلکہ سوٹ پہنے ہیں۔ سمجھے۔ میں آ رہا ہوں“...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر اٹھ کر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ لباس تبدیل کر سکے۔ ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس بوڑھے اعظم خان کو اس بات پر تیار کرے کہ وہ خود ہی اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کر دے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ٹائیگر نے کار گولڈن کلب کی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے پارکنگ بوائے سے پارکنگ کارڈ لے کر جیب میں ڈالا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چونکہ وہ بے شمار بار یہاں آ چکا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ اسسٹنٹ مینجر جابر کا آفس کہاں ہے اس لئے مین گیٹ میں داخل ہونے کے بعد وہ کاؤنٹر کی طرف جانے کی بجائے لفٹ کی طرف بڑھ گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ دوسری منزل پر واقع دفتر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے طویل قد اور بھاری جسم کا آدمی بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”آؤ۔ آؤ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا“...... آفس میں موجود اسسٹنٹ مینجر جابر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کر کے ٹائیگر میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ

گیا۔ جابر نے فون کا رسیور اٹھایا اور کسی کو جوس لانے کا کہہ کر ا نے رسیور رکھ دیا۔

”کیا مسئلہ تھا جو تم اس قدر بے چین ہو رہے تھے۔ میں ـ بتایا تھا کہ میری گاڑی اوور ہالنگ کے سلسلے میں ورکشاپ میں ـ لیکن تمہاری ضد کی وجہ سے مجھے ایک دوست کی کار لے کر یہار آنا پڑا“...... ٹائیگر نے کہا۔

”دراصل کام فوری ہے اور تمہارے علاوہ اور کوئی اسے سرانجا نہیں دے سکتا“...... جابر نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے ک مزید کوئی بات ہوتی آفس کا دردازہ کھلا اور ایک نوجوان جوس کے دو بڑے ڈبے سٹرا سمیت اٹھائے اندر داخل ہوا اور میز پر رکھ کر واپس چلا گیا۔

”لو“...... جابر نے کہا تو ٹائیگر نے جوس کا ڈبہ اٹھایا اور سٹرا کے ذریعے وہ آہستہ آہستہ جوس سپ کرنے لگا۔

”اب بتاؤ تو سہی کام کیا ہے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ سرحد پر خار دار تار کی باڑ لگائی گئی ہے اور دو دو کلومیٹر پر چیک پوسٹس بنائی گئی ہیں اور یہ چیک پوسٹس دونوں ملکوں کی ہیں۔ اس وجہ سے فوری طور پر ہر قسم کی اسمگلنگ بند ہو چکی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اسلحہ اور منشیات کی اسمگلنگ کے علاوہ انسانی اسمگلنگ بھی۔ لوگ بہادرستان سے پاکیشیا اور پاکیشیا سے بہادرستان آتے جاتے رہتے تھے لیکن اب نہیں آ جا سکتے جبکہ چار افراد کو ہم نے بہادرستان پہنچانا ہے۔ اس کے لئے مجھے ایک لاکھ ڈالر کی آفر کی گئی ہے۔ اس میں سے آدھے میں تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ تم ان چاروں کو احمد آباد سے بہادرستان بھجوانے کا کوئی بندوبست کرا دو“...... جابر نے کہا۔

”مجھے تمہاری بات سن کر حیرت ہو رہی ہے جابر۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں منشیات اور اسلحہ کی اسمگلنگ سے متعلق ہوں اور یہاں احمد آباد میں کام کرتا ہوں کہ مجھے ان خفیہ راستوں کا علم ہو گا جہاں سے اسمگلر آتے جاتے رہتے ہیں“...... ٹائیگر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا تو جابر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم نے مجھے پوری طرح وضاحت ہی نہیں کرنے دی اور پہلے ہی غصہ کھانے لگے ہو۔ اگر صرف اتنا ہی کام ہوتا تو میں یہ کام آسانی سے کر سکتا ہوں کیونکہ یہاں کے تمام اسمگلروں اور ان کی تنظیموں سے میرا پورا رابطہ ہے۔ جب سے خار دار تار لگائی گئی ہے اور چیک پوسٹس قائم ہوئی ہیں تب سے اسمگلنگ کا طریقہ ہی بدل گیا ہے۔ اب آدمیوں کو دوسری طرف جانے نہیں دیا جاتا بلکہ مال کو چیک پوسٹ والے ٹرانسفر کر دیتے ہیں اور اپنا حصہ وصول کر لیتے ہیں لیکن ہم نے مال ٹرانسفر نہیں کرانا بلکہ جیتے جاگتے انسان ٹرانسفر کرانے ہیں“...... جابر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن تم نے اس کام کے لئے میرا ہی انتخاب کیوں کیا ہے“۔ ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

“اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بے حد ذہین آدمی ہو۔ جہ سب راستے بند ہو جائیں وہاں ٹائیگر کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہے”...... جابر نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

“تمہارا شکریہ کہ تم میرے بارے میں ایسا خیال رکھتے ہو لیک میں ایسا نہیں ہوں۔ میں ایک انسان ہوں جبکہ بند راستوں باوجود راستہ نکالنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ ہر شے پر قادر انسان ایسا نہیں ہو سکتا”...... ٹائیگر نے اس بار مسکراتے ہوئے کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ جابر نے اس کے بارے میں سنی ہوئی باتو پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے بارے میں سوچا ہے۔

“یہ کام بہرحال کرنا ہے کیونکہ میں ایک لاکھ ڈالر واپس نہیں سکتا۔ مجھے ان دنوں رقم کی بے حد ضرورت ہے”...... جابر نے کہا۔

“کسی چیک پوسٹ والے سے سودا کر لو۔ تمہارا کام ہو جا- گا۔ دولت میں بڑی طاقت ہوتی ہے”...... ٹائیگر نے کہا۔

“ضرور ہوتی ہے لیکن فوری طور پر ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ چیک پوسٹ پر ایسے کیمرے لگائے گئے ہیں جن سے گزر والے ہر آدمی کو ہیڈکوارٹر میں چیک کیا جاتا ہے اور وہاں غیر فوج کے افسران موجود ہوتے ہیں اس لئے انہیں رشوت بھی نہ دی جا سکتی”...... جابر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

“ابھی تم خود کہہ رہے ہو کہ مال آتا جاتا رہتا ہے۔ کیا وہ چیک نہیں ہوتا کیمروں کے ذریعے”...... ٹائیگر نے کہا۔

“نہیں۔ صرف آدمیوں کی چیکنگ ہوتی ہے۔ غیر ملکی اتنے ذہین نہیں ہوتے جتنے ہم سمجھتے ہیں۔ صرف آدمی ہی خود سرحد کے ادھر ادھر جا کر اسمگلنگ کر سکتا ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہاں کی چیک پوسٹوں پر تعینات عملہ بھی درمیانی ایجنٹ بن جاتا ہے۔ ادھر سے وہ مال لیتا ہے اور دوسری طرف موجود آدمی کو پہنچا کر اپنا حصہ وصول کر لیتا ہے”...... جابر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

“تمہارا مسئلہ کیا ہے۔ کون آدمی ہیں جنہیں تم بہادرستان بھجوانا چاہتے ہو”...... ٹائیگر نے کہا۔

“چند غیر ملکی ہیں۔ کسی یونیورسٹی کے ریسرچ سکالرز ہیں۔ وہ اس پورے علاقے کی معدنیات کو چیک کر رہے ہیں اور اس کے لئے وہ بہادرستان جانا چاہتے ہیں۔ بہادرستان حکومت سے انہوں نے اس کے لئے باقاعدہ اجازت مانگی لیکن انہوں نے تصدیق کر لینے کے باوجود انہیں آ کر ریسرچ کرنے کی اس لئے اجازت نہیں دی کہ ان کے پاس ان کی سیکورٹی کے انتظامات نہیں ہیں حالانکہ انہوں نے سیکورٹی طلب ہی نہیں کی تھی۔ اب انہوں نے یہاں اپنا کام مکمل کر لیا ہے لیکن ان کا کام اس وقت مکمل ہو گا جب وہ بہادرستان کے پاکیشیا سے ملحقہ علاقے کی چیکنگ مکمل نہ کر لیں”۔ جابر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

“اگر تم اس قدر بضد ہو تو پھر میں تمہیں ایک راستہ بتا سکتا ہوں لیکن اس پر اخراجات ہوں گے”...... ٹائیگر نے کہا تو جابر بے اختیار

اچھل پڑا۔

‘‘اوہ۔ اوہ۔ مجھے یقین تھا کہ تم ضروری اپنی ذہانت سے کوئی نہ کوئی راستہ نکال لو گے۔ اخراجات کی تم فکر نہ کرو۔ تمہیں میں نے پہلے ہی پچاس ہزار ڈالر کی آفر کی ہوئی ہے’’...... جابر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

‘‘نہیں۔ میں تم سے کوئی رقم نہیں لوں گا۔ میں تو اس راستے سے آنے والے اخراجات کی بات کر رہا ہوں’’...... ٹائیگر نے کہا۔

‘‘کیسے اخراجات۔ کچھ بتاؤ تو سہی’’...... جابر نے کہا۔

‘‘میں ایک بار بہادرستان سرحد کے قریب قدیم عمارت شیش محل دیکھنے گیا تھا اور میں نے اس کا تفصیل سے جائزہ لیا تھا۔ اس کے اندر ایک خفیہ سرنگ بھی بنائی گئی تھی جو بتایا جاتا ہے کہ تقریباً تین کلومیٹر طویل ہے اور بہادرستان کے علاقے میں ایک اور قدیم عمارت میں جا نکلتی ہے۔ میں نے اس سرنگ کا دہانہ بھی دیکھا ہے لیکن اسے بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس پر دارالحکومت میں ایک کتاب پڑھی تھی۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں عمارتیں یہاں احمد آباد کے نواب کی تھیں اور اس نواب نے قدیم دور میں اس پہاڑی علاقے میں موجود ایک قدرتی کریک کو سرنگ میں تبدیل کر دیا۔ یہ سرنگ اب بھی موجود ہو گی اگر اسے کھول دیا جائے تو تمہارے آدمی آسانی سے اس سرنگ کے ذریعے بہادرستان پہنچ سکتے ہیں اور پھر وہاں اپنا سروے مکمل کر کے واپس بھی آ سکتے

ہیں’’...... ٹائیگر نے کہا۔

‘‘اوہ۔ اوہ۔ ویری گڈ۔ یہ کام تو آسانی سے اور فوراً ہو سکتا ہے لیکن اس سرنگ کا دہانہ کہاں ہے’’...... جابر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

‘‘میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں دکھا سکتا ہوں۔ اس کے بعد تم جانو اور تمہارا کام’’...... ٹائیگر نے کہا تو جابر سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک بحری جہاز جیسی بڑی سی سیاہ رنگ کی کار تیزی سے احمد آباد کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جوزف تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر جوانا بیٹھا ہوا تھا اور عقبی سیٹ پر عمران سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی اماں بی کے حکم پر احمد آباد کے نواب اعظم خان کے ہاں جا رہا تھا۔ اس نے روانگی سے پہلے فون کر کے نواب اعظم خان کے سیکرٹری کو اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی اس لئے اسے یقین تھا کہ نواب اعظم خان اور اس کی فیملی اس کی منتظر ہو گی۔

عمران پہلے بھی کئی بار نواب اعظم خان سے مل چکا تھا۔ البتہ وہ پہلی بار ان کی رہائش گاہ پر جا رہا تھا۔ آنکھیں بند کئے اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے وہ بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس رشتے کو ٹالا جائے۔ ظاہر ہے کہ وہ جولیا سے ہٹ کر کسی اور سے شادی

کرنے کا ارادہ نہ رکھتا تھا اور جولیا کے ساتھ شادی میں ایسی رکاوٹیں موجود تھیں جو بظاہر ختم ہوتی نظر نہ آ رہی تھیں کیونکہ ایک تو اس کی اماں بی اس شادی کے خلاف تھیں۔ یہ بات نہیں تھی کہ انہیں اس رشتہ کے بارے میں آگاہ کیا گیا اور انہوں نے انکار کر دیا ہو لیکن عمران کو اپنی اماں بی کے خیالات کا بخوبی علم تھا کہ وہ کسی غیر ملکی لڑکی سے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو کبھی شادی کی اجازت نہیں دیں گی کیونکہ وہ پرانے خیالات کی مالک تھیں اس لئے وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی کسی بڑے خاندان میں کرنے کا سوچتی رہتی تھیں۔

اس کے علاوہ عمران کی دن رات کی مصروفیات اور آخر میں تنویر کی جولیا میں دلچسپی، یہ سب ایسی رکاوٹیں تھیں جن کی وجہ سے عمران نے کبھی سنجیدگی سے اس معاملے پر غور ہی نہیں کیا تھا لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ نواب اعظم خان کے ہاں نہ سہی اس کی اماں بی یا ڈیڈی جلد از جلد اس کی شادی کا کہیں نہ کہیں فیصلہ کر لیں گے اور یہ بات بھی عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ پوری دنیا کو تو انکار کر سکتا ہے لیکن اپنی اماں بی کے سامنے بے بس ہے اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ اسے اس معاملے پر اب سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

عمران آنکھیں بند کئے یہی باتیں سوچ رہا تھا کہ اچانک اس نے کار کی رفتار کو ایک دھچکے سے کم ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ اس کے ساتھ ہی جوزف نے تیز اور مسلسل ہارن بجانا شروع کر دیا تو

عمران نے آنکھیں کھولیں اور وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ تنگ موڑ پر سامنے سے ایک سلیٹی رنگ کی کار بھی رک گئی تھی اور جوزف نے بھی کار روک دی تھی۔ عمران کی کار اس قدر بڑی تھی کہ وہ اس سلیٹی رنگ کی کار کی موجودگی میں موڑ کراس نہ کر سکتی تھی۔ اب دونوں طرف سے ہارن بجایا جا رہا تھا اور پھر سلیٹی رنگ کی کار سے ایک آدمی اتر کر عمران کی کار کی طرف آنے لگا تو عمران بے اختیار چونک پڑا کیونکہ آنے والا ٹائیگر تھا لیکن یہ سلیٹی رنگ کی کار بہرحال ٹائیگر کی نہیں تھی۔

''یہ تو ٹائیگر ہے''...... جوزف اور جوانا کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

''اوہ باس۔ آپ''...... ٹائیگر نے بھی قریب آ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم کہاں سے آ رہے ہو اور یہ کار کس کی ہے''...... عمران نے پوچھا۔ اسی لمحے عمران کی کار کے پیچھے سے ہارن کی آوازیں آنے لگیں۔

''میں اپنی کار پیچھے لے جاتا ہوں۔ تم یہ موڑ کاٹ لو پھر باتیں ہوں گی''...... ٹائیگر نے جوزف سے کہا اور پھر مڑ کر وہ دوڑتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار بیک ہو کر ان کی نظروں سے غائب ہو گئی تو جوزف نے اپنی بحری جہاز نما کار آگے بڑھا دی اور پھر موڑ کاٹ کر اس نے کھلی جگہ پر ایک طرف کر

کے کار روک دی۔ اس کی کار کے عقب میں موجود کار بھی اب انہیں کراس کرتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ٹائیگر نے بھی اپنی کار ایک سائیڈ پر کر کے روک دی تھی اور ایک بار پھر وہ کار سے اتر کر عمران کی کار کی طرف بڑھنے لگا۔

''یہاں بیٹھ جاؤ''...... عمران نے کار کا عقبی دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو ٹائیگر عمران کے ساتھ ہی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''احمد آباد گئے تھے۔ کیوں۔ کوئی خاص بات تھی اور یہ کار کس کی ہے''...... عمران نے پوچھا تو ٹائیگر نے اسے جابر کی کال سے لے کر اس کے ساتھ ہونے والی تمام بات بتا دی۔

''یہ تو مشکوک معاملہ ہے۔ ریسرچ اسکالرز اس طرح لاکھوں ڈالرز خرچ کر کے غیر قانونی انداز میں کسی ملک میں داخل نہیں ہوا کرتے''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ میرا خیال ہے کہ غیر ملکی یونیورسٹیاں ایسی ریسرچز پر خاصی بڑی رقمیں خرچ کرتی ہیں اور یہاں آنے کے بعد وہ ادھوری ریسرچ چھوڑ کر واپس نہ جانا چاہتے ہوں گے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''تم ان سے ملے ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں باس۔ میں نے ضروری نہیں سمجھا۔ اب آپ جیسے حکم دیں۔ ویسے میں ان کی رہائش گاہ تک ہو آیا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

’’وہ کیسے۔ کیوں‘‘...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے اسے راستے میں ملنے والی اس لڑکی ماریا کو لفٹ دینے اور اسے سیراب کالونی کی کوٹھی کے پھاٹک پر ڈراپ کرنے تک اور درمیان میں ہونے والی بات چیت کے بارے میں بتا دیا۔

’’تو تمہارا خیال ہے کہ یہ جولین اور اس کا گروپ ہے جو اس انداز میں بہادرستان میں داخل ہونا چاہتا ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’ماریا نے یہی بتایا تھا کہ جولین کا تعلق کرانس سے ہے اور وہ معدنیات کی ریسرچ کرنے یہاں آئی ہے اور جابر نے بھی یہی بتایا ہے‘‘...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’تم نے جابر کو وہ سرنگ کب دکھائی تھی۔ آج یا کل‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’کل دکھائی تھی۔ پھر میں واپس آنے لگا تھا لیکن جابر نے زبردستی روک لیا۔ مجھے بھی دارالحکومت میں چونکہ کوئی فوری کام نہ تھا اس لئے میں بھی رک گیا۔ اب واپس جا رہا تھا کہ آپ سے ملاقات ہوگئی‘‘...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’بہرحال اگر ان کا کوئی مشن ہوگا بھی سہی تو وہ بہادرستان میں ہوگا۔ پاکیشیا میں نہیں۔ ورنہ وہ اس انداز میں بہادرستان میں داخل نہ ہوتے۔ ٹھیک ہے۔ تم واپس دارالحکومت جاؤ۔ البتہ اس ماریا سے مل لینا اور چیک کر لینا کہ اصل بات کیا ہے۔ پھر دیکھ لیں گے‘‘۔ عمران نے کہا۔

’’یس باس‘‘...... ٹائیگر نے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ پھر اس نے سلام کیا اور ایک طرف کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

’’چلو جوزف‘‘...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’یس باس‘‘...... جوزف نے جواب دیا اور اس نے گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ نواب اعظم خان کی حویلی نما رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔

’’تم دونوں میرے گارڈز ہو اس لئے تم کار کے پاس ہی رہو گے‘‘...... عمران نے کار سے اترتے ہوئے جوزف اور جوانا سے کہا تو ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ نواب صاحب کے سیکرٹری نے عمران کو ایک وسیع و عریض ڈرائینگ روم میں پہنچا دیا۔

’’نواب صاحب کو آپ کی آمد کی اطلاع پہنچا دی گئی ہے۔ وہ ابھی تشریف لے آئیں گے‘‘...... سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’کس چیز پر رکھ کر پہنچائی ہے‘‘...... عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو سیکرٹری بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

’’جی۔ کیا فرمایا آپ نے‘‘...... سیکرٹری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’آپ نے کہا ہے کہ آپ نے میرے آنے کی اطلاع نواب صاحب کو پہنچا دی ہے اس لئے میں پوچھ رہا تھا کہ چاندی کی

طشتری میں رکھ کر پہنچائی ہے یا سونے کی طشتری میں، کیونکہ نوابوں کو کوئی چیز ہاتھوں میں تو نہیں پہنچائی جاتی''...... عمران نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تو سیکرٹری بے اختیار مسکرا دیا لیکن کوئی جواب دینے کی بجائے واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ہی ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس نے جینز کی پینٹ اور ہلکے رنگ کی چست شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ بال مردانہ انداز میں بنائے گئے تھے اور آنکھوں میں تیز چمک تھی۔

''ہائے۔ میرا نام روکی ہے''...... لڑکی نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''وائے۔ میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے''...... عمران نے اٹھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے بے تکلفانہ لہجے میں کہا تو لڑکی بے اختیار ہنس پڑی۔

''ہائے۔ میں تو سمجھی تھی کہ کسی بوڑھی شکل کے نوجوان سے واسطہ پڑے گا کیونکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ تم نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈگریاں لی ہوئی ہیں اور اب تم نے اپنا تعارف بھی کرایا ہے لیکن شکل سے تو تم اتنے پڑھے لکھے نظر نہیں آتے''...... لڑکی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا لیکن عمران نے اس کا ہاتھ نظرانداز کر دیا اور واپس صوفے پر اطمینان بھرے انداز میں بیٹھ گیا تو لڑکی کے چہرے پر یکلخت غصے کے تاثرات ابھر آئے اور اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

''پڑھی لکھی ہوئی صرف تم شکل سے ہی نظر آتی ہو''...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ روکی کچھ کہتی، پردہ ہٹا اور نواب اعظم خان اندر داخل ہوئے۔ وہ لمبے قد اور بھاری جسم کے آدمی تھے۔ چہرہ بڑا اور خاصا رعب دار تھا۔ آنکھوں پر قیمتی فریم کی نظر کی عینک تھی اور انہوں نے ہلکے براؤن رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔

''ہیلو''...... نواب صاحب نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''...... عمران نے اٹھ کر باقاعدہ سینے پر ہاتھ باندھ کر اور سر کو جھکا کر کورنش بجا لانے کے انداز میں کہا۔

''ڈیڈی۔ اس قدر پسماندہ۔ کیا یہ واقعی انکل سر عبدالرحمٰن کا بیٹا ہے''...... لڑکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہ پسماندہ نہیں ہے روکی بیٹی۔ یہ شرارتی ذہن کا مالک ہے۔ میں اس سے پہلے بھی مل چکا ہوں اور سر عبدالرحمٰن اس کی انہی حرکتوں کی وجہ سے بے حد تنگ ہیں لیکن سر سلطان سے میری بات ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کی بے حد تعریفیں کی ہیں''...... نواب اعظم خان نے روکی سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران سمجھ گیا کہ یہ وہی روکی ہے جس سے اس کی اماں بی اس کی شادی کرنے جا رہی ہیں لیکن روکی کو دیکھ کر اور اس سے مل کر عمران کو یقین ہو گیا کہ روکی ابھی تک اماں بی سے نہیں ملی ورنہ اماں بی اس کا نام بھی زبان پر لے

آنا برا سمجھتیں۔ وہ ایسے ہی خیالات کی مالک تھیں۔ ان کی نظر میں کسی لڑکی کا سر سے دوپٹہ ہٹ جانا اسے دوزخی بنا دیتا ہے تو شرٹ اور پینٹ پہنے ہوئے لڑکی تو ظاہر ہے ان کے نزدیک سرے سے لڑکی ہی نہیں ہوسکتی اور اب یہ بات بھی سامنے آ گئی تھی کہ اصل میں اس رشتے کے پیچھے سرسلطان کا ہاتھ ہے۔ وہ اگر عمران کی تعریفیں نہ کرتے تو شاید نواب اعظم خان، عمران کو سرے سے اپ گھر بلاتے ہی نہیں۔

''ڈیڈی کی اور بات ہے لیکن اگر تم اماں بی سے مل لیتیں ت تمہیں معلوم ہو جاتا کہ ایڈوانس ہونا کسے کہتے ہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اماں بی۔ تمہارا مطلب ہے کہ تمہاری مدر۔ کیا وہ ایڈوانس ہیں''...... روکی نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں۔ بے حد ایڈوانس۔ اسی لئے وہ ماما کہلوانے کی بجائے اماں بی کہلواتی ہیں''...... عمران نے جواب دیا لیکن اس سے پہلے ک روکی یا نواب اعظم خان کوئی بات کرتے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں مشروب کی تین بوتلیں ملٹی کلر ٹش پیپر میں لپٹی ہوئی موجود تھیں۔ اس نے ایک بوتل عمران، ایک روک اور ایک بوتل نواب صاحب کے سامنے رکھی اور پھر الٹے قدمو کمرے سے باہر چلا گیا۔

''تمہارے بارے میں بتایا گیا ہے کہ تم سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہو''...... نواب صاحب نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی بوتل اٹھا کر سٹرا سے منہ لگا لیا۔

''جی ہاں۔ آپ نے درست سنا ہے''...... عمران نے مشروب سپ کرتے ہوئے کہا۔

''کیا کام کرتے ہو۔ سیکرٹ سروس کے لوگ تو بے حد تربیت یافتہ اور لڑاکا ہوتے ہیں''...... نواب اعظم خان نے کہا۔

''میں انہیں ہنسانے کا کام کرتا ہوں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو نواب اعظم خان کے ساتھ ساتھ روکی بھی بے اختیار چونک پڑی۔

''ہنسانے کا۔ کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہو تم''...... نواب اعظم خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''جناب۔ جس طرح تھیٹر کے ڈراموں میں جوکر ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی سنجیدہ اور رونے والا سین ختم ہوتا ہے تو لوگوں کو نارمل کرنے کے لئے ایک جوکر سٹیج پر آ جاتا ہے۔ اسی طرح جب سیکرٹ سروس کے ارکان سنجیدہ ہو جاتے ہیں تو پھر میں انہیں ہنسا کر نارمل کر دیتا ہوں''...... عمران نے باقاعدہ وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''تو تم سیکرٹ سروس میں جوکر ہو۔ ہونہہ''...... نواب صاحب نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھے اور دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے جبکہ روکی وہیں بیٹھی رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ موجود تھی۔

‘‘کیا ہوا انہیں۔ کیا واش روم جانا پڑ گیا ہے’’...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو روکی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

‘‘تم بالکل ویسے ہی ہو جیسے مجھے ثریا نے بتایا تھا’’...... روکی نے ہنستے ہوئے کہا تو اس بار عمران چونک پڑا۔

‘‘ثریا نے۔ کون ثریا’’...... عمران نے پوچھا۔

‘‘تمہاری بہن۔ اور کون’’...... روکی نے جواب دیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اب اسے یقین آ گیا تھا کہ اس رشتے کے پیچھے اس کی بہن ثریا کا بھی ہاتھ ہے۔ اس نے اماں بی سے روکی کی اس انداز میں تعریفیں کی ہوں گی کہ اماں بی نے حامی بھر لی ہو گی اور چونکہ نواب اعظم خان بھی نواب ابن نواب تھے اس لئے لازماً وہ جب روکی کو لے کر عمران کے ڈیڈی کے گھر گئے ہوں گے تو روکی نے لباس کا بھی خیال رکھا ہو گا اور بات چیت اور انداز کا بھی۔

‘‘اچھا۔ کیا بتایا تھا ثریا نے’’...... عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

‘‘اس نے کہا تھا کہ تم بڑے معصومانہ انداز میں اس طرح شرارت کرتے ہو کہ دوسرا بجائے اسے شرارت سمجھنے کے حقیقت سمجھ لیتا ہے’’...... روکی نے کہا۔

‘‘ثریا کے کان کھینچے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے اس لئے اب اس نے ایسی باتیں کرنا شروع کر دی ہیں’’...... عمران نے مصنوعی طور پر غصیلے لہجے میں کہا تو روکی ایک بار پھر ہنس پڑی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ایک ملازم اندر داخل ہوا اور سیدھا اس صوفے کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں روکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا۔

‘‘اوہ اچھا’’...... روکی نے چونک کر کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

‘‘عمران۔ کیا تم نے شیش محل دیکھا ہوا ہے’’...... روکی نے چند لمحے ہچکچانے کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

‘‘ہاں۔ ایک بار گیا تو تھا۔ کیوں۔ کیا ہوا۔ کیا شیش محل سے کال آ گئی ہے’’...... عمران نے کہا۔

‘‘کال۔ وہ قدیم عمارت ہے۔ وہاں سے کیا کال آنی ہے۔ یہ عمارت ہمارے خاندان کی ملکیت ہے۔ وہاں پولیس پہنچ چکی ہے اور ڈیڈی نے مجھے حکم بھجوایا ہے کہ میں وہاں جا کر معلوم کروں کہ پولیس وہاں کیا کر رہی ہے۔ تم مہمان ہو اس لئے تمہیں یہاں اکیلے چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتی اور ڈیڈی آرام کرنے اپنے کمرے میں چلے گئے ہیں’’...... روکی نے رک رک کر کہا تو عمران اس کی مشکل سمجھ گیا۔

‘‘ٹھیک ہے۔ میں چلتا ہوں۔ لیکن ایک شرط ہے کہ میں اپنی

کار میں جاؤں گا۔ اپنے گارڈز کے ساتھ تاکہ اگر پولیس مجھے پکڑنے لگے تو کم از کم کوئی بچانے والا تو ہو"...... عمران نے کہا تو روکی بے اختیار ہنس پڑی۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی تمہاری کار میں بیٹھوں گی۔ آؤ"...... روکی نے کہا اور عمران بے اختیار سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ اس کے خیال میں بھی نہ تھا کہ روکی ایسا فیصلہ کرے گی لیکن اب مجبوری تھی۔ وہ انکار بھی نہ کر سکتا تھا۔

"اوہ۔ بڑی شاندار کار ہے"...... روکی نے باہر موجود عمران کی کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ اس کی اپنی کار ڈرائیور لے کر آگے موجود تھا۔ عمران نے جوزف کو کہہ دیا کہ وہ روکی کی کار کے پیچھے کار چلاتا رہے اور پھر خود بھی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"تمہارے گارڈز بڑے شاندار ہیں۔ یہ غیر ملکی گارڈز تمہیں کیسے مل گئے"...... روکی نے حیرت بھری نظروں سے جوزف اور جوانا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ غیر ملکی نہیں ہیں۔ پاکیشیا کے شہری ہیں۔ البتہ ایک کا تعلق افریقہ سے رہا ہے اور دوسرے کا تعلق ایکریمیا سے رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"شاندار۔ میں بھی ڈیڈی سے کہو گی کہ ایسے ہی گارڈز رکھے جائیں"...... روکی نے کہا۔

"ویسے تمہارا اصل نام کیا ہے۔ کیا یہی اصل نام ہے"...... عمران

نے شاید موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ روکی کو عمران اور جوزف، جوانا کے درمیان تعلق کا علم نہیں اور وہ ویسے بھی نواب زادی ہے اس لئے وہ ان دونوں کے بارے میں کوئی بھی غلط ریمارکس پاس کر سکتی تھی اور ایسے ریمارکس سے بچنے کے لئے اس نے موضوع بدلنے کی کوشش کی تھی۔

"میرا اصل نام راحیلہ ہے۔ پیار سے مجھے روکی کہا جاتا ہے"۔ روکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلو اچھا ہے زیادہ پیار نہیں آیا ورنہ ایک کشش اور لگ جاتی تو مسئلہ بن جاتا۔ کوئی تمہارے قریب بھی آنے کے لئے تیار نہ ہوتا"...... عمران نے جواب دیا تو روکی بے اختیار چونک پڑی۔

"کیا مطلب۔ یہ کشش سے کیا مطلب۔ کشش ثقل تو میں نے سنا ہوا ہے"...... روکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کشش۔ خط یعنی لائن کو بھی کہتے ہیں۔ حرف ک کے اوپر ایک اور لائن لگا دی جائے تو حرف گ بن جاتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر ک کی بجائے گ بن جاتا تو میرا نام روگی بن جاتا۔ یہی مطلب ہے تمہارا"...... روکی نے باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور روگی اسے کہتے ہیں جسے خوفناک قسم کا روگ یعنی بیماری لگ جائے اور سب سے خوفناک روگ عشق کا ہوتا ہے"۔

عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو روکی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''تم فکر مت کرو۔ مجھے ایسا کوئی روگ نہیں لگ سکتا اور ہاں سنو۔ پہلے اپنے گارڈز سے کہہ دو کہ وہ اپنے کان بند کر لیں۔ میرے ڈیڈی کوئی خاص بات کرنے سے پہلے اپنے ملازموں کو یہی حکم دیتے ہیں''...... روکی نے کہا۔

''تم فکر مت کرو۔ یہ بہرے ہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ ویری گڈ۔ گڈ آئیڈیا۔ میں ڈیڈی سے کہوں گی کہ وہ بہرے ملازم رکھ لیں۔ ویری گڈ۔ تم تو بے حد قابل آدمی ہو۔ ثریا سچ کہتی ہے لیکن سنو۔ اپنی مدر سے کہہ دینا کہ میں ان کی بہو نہیں بن سکتی''...... روکی نے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر ہلکے سے تکدر کے تاثرات ابھر آئے۔

''کیوں''...... عمران نے کہا۔

''میں نے ثریا کو بھی کہہ دیا تھا لیکن میں نے اسے اصل بات نہیں بتائی تھی کیونکہ میں ابھی ڈیڈی کو یہ بات نہیں بتانا چاہتی لیکن اب میں ڈیڈی کو بتا دوں گی اس لئے تمہیں بھی بتا رہی ہوں۔ تم بے شک ثریا اور اپنی مدر کو بتا دینا کہ میں نے ڈیڈی کے بھتیجے اور اپنے کزن سے جو گریٹ لینڈ میں رہتا ہے، شادی کر لی ہے۔ یہ شادی گریٹ لینڈ میں ہوئی تھی''...... روکی نے کہا تو عمران نے بے

اختیار ایک طویل سانس ایسے لیا جیسے اس کے سر سے ٹنوں بوجھ اتر گیا ہو۔

''لیکن اماں بی تو اس پر یقین ہی نہیں کریں گی کیونکہ وہ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ کوئی لڑکی ماں باپ کی اجازت کے بغیر اپنے آپ شادی بھی کر سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''دنیا بہت آگے پہنچ چکی ہے مسٹر اور یہاں کے لوگ نجانے کیوں اس قدر پسماندہ ہیں۔ ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا''۔ روکی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اس کا ایک حل ہے کہ تم اپنے ڈیڈی کو بتا دو اور تمہارے ڈیڈی میرے ڈیڈی کو بتا دیں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ ابھی ایک ہفتے تک میں انہیں بتا سکتی کیونکہ میرا کزن بلکہ میرا شوہر ایک ہفتے بعد یہاں پہنچ رہا ہے۔ میں پھر بتاؤں گی''۔ روکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تمہارے ڈیڈی بھی میری اماں بی کی طرح پسماندہ ہیں''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ واقعی ایسی ہی بات ہے لیکن بہرحال وہ اب کر بھی کیا سکتے ہیں''...... روکی نے کہا۔

''تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ تم ثریا کو فون کر کے اصل بات بتا دو۔ وہ خود ہی اماں بی سے بات کر لے گی''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ میں واپس جا کر اسے فون کر کے

تمہارے سامنے بتا دوں گی‘‘...... روکی نے کہا تو عمران نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس قدیم عمارت شیش محل پہنچ گئے۔ وہاں پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ ایک انسپکٹر بھی موجود تھا جس نے روکی کے کار سے نیچے اترتے ہی آگے بڑھ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں اسے سلام کیا۔

’’کیا ہوا ہے انسپکٹر۔ کیوں تم نے کال کیا ہے۔ یہ عمارت تو ویسے ہی موجود ہے۔ میں سمجھی تھی کہ کوئی قیامت ٹوٹ پڑی ہے‘‘۔ روکی نے تیز اور غصیلے لہجے میں کہا۔

’’مس صاحبہ۔ میں نے تو نواب صاحب کے مینجر کو کال کیا تھا۔ نجانے پیغام لے جانے والے نے کیا غلط پیغام دے دیا ہے۔ میری جرأت ہے کہ میں آپ کو یا نواب صاحب کو کال کر سکوں‘‘۔ انسپکٹر نے بڑے فدویانہ لہجے میں کہا۔

’’اچھا بتاؤ کیا مسئلہ ہے‘‘...... روکی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’اطلاع ملی ہے کہ پانچ افراد جن میں دو عورتیں اور تین مرد تھے، شیش محل میں داخل ہوئے ہیں۔ پانچوں غیر ملکی ہیں اور پھر غائب ہو گئے ہیں جس پر ہم نے یہاں آ کر چیکنگ کی تو پتہ چلا کہ شیش محل کی قدیم سرنگ کا دہانہ کھلا ہوا ہے۔ ہم نے سرنگ کی اندرونی تلاشی بھی لی ہے لیکن وہ لوگ نہیں ملے۔ البتہ دوسری طرف سے سرنگ کا دہانہ بھی کھلا ہوا ملا ہے اور دوسرا دہانہ بہادرستان میں ہے۔ اب چونکہ یہ غیر ملکیوں کا مسئلہ ہے اس لئے میں نے اعلیٰ حکام کو اطلاع دینی ہے اور میں چاہتا تھا کہ آپ کے مینجر کو بلا کر ساری صورت حال سے آگاہ کر دوں تاکہ کل کو انٹیلی جنس کی کوئی ٹیم یہاں آئے تو ہو سکتا ہے کہ وہ نواب صاحب یا ان کے مینجر سے بھی بات کرے‘‘...... انسپکٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’تمہارا مطلب ہے کہ اس سرنگ کے ذریعے غیر ملکی بہادرستان چلے گئے ہیں‘‘...... روکی نے کہا۔

’’جی ہاں‘‘...... انسپکٹر نے جواب دیا۔

’’ٹھیک ہے۔ میں ڈیڈی سے کہہ کر اس سرنگ کو مستقل طور پر بند کرا دوں گی۔ تم نے جو اطلاع دینی ہے دے دو‘‘...... روکی نے کہا اور واپس کار کی طرف مڑ گئی۔

’’آؤ عمران‘‘...... روکی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’میں اب واپس جاؤں گا۔ تم اپنی کار میں چلی جاؤ‘‘...... عمران نے کہا۔

’’میں چاہتی تھی کہ تمہارے سامنے ثریا سے بات کروں‘‘۔ روکی نے کہا۔

’’مجھے تم پر اعتماد ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’او کے۔ گڈ بائی‘‘...... روکی نے کہا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی کار کے ڈرائیور نے عقبی نشست کا دروازہ کھولا اور روکی کے بیٹھنے پر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ

پر بیٹھ گیا اور کار واپس چلی گئی تو عمران اس انسپکٹر کی طرف بڑھا۔

"انسپکٹر۔ آپ کو کس نے اطلاع دی ہے"...... عمران نے انسپ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جناب۔ اس وقت یہاں دو تین مقامی افراد بھی موجود تھ ان میں سے ایک نے تھانے فون کیا جس پر میں خود یہاں آ گیا" انسپکٹر نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ اسمگلر ہوں"...... عمران نے کہا۔

"جناب۔ غیر ملکیوں نے خود یہاں آ کر تو کبھی اسمگلنگ نہ کی۔ اسمگلنگ تو یہاں کے مقامی لوگ کرتے ہیں"...... انسپکٹر جواب دیا۔ وہ چونکہ عمران کو روکی کے ساتھ دیکھ چکا تھا اس لئے اس سے بھی اسی طرح مؤدبانہ انداز میں بات کر رہا تھا۔

"بہادرستان کے جس علاقے میں اس سرنگ کا دوسرا دہانہ اس علاقے کو کیا کہتے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"جناب۔ اس علاقے کا نام بڑان ہے۔ وہاں ایک چھوٹا پہاڑی قصبہ ہے اور کسی بزرگ کی قدیم دور کی خانقاہ بھی ہے۔ اا بزرگ کا نام بڑان تھا اس لئے اس سارے علاقے کا نام بڑان گیا"...... انسپکٹر نے جواب دیا۔

"کیا آپ یہاں کے رہائشی ہیں جو آپ کو اس قدر تفصیل علم ہے"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں جناب۔ میں یہیں پیدا ہوا اور پلا بڑھا ہوں۔ میر

آباؤ اجداد بھی یہاں کے رہنے والے ہیں۔ جہاں تک بڑان کا تعلق ہے تو خار دار تاریں اور چیک پوسٹس تو اب بنی ہیں۔ ہم تو بچپن سے ہی بڑان آتے جاتے رہتے تھے"...... انسپکٹر نے جواب دیا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر واپس آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے جوزف کو واپس دارالحکومت جانے کا کہہ دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹائیگر کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کر کے وہ ریسرچ اسکالرز بہادرستان پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ٹائیگر اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا باہر جانے کی تیاری می
مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر رسیو
اٹھا لیا۔

’’یس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں‘‘...... ٹائیگر نے ریسور کان
لگاتے ہوئے کہا۔

’’علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں‘‘۔
دوسری طرف سے عمران کی مخصوص شگفتہ سی آواز سنائی دی۔

’’یس باس۔ حکم‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’تم نے اب اسمگلروں کے لئے نئے نئے راستے کھلوا
شروع کر دیئے ہیں‘‘...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک
پڑا۔

’’میں سمجھا نہیں باس‘‘...... ٹائیگر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’تم نے احمد آباد میں اپنے دوست کو شیش محل کی سرنگ کھول کر بہادرستان جانے کی جو تجویز دی تھی اس پر باقاعدہ عمل درآمد کر دیا گیا ہے‘‘...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

’’آپ کو کیسے معلوم ہوا باس۔ کیا آپ شیش محل گئے تھے‘‘۔ ٹائیگر نے چونک کر پوچھا تو عمران نے اسے تفصیل بتا دی۔

’’باس۔ کیا آپ اس کے پیچھے کوئی بڑا جرم دیکھ رہے ہیں‘‘۔ ٹائیگر نے کہا۔

’’ارے نہیں۔ بہادرستان کے اس سرحدی علاقے میں کیا پڑا ہو گا اور پھر اگر ہو گا بھی سہی تو ظاہر ہے بہادرستان کی حکومت کی اجازت کے بغیر وہ اسے نکال بھی نہیں سکتے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’آپ کا مطلب کسی معدنیات سے ہے‘‘...... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

’’ہاں۔ میرا خیال ہے کہ وہاں معدنیات کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں ہو سکتی جس پر کرانس کی غیر ملکی ٹیم اس انداز میں کام کرے‘‘...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’باس۔ آپ کہیں تو مس ماریا سے مل کر مزید معلومات حاصل کروں‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’ماریا سے ملنے کے لئے پھر دل چاہ رہا ہو گا تمہارا۔ لیکن خیال رکھنا۔ اس کی اطلاع روزی راسکل تک نہ پہنچ جائے ورنہ تم کسی مردہ خانے میں پڑے نظر آ سکتے ہو‘‘...... عمران نے کہا تو ٹائیگر کے

چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

''باس۔ روزی راسکل کی ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہ تو آپ کی وجہ سے میں اسے نظرانداز کر دیتا ہوں''...... ٹائیگر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اور ماریا کو کس کے کہنے پر ملنے کی بات کر رہے ہو''۔ عمران نے جواب دیا۔

''باس۔ مجھے ماریا سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں نے تو انسانی ہمدردی کے تحت اسے لفٹ دی تھی اور پھر سفر کاٹنے کے لئے اس سے باتیں ہوتی رہیں''...... ٹائیگر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''انسانی ہمدردی اچھا جذبہ ہوتا ہے اس لئے اگر تم ماریا سے مل کر اس سے معلوم کرو کہ اس کی فرینڈ جولین اور اس کے ساتھی اصل میں کیا کر رہے ہیں تو شاید کوئی اہم بات سامنے آ جائے''۔ عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں آپ کو رپورٹ دوں گا''...... ٹائیگر نے کہا اور دوسری طرف سے رسیور رکھے جانے کی آواز سن کر ٹائیگر نے بھی رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار رین بو ہوٹل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر ہوٹل کی سات منزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہو کر اس کی کار پارکنگ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ رین بو ہوٹل غیر ملکی سیاحوں کا پسندیدہ ہوٹل تھا کیونکہ یہاں سہولیات فائیو سٹار ہوٹل جیسی تھیں لیکن کرایہ فور سٹار ہوٹل جیسا تھا اس لئے یہاں

غیر ملکی سیاحوں کا ہر وقت رش رہتا تھا۔ ٹائیگر نے کار پارکنگ میں روکی۔ نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور پھر پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر جیب میں ڈالا اور ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ماریا نے اسے اپنا کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ بتایا تھا اور اس نمبر کا مطلب تھا کہ پہلی منزل۔ کمرہ نمبر اٹھارہ۔ کیونکہ یہاں سو کا ہندسہ منزل کی نشاندہی کرتا تھا لیکن کمرے کی طرف جانے کی بجائے وہ استقبالیہ کی طرف مڑ گیا۔

''یس سر''...... استقبالیہ پر موجود نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ میں مس ماریا رہائش پذیر ہیں۔ کیا وہ کمرے میں موجود ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں معلوم کرتا ہوں سر۔ آپ کا نام''...... نوجوان نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

''رضوان''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو نوجوان نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ کی مس ماریا سے بات کرائیں''۔ نوجوان نے کہا۔

''میں استقبالیہ سے بول رہا ہوں مس ماریا۔ آپ کے مہمان یہاں استقبالیہ میں موجود ہیں۔ مسٹر رضوان''...... نوجوان نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر سمجھ گیا کہ ماریا نہ صرف احمد

آباد سے واپس آ چکی ہے بلکہ وہ کمرے میں بھی موجود ہے۔

‘‘اوکے’’...... استقبالیہ پر کھڑے نوجوان نے دوسری طرف ـ بات سن کر کہا اور رسیور رکھ دیا۔

‘‘لیس سر۔ وہ نہ صرف کمرے میں موجود ہیں بلکہ آپ کی منتظ ہیں’’...... نوجوان نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

‘‘تھینک یو’’...... ٹائیگر نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بع اس نے کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ کی کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

‘‘کون ہے’’...... ڈور فون سے ماریا کی آواز سنائی دی۔

‘‘رضوان’’...... ٹائیگر نے مختصراً جواب دیتے ہوئے کہا۔

‘‘اوہ اچھا’’...... اندر سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک ک آواز سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا دروازے پر ماریا موجود تھی۔

‘‘آؤ۔ آؤ۔ مجھے خوشی ہے کہ تم سے دوبارہ ملاقات ہو رہ ہے’’...... ماریا نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

‘‘سوری ماریا۔ ہم عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے۔ یہ بات عورتوں کے احترام کے خلاف ہے’’...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اندر داخل ہو گیا۔ ماریا نے جھٹکے سے ہاتھ پیچھے کر لیا اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن پھر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور دروازہ بند کر کے اسے لاک کر دیا۔

‘‘یہاں تمہارے علاوہ تمام مقامی مرد تو مصافحہ بڑے شوق سے کرتے ہیں’’...... ماریا نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

‘‘بس اپنے اپنے خیالات ہیں۔ ہم عورتوں کی عزت و احترام کرنے والے لوگ ہیں اور ہمارے نقطہ نظر سے عورت کی عزت و احترام اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہوتا ہے’’...... ٹائیگر نے کہا اور اطمینان سے وہاں موجود صوفے پر خود ہی بیٹھ گیا۔

‘‘بہرحال میں اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ تم بتاؤ کیا پینا پسند کرو گے’’...... ماریا نے کہا اور تپائی پر رکھے ہوئے فون کی طرف بڑھ گئی۔

‘‘ایپل جوس’’...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا اس طرح چونک کر اور حیرت بھری نظروں سے ٹائیگر کو دیکھنے لگی جیسے ٹائیگر انسان کی بجائے کوئی اور مخلوق ہو۔

‘‘یہ کوئی پینے کی چیز ہے۔ بلیک ڈاگ پیو گے’’...... ماریا نے انتہائی قیمتی شراب کا نام لیتے ہوئے کہا۔

‘‘میں شراب نہیں پیتا’’...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

‘‘کیا تم واقعی اس دنیا کے انسان ہو۔ عورتوں سے مصافحہ تم نہیں کرتے، شراب تم نہیں پیتے۔ یہ سب کیا ہے’’...... ماریا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

‘‘اسے چھوڑو۔ میں یہاں تمہیں اخلاقیات پر لیکچر دینے نہیں آیا

اور ویسے بھی تمہارے ملک کی اپنی معاشرت ہے اس لئے تمہاری حیرت بجا ہے لیکن یہاں پاکیشیا میں مختلف معاشرت ہے۔ تم بتاؤ کب واپس آئی ہو“...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

”دو ایپل جوس بھجوا دیں“...... ماریا نے اپنے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا اور پھر رسیور رکھ کر وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”میں کل واپس آ گئی تھی اور اب میں کافرستان جانے کا پروگرام بنا رہی تھی۔ اگر تم کمپنی دو تو میں کافرستان نہیں جاتی“۔ ماریا نے کہا۔

”وہاں جولین سے ملاقات ہوئی تھی تمہاری“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ مجھ سے مل کر بے حد خوش ہوئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سمیت بہادرستان جانا تھا۔ اس نے مجھے بھی دعوت دی لیکن میں نے معذرت کر لی کیونکہ بہادرستان میں حالات بے حد خراب ہیں“...... ماریا نے جواب دیا۔ اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھلا اور ایک باوردی نوجوان ہاتھ میں ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں ایپل جوس کے دو بڑے گلاس موجود تھے۔ اس نے ایک ایک گلاس ان دونوں کے سامنے رکھا اور خالی ٹرے لے کر واپس چلا گیا۔

”لو“...... ماریا نے کہا اور خود بھی گلاس اٹھا کر اس نے جوس سپ کیا تو اس کے چہرے پر خوشگوار تاثرات ابھر آئے۔

”بہت ذائقہ دار ہے۔ گڈ“...... ماریا نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

”تمہاری فرینڈ۔ جولین کس یونیورسٹی میں پڑھاتی ہے۔ اس کا وہاں مضمون کیا ہے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”میں نے پوچھا نہیں اور اس نے خود بتایا نہیں۔ لیکن تمہیں جولین سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے کہ جب سے تم آئے ہو جولین کے بارے میں ہی بات کر رہے ہو۔ تم نے میرے بارے میں تو کچھ کہا ہی نہیں“...... ماریا نے کہا۔

”تمہارے بارے میں کیا کہنا چاہئے“...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہی کہ میں کیسی لگتی ہوں۔ میرا لباس کیسا ہے۔ وغیرہ وغیرہ“۔ ماریا نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”یہ وغیرہ وغیرہ اچھا ہے۔ اس میں باقی سب کچھ آ جاتا ہے“۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو ماریا بھی ہنس پڑی۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ یہاں مرد عورتوں کی تعریف کرتے ہیں یا نہیں“۔ ماریا نے کہا۔

”کیوں نہیں کرتے۔ کھل کر کرتے ہیں“...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''لیکن تم نے تو اب تک میری تعریف نہیں کی''...... ماریا نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

''ہمارے ہاں ایک قول مشہور ہے کہ پرفیوم وہ نہیں ہوتا جس کی تعریف پرفیوم بیچنے والا کرے بلکہ پرفیوم وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی تعریف کے واقعی پرفیوم ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تھینک یو۔ تم نے واقعی میری بہترین انداز میں تعریف کی ہے۔ تمہارا مطلب ہے کہ میں اپنی تعریف کی پرواہ نہ کروں''۔ ماریا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ تمہاری فرینڈ جولین کے ساتھ دوسری عورت کون تھی''...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا بے اختیار اچھل پڑی۔

''دوسری عورت۔ کیا تم جولین اوراس کے گروپ سے ملے ہو''...... ماریا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ کیوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تو پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ جولین کے ساتھ دوسری عورت بھی تھی''...... ماریا نے کہا۔

''احمد آباد میں میرے دوست کی کوٹھی جولین اور اس کے گروپ نے لی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ جولین کے گروپ میں اس کے ساتھ دوسری عورت اور تین مرد ہیں۔ وہ سب بہادرستان جانا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے میرے دوست کی خدمات حاصل کی تھیں''...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہارے دوست کا تعلق امیگریشن سے ہے''...... ماریا نے کہا۔

''احمد آباد میں کیسی امیگریشن۔ وہاں تو ناکہ بندی ہے۔ خار دار تار لگائی گئی ہے۔ امیگریشن تو جائز راستوں سے ہوتی ہے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''تو پھر جولین نے تمہارے دوست کی خدمات کس لئے حاصل کی تھیں''...... ماریا نے کہا۔

''غیر قانونی طور پر سرحد پار کرانے کے لئے''...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا بے اختیار اچھل پڑی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''غیر قانونی طور پر۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میری فرینڈ جولین اور اس کے سب ساتھی اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ سب بڑے بڑے سائنس دان ہیں۔ جولین کی ساتھی عورت میڈم ایلس تو شکل سے ہی سائنس دان لگتی ہے۔ پھر وہ آپس میں جو باتیں کرتے رہے وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ میں تو جولین سے باتیں کرتی رہی اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ غیر قانونی طور پر سرحد پار کریں گے''...... ماریا نے کہا۔

''تمہیں کیسے خیال آیا کہ وہ سائنس دان ہیں اور سائنس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ میڈم ایلس اپنے ایک ساتھی براؤن سے بار بار پلونم کی

بات کر رہی تھی۔ میں سمجھی کہ پلونم کسی پالتو کتے کا نام ہے۔ میں نے جولین سے پوچھا کیونکہ پالتو کتے کے لئے یہ نام مجھے بے حد پسند آیا تھا تو جولین بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس نے مجھے بتایا کہ پلونم ایک سائنسی دھات ہے اور یہ دھات دنیا کی سب سے قیمتی دھات ہے۔ اب تم خود بتاؤ کہ جو لوگ قیمتی سائنسی دھاتوں کے بارے میں باتیں کرتے ہوں وہ سائنس دان نہ ہوں گے تو اور کیا ہوں گے“...... ماریا نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تو اب تم کافرستان جا رہی ہو۔ کب“...... ٹائیگر نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”اب سے ایک گھنٹہ بعد میری فلائٹ ہے۔ اگر تم کہو تو میں ٹکٹ کینسل کرا دیتی ہوں“...... ماریا نے قدرے رومانٹک موڈ میں کہا۔

”ارے نہیں۔ تم سیاح ہو۔ سیاحت کرو۔ گھومو پھرو۔ البتہ اپنا مستقل پتہ تم مجھے دے دو۔ شاید میرا مہینے بعد چکر لگے کرانس کا۔ پھر تم سے ملاقات ہو گی“...... ٹائیگر نے کہا۔

”کیا تم کرانس آتے جاتے رہتے ہو“...... ماریا نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں۔ دوسرے تیسرے مہینے ایک چکر لگ ہی جاتا ہے۔ کیوں۔ تم اس قدر حیران کیوں ہو رہی ہو“...... ٹائیگر نے کہا۔

”لیکن کس سلسلے میں تمہارا چکر لگتا ہے۔ تم نے تو بتایا ہے کہ تم

اینٹی اسمگلنگ سٹاف میں شامل ہو“...... ماریا نے کہا۔

”ہاں۔ اسی سلسلے میں آنا جانا رہتا ہے۔ ہمارا نیٹ ورک اقوام متحدہ کے تحت ہے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ پھر تو تم بہت بڑے عہدیدار ہوئے۔ گڈ شو۔ تم مجھے ملنے ضرور آنا۔ میں اپنی فرینڈز سے تمہیں ضرور ملواؤں گی اور انہیں بتاؤں گی کہ اتنے بڑے عہدیدار ہونے کے باوجود تم عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتے اور شراب نہیں پیتے۔ وہ تم سے مل کر واقعی حیران ہوں گی“...... ماریا نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو ٹائیگر ہنس پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ ضرور ملوں گا تمہاری فرینڈز سے۔ تم اپنا کارڈ دے دو“...... ٹائیگر نے کہا تو ماریا سر ہلاتی ہوئی اٹھی اور اس نے الماری کھول کر اس میں موجود بیگ اٹھا کر اسے میز پر رکھا اور پھر اسے کھول کر اس کی ایک سائیڈ پر موجود کارڈ نکال کر اس نے ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔ ٹائیگر نے ایک نظر دیکھا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

”او کے۔ کب تک تم واپس کرانس پہنچ جاؤ گی“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”اگلے ہفتے تک۔ کیا تم اگلے ہفتے آؤ گے“...... ماریا نے کہا۔

”ہو سکتا ہے آ جاؤں ورنہ فون تو ضرور کروں گا“...... ٹائیگر نے کہا۔

”بے حد شکریہ۔ تم واقعی اچھے دوست ہو۔ میں تمہیں یاد کرتی رہوں گی“...... ماریا نے کہا۔

"شکریہ۔ اب اجازت۔ گڈ لک"...... ٹائیگر نے کہا اور پھر بغیر مصافحہ کئے صرف سلام کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل کے نیچے برآمدے میں لگے ہوئے فون بوتھ میں داخل ہوا۔ اس نے کارڈ فون پیس میں ڈال کر اسے آگے کیا تو فون پیس پر سبز رنگ کا بلب جل اٹھا تو اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے عمران کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اچھا۔ اب تم نے بھی بولنا سیکھ لیا ہے۔ کیا ماریا نے سبق یاد کرایا ہے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

"باس۔ ماریا سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی فرینڈ جولین اور اس کے ساتھی لوگ سائنس دان تھے اور وہ آپس میں پلونم کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ماریا نے سمجھا کہ پلونم ان کے کسی کتے کا نام ہے اس لئے اس نے جولین سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ پلونم کسی انتہائی قیمتی سائنسی دھات کا نام ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی اس نے پلونم کا نام لیا ہے"...... اس بار عمران نے

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ بہادرستان کے اس سرحدی علاقے میں انہیں پلونم کا ذخیرہ ملنے کی امید ہے۔ تم ایسا کرو کہ احمد آباد جاؤ اور اپنے دوست سے معلوم کرو کہ کیا یہ لوگ ابھی بہادرستان میں ہیں یا واپس آ چکے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ کیا پلونم کی کوئی خاص اہمیت ہے۔ پھر یہ پاکیشیا میں نہیں بلکہ بہادرستان میں ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اس بات کو چھوڑو۔ جو میں نے کہا ہے وہ کرو"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے فون پیس کے خانے سے کارڈ نکال کر جیب میں ڈالا اور فون بوتھ سے باہر آ کر وہ پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار احمد آباد کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

لارڈ مائلو اپنے آفس میں موجود تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو لارڈ مائلو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’یس‘‘...... لارڈ مائلو نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہا۔

’’گارگی بول رہا ہوں باس۔ پلونم کے بارے میں رپورٹ دینی ہے باس‘‘...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

’’اچھا۔ کیا رپورٹ ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے چونک کر پوچھا۔

’’پلونم کرانس پہنچ چکی ہے باس۔ جولین اور اس کا گروپ کامیاب رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق پلونم کا یہ ذخیرہ ایک ہزار گرام ہے اور یہ خالص ترین اور اعلیٰ معیار کی پلونم ہے‘‘...... گارگی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’جولین اور اس کے گروپ کو خصوصی انعامات دے دو۔ اب یہ پلونم کہاں ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے قدرے مسرت بھرے لہجے میں کہا

کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے پلونم کی صورت میں اربوں کھربوں ڈالرز ناچتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

’’سپیشل سٹور میں باس‘‘...... گارگی نے جواب دیا۔

’’اس کی حفاظت کرو۔ میں شیفرڈ سے کہتا ہوں کہ وہ فوری طور پر اس کی فروخت کا بندوبست کرے‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ایک بٹن پریس کر دیا۔

’’یس چیف‘‘...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

’’شیفرڈ سے بات کراؤ‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو لارڈ مائلو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’شیفرڈ بول رہا ہوں چیف‘‘...... دوسری طرف سے شیفرڈ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

’’تمہیں رپورٹ مل گئی ہوگی کہ پلونم ہمارے سپیشل سٹور میں پہنچ گئی ہے۔ اس کا وزن ایک ہزار گرام ہے اور وہ خالص ترین حالت میں ہے۔ تم نے اس سلسلے میں مزید کیا کام کیا ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا۔

’’چیف۔ آپ نے خود مجھے سودا کرنے سے روک دیا تھا۔ آپ کے حکم کے مطابق کہ آپ پہلے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اطلاع دیں گے اور پھر ان کا خاتمہ کرنے کے بعد اسے فروخت کیا جائے گا اس لئے میں نے تو مزید کسی سے بات نہیں کی‘‘...... شیفرڈ نے جواب

دیا۔

’’مجھے یاد آ گیا ہے کہ میں نے ایسا کہا تھا لیکن ایسا اس وقت تھا جب پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس کا علم ہو جاتا۔ گارگی نے ایسی کوئی رپورٹ نہیں دی اس لئے اب اس کا سودا فوراً کیا جا سکت ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا۔

’’یس چیف۔ میرے ان سے رابطے قائم ہیں۔ میں جلد ہی سود فائنل کر دوں گا‘‘...... شیفرڈ نے کہا۔

’’اوکے‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا اور رسیور رکھ دیا اور پھر اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً دو گھنٹوں بعد فون کی گھنٹی دوبار بج اٹھی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

’’یس‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا۔

’’شیفرڈ بول رہا ہوں چیف‘‘...... شیفرڈ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

’’کیا ہوا۔ سودا ہو گیا ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

’’چیف۔ روسیاہ اور ایکریمیا دونوں ساٹھ لاکھ ڈالرز تک آئے ہیں۔ اس سے آگے نہیں بڑھتے اور اس کے ساتھ ان کی ایک شرط بھی ہے کہ آدھی رقم وہ اب دیں گے اور آدھی رقم چھ ماہ بعد دیں گے۔ اگر اس دوران پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کے پیچھے نہ آئی. جس پر میں نے انہیں بتایا کہ یہ پلونم ہم نے پاکیشیا سے حاصل نہیں کی بلکہ بہادرستان سے حاصل کی گئی ہے اس لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا اس پر کوئی حق نہیں بنتا لیکن انہوں نے یہ کہہ کر میری بات رد کر دی کہ جس خلائی سیارے نے اس کی نشاندہی کی ہے اس کی رپورٹ کے مطابق یہ علاقہ جس کا نام بڈان ہے، اس علاقے پر پاکیشیا کا دعویٰ ہے اور یہ علاقہ متنازعہ چلا آ رہا ہے‘‘...... شیفرڈ نے کہا تو لارڈ مائلو کا چہرہ بگڑتا چلا گیا۔

’’آخری بات بتاؤ کیا ہوا۔ فضول کہانیاں مت سناؤ مجھے‘‘۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

’’جناب۔ وہ اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں لیکن میں نے ایک اور گاہک تلاش کر لیا ہے۔ یورپ کے معروف ملک کیرون نے اس میں دلچسپی لی ہے لیکن وہ پینتیس لاکھ ڈالرز فی گرام سے زائد رقم نہیں دے سکتے۔ البتہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کوئی شرط نہیں لگائیں گے۔ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس نے کوئی کارروائی کی تو وہ خود اس سے نمٹ لیں گے‘‘...... شیفرڈ نے کہا۔

’’یہ تو بہت کم رقم ہے۔ آخر یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کس قسم کی ہے جس سے سپر پاورز اس قدر خوفزدہ ہیں‘‘...... لارڈ مائلو کے لہجے میں حیرت تھی۔

’’ان کا کہنا ہے کہ یہ دنیا کی انتہائی خطرناک سروس ہے‘‘۔ شیفرڈ نے جواب دیا۔

’’اوکے۔ تم کیرون سے سودا کر لو اور رقم لے کر مخصوص اکاؤنٹ

میں جمع کرا کر مجھے اطلاع دو۔ کتنے دن لگیں گے تمہیں“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”دو دن چیف“...... شیفرڈ نے جواب دیا۔

”او کے۔ ڈن“...... لارڈ مائلو نے کہا اور رسیور رکھ دیا لیکن اس کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری کا تاثر نمایاں تھا۔ وہ ایک کروڑ ڈالر فی گرام کا اندازہ لگائے ہوئے تھا لیکن اب اس پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممکنہ خوف کی وجہ سے اسے انتہائی کم قیمت پر پلونم کو فروخت کرنا پڑا تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور دوسرا ہاتھ بڑھا کر ایک نمبر پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

”گریٹ لینڈ میں ٹیلر سے میری بات کراؤ“...... لارڈ مائلو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... لارڈ مائلو نے نرم لہجے میں کہا۔

”ٹیلر لائن پر ہیں جناب“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ لارڈ مائلو بول رہا ہوں“...... لارڈ مائلو نے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ آپ۔ آج کیسے لارڈ کو میری یاد آ گئی“...... دوسری طرف سے بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ٹیلر۔ تمہارا تعلق گریٹ لینڈ کی سرکاری ایجنسی سے ہے۔ یہ بتاؤ کہ کیا تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں کچھ جانتے ہو“۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن تمہارا اس سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر ہو گیا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ لوگ تو بھوت ہیں۔ خوفناک بھوت“۔ ٹیلر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”تو تم بھی ان سے خوفزدہ ہو“...... لارڈ مائلو نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”میں خوفزدہ نہیں ہوں کیونکہ میں بھی ان کی طرح تربیت یافتہ ہوں اس لئے ہم جیسے لوگ تو ان کے مقابل کھڑے ہو سکتے ہیں لیکن تم چاہے کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہو ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے اس لئے کہہ رہا ہوں۔ لیکن تم نے یہ سب پوچھا کیوں ہے“...... ٹیلر نے کہا۔

”ان کی وجہ سے مجھے کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”نقصان۔ کیسا نقصان۔ ان کا تم سے یا تمہارے بزنس سے کیا تعلق۔ ویسے بھی وہ غیر ضروری معاملات میں نہیں الجھتے“...... ٹیلر نے کہا تو لارڈ مائلو نے اسے پلونم کے بارے میں مختصر طور پر بتا دیا۔

”اوہ۔ پھر تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے فروخت کر دو“...... ٹیلر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر تم ان سے خوفزدہ ہو تو پھر کسی دوسرے پر کیا الزام۔ اوکے"...... لارڈ مائکلو نے منہ بناتے ہوئے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے کہ اس نے پلونم کو فوری اور کم قیمت پر فروخت کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ درست ہے ورنہ اس سے پہلے اسے واقعی بے حد افسوس ہو رہا تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"سلیمان"...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"جی صاحب"...... چند لمحوں بعد سلیمان نے دروازے پر آ کر کہا۔

"میں نے کتنی بار کہا ہے کہ جب میں مطالعہ کر رہا ہوں تو اس ڈسٹرب کرنے والے آلے کو یہاں سے اٹھا کر لے جایا کرو"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا جبکہ فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

"جی صاحب"...... سلیمان نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... سلیمان نے کہا۔

"عمران ہے یہاں۔ میں داور بول رہا ہوں"...... دوسری طرف

سے سرداور کی آواز سنائی دی تو سلیمان نے دانستہ لاؤڈر کا پریس کر دیا۔

"جی ہاں۔ موجود تو ہیں جناب۔ لیکن وہ مطالعہ میں مصر ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وہ کسی کی کال نہیں سنیں گے"...... سلی نے مزے لے لے کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جب اس کا میری بات سننے کا موڈ بن جا تم مجھے فون کر دینا۔ میں دوبارہ اسے فون کر لوں گا"...... دو طرف سے سرداور کی قدر غصیلی آواز سنائی دی تو عمران اچھل پڑا

"ارے۔ ارے۔ مجھے دو رسیور۔ ارے کمال ہے۔ سردا ہمارے ملک کے سب سے بڑے سائنس دان ہیں۔ ان سے بات کرنا بہت بڑا اعزاز ہے اور جو کتابیں میں پڑھتا ہوں یہ کتا ہی ان جیسے سائنس دانوں کی لکھی ہوئی ہیں اس لئے بڑے سائ دانوں سے بات کرنا اور مطالعہ کرنا ایک ہی بات ہے"...... عمر نے سلیمان کے ہاتھ سے رسیور لے کر دانستہ ساری بات اس ان میں کی جیسے وہ سلیمان سے بات کر رہا ہو لیکن دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے سرداور ان باتوں سے کہاں بہل سکتے تھے۔ ان کا غصہ عمران کی ان باتوں کے باوجود دور نہ ہوا تھا۔

"جب تم نے سرداور کی آواز سن لی تو کیا ضرورت تھی انہ ایسی بات کہنے کی"...... عمران نے کریڈل دبا کر سلیمان کو گھور ہوئے کہا۔

"جو آپ نے کہا تھا وہی میں نے کہا ہے۔ اب آپ کو کیا ہوا۔ لمینان سے بیٹھے کتاب پڑھتے رہیں۔ فون لے جاؤں ساتھ"۔

لیمان بھلا کہاں دباؤ میں آنے والا تھا۔

"نہیں۔ رہنے دو۔ میں خود ہی سن لوں گا۔ ایک تو بوڑھوں کو وائے ناراض ہونے کے اور کچھ آتا ہی نہیں"...... عمران نے بڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر یئے۔

"لیں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سرداور کی آواز سنائی دی۔ اس کے پاس چونکہ سرداور کا براہ راست نمبر تھا اس لئے سرداور نے ہی سیور اٹھا لیا تھا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'۔ جناب بڑے چھوٹوں سے اراض نہیں ہوا کرتے اور ویسے بھی معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو بے د پسند ہے اور میں اسی لئے براہ راست معافی مانگ رہا ہوں ورنہ یسے لوگوں کے نمبر بھی مجھے معلوم ہیں جن کے آگے آپ بھی سر نہ ٹھا سکیں گے"...... عمران نے پورا سلام کرتے ہوئے بڑے منت ھرے لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ کون لوگ ہیں وہ جن کی دھمکی مجھے دے رہے ہو"۔ سرداور نے چونک کر کہا۔

"آپ کی بڑی ہمشیرہ بیگم زاہدہ۔ جو مجھے اپنے بیٹوں سے زیادہ چاہتی ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ آپ ان کے سامنے سر اٹھا کر بھی

بات نہیں کر سکتے“...... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ تم واقعی شیطان ہو۔ وہ میری ماں کے برابر ہیں۔ ان کو کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ بہرحال تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا دوسروں کی اس طرح توہین کرو“...... سرداور نے کہا۔

”سرداور۔ سلیمان بے حد شرارتی ہے۔ اس نے جان بوجھ ک فقرے آپ سے کہہ دیئے ورنہ اسے فون سننے پڑتے۔ بہرحال کے باوجود میں معافی کا خواستگار ہوں۔ آئندہ یہ فقرے سلیمان بجائے میں کہہ دیا کروں گا“...... عمران بھلا کہاں باز آنے وا میں سے تھا اور سرداور اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑے۔

”تم میرے پاس آ جاؤ۔ ابھی اور اسی وقت۔ میں تنہا ملاقات ایک سائنس دان ڈاکٹر حبیب سے کرانا چاہتا ہوں۔ انہ نے ایک انتہائی حیرت انگیز سائنسی فارمولا تیار کیا ہے۔ ایسا فار جس سے پوری دنیا میں انقلاب آ سکتا ہے“...... سرداور نے کہا۔

”لیکن آپ مجھے کیوں اس فارمولے سے واقف کرانا چا ہیں۔ کوئی خاص وجہ“...... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ایک خاص وجہ ہے۔ بہرحال تم آ جاؤ۔ پھر بات گی“...... سرداور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”سائنس دا [illegible] ہر فارمولے سے انقلاب برپا کرنے کی کوش کرتے رہتے ہیں“...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر لبا

تبدیل کر کے وہ سلیمان کو بتا کر کہ وہ سرداور کے پاس جا رہا ہے، فلیٹ سے نیچے اتر آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار سرداور کی لیبارٹری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ چونکہ سرداور نے چیک پوسٹس پر اس کی آمد کی اطلاع دے دی تھی اس لئے اسے کہیں نہ روکا گیا اور تھوڑی دیر بعد عمران لیبارٹری سے ملحقہ عمارت میں بنے ہوئے سرداور کے آفس میں داخل ہوا تو وہاں ایک اور ادھیڑ عمر آدمی بھی موجود تھا۔ عمران اس سے پہلے کبھی اس ادھیڑ عمر آدمی سے نہ ملا تھا۔ سرداور، عمران کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ آدمی بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”ارے۔ ارے۔ آپ کیوں اس طرح کھڑے ہو کر مجھے گنہگار کرتے ہیں۔ آپ بیٹھے رہا کریں اور اگر زیادہ ہی استقبال کو دل چاہے تو دونوں ہاتھوں سے دونوں کان پکڑ لیا کریں“...... عمران نے کہا۔

”اپنے یا تمہارے“...... سرداور نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرے کان تو اماں بی کے قابو میں آ آ کر اتنے حساس ہو چکے ہیں کہ اب صرف زبان سے کان پکڑنے کے الفاظ سن کر ہی درد کرنا شروع کر دیتے ہیں“...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو سرداور ایک بار پھر ہنس پڑے۔

”ان سے ملو عمران۔ یہ ڈاکٹر حبیب ہیں جو ایکریمیا کی براؤن یونیورسٹی میں کیمیا کے پروفیسر رہے ہیں اور وہاں ہائیڈروجن فیول

سیل پر طویل عرصے تک ریسرچ کرتے رہے ہیں۔ اب ریٹائرڈ ہو کر واپس پاکیشیا آ گئے ہیں“...... سرداور نے ان صاحب کا تعارف کراتے ہوئے کہا تو عمران نے بڑے پرخلوص انداز میں ڈاکٹر حبیب سے ہاتھ ملایا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ ہائیڈروجن فیول سیل پر تو طویل عرصے تک شوگران کے سائنس دان ڈاکٹر چاڈ اور ڈاکٹر ہانگ بھی کام کرتے رہے ہیں۔ کیا آپ کا کام ان سے مختلف انداز کا تھا“...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر حبیب کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”کیا آپ بھی اس سبجیکٹ کے متعلق رہے ہیں۔ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ تو حال کی بات ہے۔ ڈاکٹر چاڈ اور ڈاکٹر ہانگ سے میری کئی بار ملاقات بھی ہو چکی ہے“...... ڈاکٹر حبیب نے کہا۔

”سبجیکٹ سے تعلق صرف مطالعے کی حد تک محدود ہے۔ ڈاکٹر چاڈ کا اس بارے میں ایک تحقیقی مضمون میری نظر سے گزرا تھا۔ پھر ان سے فون پر بھی تفصیلی بات ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ ایکریمیا میں ہائیڈروجن فیول سیل سے چلنے والی گاڑیاں موجود ہیں لیکن ایک تو ان کی تعداد بے حد کم ہے کیونکہ ایک تو یہ بے حد مہنگا نظام ہے جبکہ اس کی کارکردگی بھی خاصی کم ہے“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس پر مزید کام ہوتا رہا ہے اور ہو بھی رہا ہے کیونکہ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے ماحول کے لئے نقصان دہ گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج نہیں ہوتی“...... ڈاکٹر حبیب نے جواب دیا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ ہائیڈروجن فیول سیل کس طرح کام کرتا ہے“۔ سرداور نے کہا۔

”جناب۔ یہ ایک بیٹری کی طرح کام کرتا ہے۔ اس میں کیمیائی تعامل کے ذریعے توانائی پیدا ہوتی ہے جو گاڑی کو رواں رکھتی ہے“۔ ڈاکٹر حبیب نے جواب دیا۔

”آپ نے اس میں کوئی اہم پیش رفت کر لی ہے کیا“۔ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ مجھے ایکریمیا سے واپس آئے ہوئے پانچ برس گزر چکے ہیں۔ میں نے اپنی رہائش گاہ کے نیچے تہہ خانے میں اپنی لیبارٹری بنائی ہوئی ہے۔ میں ایکریمیا میں رہتے ہوئے بھی شیئر بزنس کرتا تھا اور اب بھی کر رہا ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ مجھے کسی قسم کی مالی پریشانی کا سامنا نہیں ہے۔ جہاں تک پیش رفت کا تعلق ہے تو میں نے اس پر ان پانچ سالوں میں جو کام کیا ہے وہ مختصر طور پر میں بتا دیتا ہوں۔ تفصیلی فائل میں نے سرداور کو دے دی ہے۔ اصل مسئلہ فیول سیل میں ہونے والے کیمیائی تعامل کی رفتار بڑھانے کا ہے۔ اس کے لئے کئی دھاتوں پر سائنس دانوں نے تجربات کئے ہیں لیکن مناسب نتائج نہ مل سکے۔ ایکریمیا میں رہتے ہوئے مجھے ایک ایکریمین سائنس دان کے ذریعے بہت

معمولی سی مقدار نایاب سائنسی دھات پلونم کی ملی جسے انتہائی قیمتی میزائل سازی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ میں اپنے ساتھ پاکیشیا لے آیا تھا۔ ایک روز مجھے یونہی خیال آ گیا کہ پلونم پر تجربات کر کے دیکھا جائے۔ گو مجھے معلوم تھا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ دھات نایاب ہے اس لئے یہ نہ مل سکے گی اور نہ ہی آئندہ کام آ سکے گی لیکن سائنسی تجسس کی وجہ سے میں نے اسے آزمانے کا فیصلہ کیا۔ پھر میں نے اس پر تجربات شروع کر دیئے۔ سرداور نے بتایا ہے کہ آپ خود انتہائی قابل اور ذہین سائنس دان ہیں اس لئے مختصر طور پر بتا دیتا ہوں کہ اصل مسئلہ کیمیائی تعامل کی رفتار بڑھانا ہے اور بے شمار دھاتوں پر تجربات کے باوجود اچھے نتائج نہ مل سکے لیکن جب پلونم پر تجربات شروع کئے گئے تو پہلے پہل تو رزلٹ قابل اطمینان برآمد نہ ہوئے لیکن جب پلونم کو کیوب یعنی مکعب کی صورت میں استعمال کیا گیا تو کیمیائی تعامل کے ایک مرحلے پر جسے عمل تکسید کہا جاتا ہے، کے دوران اس کی کارکردگی میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہو گیا''...... ڈاکٹر حبیب نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''آپ نے پلونم کو کس طرح کیوب یا مکعب کی شکل دی تھی''۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ اس کے نزدیک یہ تقریباً ناممکن کام تھا۔

''میں نے پلونم کے نینو سکیل، میرا مطلب ہے انتہائی چھوٹے

ذرات کو مکعب کی صورت دے دی اور تجربے سے ثابت ہوا کہ نینو سکیل کو مکعب کی شکل دینے سے بطور عمل انگیز اس کی کارکردگی بے حد بڑھ جاتی ہے اور اس نسبت سے کیمیائی عمل کی شرح میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے''...... ڈاکٹر حبیب نے کہا۔

''حیرت انگیز ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے واقعی حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ نینو سکیل ذرے کی شکل وصورت تبدیل کرنے پر قادر ہو گئے ہیں حالانکہ جہاں تک میرے علم میں ہے ایسا کرنے کی کوششیں تو طویل عرصے سے جاری تھیں لیکن سائنس دانوں کو آج تک جزوی کامیابی ہی ہوئی تھی''...... عمران نے تجسس آمیز لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ میری اپنی تو کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بہرحال اس کے بعد میں نے اگلے مرحلے پر کام شروع کر دیا اور یہ مرحلہ پولیمر الیکٹرو لائٹ میرین فیول سیل کی تیاری اور اس میں جب پلونم کی کیوبز کو ٹیسٹ کیا گیا تو یہ تجربہ کامیاب رہا۔ اس تجربے سے موجودہ فیول سیل سے ہزاروں گنا زیادہ آوٹ پُٹ ملی۔ اس طرح یہ تجربہ تو کامیاب رہا لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ پلونم نایاب ہے۔ اگر یہ دس بارہ گرام بھی مل جائے تو ہم اپنے دفاع میں استعمال ہونے والے راکٹ، لڑاکا جہازوں اور ایسے ہی دوسرے طیاروں میں اسے استعمال کر سکتے ہیں جن سے ان کی کارکردگی عام حالات سے سینکڑوں گنا زیادہ ہو جائے گی

اور انہیں روکنا یا تباہ کرنا کسی بھی دوسرے ملک کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں ہمارا دفاع ٹھوس ہو جائے گا''۔ ڈاکٹر حبیب نے مسلسل بولنے کے بعد خاموش ہوتے ہوئے کہا لیکن شاید مسلسل بولتے ہوئے وہ تھک گئے تھے اس لئے ساتھ ہی وہ زور زور سے سانس بھی لے رہے تھے۔

''سرداور۔ یہ واقعی حیرت انگیز کامیابی ہے لیکن اصل مسئلہ وہی ہے۔ اس دھات کی نایابی۔ اس کا کیا حل نکالا جا سکتا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''مجھے ایکریمیا کے ایک سائنس دان نے چند روز پہلے باتوں ہی باتوں میں کہا تھا کہ ایشیا میں کسی جگہ ایک ہزار گرام مقدار میں پلونم ملی ہے اور ایکریمیا اسے بہت مہنگے داموں خرید رہا ہے۔ اس وقت تو میں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن آج جب ڈاکٹر حبیب نے اپنا معاملہ تفصیل سے بتایا ہے تو مجھے دھات کی اہمیت یاد آ گئی۔ میں نے اس سائنس دان کو فون کیا تو انہوں نے مجھے یہ بتا کر حیران کر دیا کہ پلونم کی یہ کثیر مقدار پاکیشیا اور بہادرستان کے سرحدی علاقے احمد آباد سے دریافت ہوئی ہے اور ان کے مطابق یہ کثیر مقدار اقوام متحدہ کے خصوصی خلائی سیارے نے دریافت کی تھی لیکن اسے کوئی خفیہ تنظیم ہے مائلو گروپ، اس نے اسے نکال لیا ہے اور وہ اسے ایکریمیا کو بھاری قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔ مجھے یہ سن کر بے حد حیرت ہوئی تو میں نے سوچا کہ تمہیں بلا کر تمہارے

سامنے یہ سب کچھ رکھ دیا جائے''...... سرداور نے کہا۔

''مائلو گروپ کا نام تو میں نے پہلی بار سنا ہے۔ بہرحال میں معلومات کراؤں گا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''عمران بیٹے۔ کسی طرح اس پلونم کی کچھ مقدار بھی ہمیں مل جائے تو ہمارے ملک کے لئے یہ بے حد فائدہ مند ہو گی''۔ سرداور نے کہا۔

''میں سمجھتا ہوں جناب۔ بہرحال آپ بے فکر رہیں۔ انشاء اللہ بہتری ہو گی اور ڈاکٹر حبیب۔ آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ آپ واقعی ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں۔ آپ سے انشاء اللہ پھر تفصیلی ملاقات ہو گی''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''مجھے بھی آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ یہ لیجئے میرا کارڈ۔ مجھے آپ کی آمد پر بے حد خوشی ہو گی''...... ڈاکٹر حبیب نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران دونوں سے مصافحہ کر کے آفس سے باہر آیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے دانش منزل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

یورپی ملک کیرون کی سرکاری ایجنسی کو ہاک آئی کہا جاتا تھا۔ ہاک آئی کا چیف کرنل الفریڈ براؤن تھا۔ ہاک آئی میں ویسے تو کئی سیکشن تھے لیکن اس کے سپر سیکشن کی شہرت نہ صرف یورپ بلکہ ایکریمیا تک پھیلی ہوئی تھی اور کہا جاتا تھا کہ سپر سیکشن کی کارکردگی آؤٹ کلاس ہے۔ آج تک یہ سپر سیکشن اپنے کسی مشن میں ناکام نہ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یورپی ممالک کے ساتھ ساتھ ایکریمیا کو بھی جب کوئی ایسا معاملہ درپیش ہوتا جسے وہ ہر صورت میں مکمل کرنا چاہتے تو وہ حکومت کیرون کے ذریعے سپر سیکشن کی خدمات حاصل کرتے اور سپر سیکشن نے آج تک انہیں مایوس نہیں کیا تھا۔

سپر سیکشن کا چیف رچرڈ تھا جسے ماسٹر رچرڈ کہا جاتا تھا۔ ماسٹر رچرڈ درمیانے قد اور ورزشی جسم کا مالک درمیانی عمر کا تھا۔ وہ بے پناہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین فائٹر اور نشانہ باز تھا۔ اس

کی بیوی آئرش بھی اس کے ساتھ ہی کام کرتی تھی۔ انہیں شادی کئے ہوئے تقریباً دس سال گزر گئے تھے لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ دونوں کیرون کے دارالحکومت لاگ کی ایک پوش کالونی کی خوبصورت کوٹھی میں رہتے تھے جہاں ان کے ساتھ دو ملازم اور دو گارڈز بھی رہتے تھے۔ اس وقت دونوں میاں بیوی سرخ رنگ کی جدید ماڈل کی کار میں سوار ہاک آئی کے چیف کی کال پر اس کے آفس جا رہے تھے۔ یہ آفس ہارڈ روڈ پر واقع ایک عمارت کے اندر تھا۔ پوری عمارت کو ہیڈکوارٹر کے انداز میں بنایا گیا تھا۔ اس میں جدید ترین مشینری بھی نصب تھی اور پچاس کے قریب مسلح گارڈز بھی یہاں چوبیس گھنٹے پہرہ دیتے رہتے تھے۔ داخلے کے لئے خصوصی کمپیوٹرائزڈ کارڈ تھے جو سب کو جاری کئے گئے تھے اور کارڈ کے بغیر کوئی آدمی کسی صورت اندر داخل نہ ہو سکتا تھا۔

ان کارڈ میں یہ بھی خصوصیت تھی کہ کارڈ ہولڈر کی مخصوص جسمانی و کیمیائی شناخت بھی چیک ہو جاتی تھی اس لئے ایسا ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی دوسرا آدمی کارڈ لے کر عمارت کے اندر جا سکے۔ البتہ مہمانوں اور ایسے لوگوں کو جن کا یہاں آنا کبھی کبھار ہوتا تھا ان کے لئے ایک علیحدہ راستہ اور علیحدہ ونگ بنایا گیا تھا جہاں مشینری کے ذریعے چیکنگ کی جاتی تھی اور جہاں ہر آدمی آ سکتا تھا اسے ریڈ ونگ کہا جاتا تھا۔ ماسٹر رچرڈ کے سپر سیکشن کا ہیڈکوارٹر دارالحکومت میں ہی ایک عام سی کوٹھی میں بنایا گیا تھا۔ اس سپر سیکشن میں رچرڈ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اور آرش کے علاوہ آٹھ افراد تھے جو بے حد تربیت یافتہ، ذہین اور بہادر لوگ تھے۔ وہ سب ماسٹر رچرڈ کی سرکردگی میں بے پناہ ذہانت اور دلیری سے اپنا کام سرانجام دیتے تھے اور ایمان کی حد تک ماسٹر رچرڈ اور آرش کے وفادار تھے۔ ماسٹر رچرڈ نے انہیں نمبر الاٹ کئے ہوئے تھے اور وہ انہیں کال بھی نمبروں کے لحاظ سے کرتا تھا۔ نمبر ون، ٹو، تھری وغیرہ وغیرہ اور وہ بھی جواب میں اپنا نمبر ہی بتاتے تھے۔

''چیف نے ہمیں کال کیا ہے۔ لگتا ہے کوئی نیا مشن سامنے آ گیا ہے''...... سنہری بالوں اور خوبصورت چہرے والی آرش نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ماسٹر رچرڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ظاہر ہے۔ ورنہ ہماری شکلیں تو اس نے دیکھی ہوئی ہیں''۔ ماسٹر رچرڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں۔ کیوں مرچیں چبا رہے ہو''...... آرش نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''مرچیں میری قسمت میں کہاں۔ ایک ہی مرچ کئی سالوں سے چبا رہا ہوں''...... رچرڈ نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو آرش بجائے غصہ کھانے کے بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''تمہاری حسرت اور محرومی دیکھ کر واقعی مجھے بے حد مزہ آتا ہے۔ لیکن ایک بات بتاؤ۔ تم ہو تو یورپی لیکن تمہارا انداز مشرقیوں جیسا ہے۔ ویسی ہی باتیں، ویسی ہی حسرتیں''...... آرش نے مزے

لے لے کر بولتے ہوئے کہا۔

''میری روح مشرقی ہے ورنہ یورپ میں تو ہر قدم پر سینکڑوں سبز اور سرخ مرچیں موجود ہیں لیکن اب کیا کروں تمہارے علاوہ اور کسی پر نظر ہی نہیں پڑتی''...... رچرڈ نے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اور میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں مشرقی نہیں ہوں کہ گزشتہ دس سالوں سے تم جیسے نانسنس کے ساتھ وفاداری نبھا رہی ہوں ورنہ یورپ میں کیسے کیسے بانکے موجود ہیں اور پھر مجھ میں کوئی کمی بھی نہیں ہے۔ اب بھی لوگ مجھے مڑ کر دیکھتے ہیں''...... آرش نے جواب دیا۔

''اس لئے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ بے چاری بوڑھی ہو کر جوان بننے کی کوشش کر رہی ہے''...... رچرڈ نے جواب دیا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میں بوڑھی ہوں۔ کیوں''...... آرش نے یکلخت غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''چلو بوڑھی نہ سہی۔ ادھیڑ عمر سہی۔ جوان بہرحال نہیں ہو''۔ رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اور تم کیا ہو۔ کبھی دیکھا ہے آئینہ۔ لومڑ جیسی شکل ہو رہی ہے تمہاری''...... آرش نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

''اچھا۔ ویری گڈ۔ لومڑ تو خوبصورت جانوروں میں سے ایک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم نے مجھے خوبصورت قرار دے دیا

ہے۔ تھینک یو آئرش۔ تم واقعی قدر شناس ہو“...... رچرڈ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”خوبصورت نہیں۔ لومڑ کہا ہے اور لومڑ خوبصورت نہیں ہوتا۔ سمجھے۔ لومڑی خوبصورت ہوتی ہے“...... آئرش نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”یہ تو تم قدرت کے اصولوں کے خلاف بات کر رہی ہو۔ ہمیشہ نر مادہ سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ مثلاً مور خوبصورت ہوتا ہے مورنی نہیں۔ بکرا خوبصورت ہوتی ہے بکری نہیں۔ مرغا خوبصورت ہوتا ہے مرغی نہیں۔ بیل خوبصورت ہوتا ہے گائے نہیں اور کتنی مثالیں پیش کروں“...... رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ خواہ مخواہ کے خوبصورت بن جاتے ہیں جبکہ نر ہمیشہ ماد کے گرد چکر کاٹتا اور منتیں کرتا دکھائی دیتا ہے اور مادہ اسے مڑ کر بھی نہیں دیکھتی“...... آئرش نے کہا۔

”وہ تو بے وقوف بنا رہا ہوتا ہے مادہ کو۔ اور وہ بن جاتی ہے۔ ویسے بنتی کیا ہے وہ تو پیدائشی بے وقوف ہوتی ہے“...... رچرڈ نے کہا۔

”بس۔ خبردار۔ اب اگر تم نے مجھ سے بات کی تو“...... آئرش نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”تو بن جاؤ گی اور بے وقوف۔ کیوں۔ یہی کہنا چاہتی ہو تم“۔ رچرڈ نے بے ساختہ لہجے میں کہا تو اس بار آئرش بے اختیار کھکھلا ہنس پڑی۔

”ہاں واقعی۔ میں بے وقوف بن گئی تھی جو تم سے شادی کر بیٹھی۔ چلو اب کیا ہو سکتا ہے۔ بھگتنا تو پڑے گا تمہیں۔ ویسے یہ بتا دو کہ مشن کیا ہے“...... آئرش نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”چیف نے اس سلسلے میں کوئی بات ہی نہیں کی۔ بس حکم سنا دیا ہے آ جاؤ اور ہم جا رہے ہیں“...... رچرڈ نے جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک تین منزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ گیٹ میں کار موڑی اور پھر ایک خالی جگہ پر اسے روک دیا۔ وہ دونوں نیچے اتر آئے۔ یہ ہاک آئی کا ہیڈکوارٹر تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک فولادی دروازے کے سامنے موجود تھے۔ رچرڈ نے جیب سے ایک سرخ رنگ کا کارڈ نکال کر دروازے میں بنے ہوئے ایک باریک سے رخنے میں ڈال دیا۔ اس کے فوراً بعد آئرش نے بھی سرخ رنگ کا کارڈ اس رخنے میں ڈالا اور پھر وہ دونوں خاموش کھڑے رہے۔ چند لمحوں بعد دروازے پر سرخ رنگ کا ایک بلب جل اٹھا تو رچرڈ نے دایاں ہاتھ بڑھا کر دروازہ پر رکھا اور پھر ہاتھ ہٹا لیا۔ اس کے بعد آئرش نے بھی اپنا دایاں ہاتھ دروازے پر رکھا اور پھر ہٹا لیا۔ چند لمحوں بعد بلب سبز رنگ کا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس رخنے سے دونوں کارڈ باہر آ گئے جو ان دونوں نے لے کر جیبوں میں ڈال لئے۔

چند منٹ بعد ہی ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی دروازہ کھل

گیا۔ اندر ایک طویل راہداری تھی۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو ان کے عقب میں دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔ وہ دونوں مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ چند لمحوں بعد دروازہ خود بخود کھل گیا اور رچرڈ اور آئرش دونوں اندر داخل ہو گئے۔ کمرے میں اندھیرا تھا لیکن جیسے ہی ان کے عقب میں دروازہ بند ہوا چٹک کی آواز کے ساتھ ہی کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ اچانک روشنی کی وجہ سے ان دونوں کو چند لمحوں تک تو کچھ دکھائی نہ دیا لیکن پھر ان کی آنکھیں کام کرنے لگیں۔

آفس کے انداز میں سجے ہوئے اس کمرے میں بڑی سی میز کے پیچھے ایک لمبے قد اور دبلے پتلے جسم کا مالک آدمی بیٹھا بغور انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بھی اس کے جسم کی مناسبت سے پتلا اور لمبا تھا۔ خاص طور پر ناک طوطے کی طرح آگے کو بڑھ کر مڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر موجود جھریوں کی وجہ سے وہ خاصی عمر کا دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں موجود تیز چمک اس کی ذہانت کو اجاگر کر رہی تھی۔

''بیٹھو''...... اس آدمی نے سرد لہجے میں کہا۔ اس کی آواز اس کے جسم کی مناسبت سے زیادہ بھاری اور گونج دار تھی۔ رچرڈ اور آئرش دونوں آگے بڑھے اور میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''رچرڈ۔ ایک اہم مشن درپیش ہے اور اسی لئے تمہیں کال کیا گیا

ہے''...... میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے قدرے پراسرار سے لہجے میں کہا۔

''ہم مشن کی تکمیل کے لئے حاضر ہیں چیف''...... رچرڈ نے جواب دیا۔

''مائلو گروپ کے بارے میں تو تم جانتے ہو گے جو ویسے تو بہت بدنام گینگسٹر ہے لیکن وہ پوری دنیا میں انتہائی قیمتی سائنسی دھاتوں کا کاروبار کرتا ہے۔ اس مائلو گروپ نے پاکیشیا کی سرحد کے قریب بہادرستان کے علاقے میں دنیا کی انتہائی نایاب دھات پلونم کا خاصا بڑا ذخیرہ جو ایک ہزار گرام کے قریب ہے، خاموشی سے حاصل کر لیا ہے۔ اس کے بڑے گاہک تو دو ہیں۔ روسیاہ اور ایکریمیا۔ لیکن ہم بھی میدان میں کود پڑے کیونکہ یہ دھات میزائل اور راکٹ سازی میں کام آتی ہے اور اس دھات کے استعمال سے انتہائی جدید میزائل اور راکٹ تیار کئے جا سکتے ہیں جبکہ ہمارا ملک بھی اب اس راکٹ اور میزائل سازی کی دوڑ میں شریک ہے۔ اب یہاں سے اصل معاملہ سامنے آتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایکریمیا اور روسیاہ نے گو اس دھات کی بھاری قیمت لگائی ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے شرط لگا دی ہے کہ وہ اس کی آدھی قیمت اب ادا کریں گے اور آدھی چھ ماہ بعد۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ ان چھ ماہ کے دوران پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات کی واپسی کے لئے حرکت میں نہ آئی۔ اگر آ گئی تو پھر باقی رقم ادا نہیں کی جائے

گی جبکہ ہمارے ملک نے اس دھات کی کم قیمت لگا دی لیکن کوئی شرط نہیں لگائی اور کہہ دیا کہ چاہے پاکیشیا سیکرٹ سروس حرکت میں آئے یا نہ آئے یہ ہمارا دردسر ہوگا۔ چنانچہ ہمارے ساتھ سودا ہوگیا ہے اور آج صبح یہ دھات جو ایک مخصوص دھاتی سلنڈر میں بند ہے ہمارے حکام کے حوالے کر دی گئی ہے اور اسے وزارت سائنس کے سپیشل سٹور میں رکھ دیا گیا ہے“...... چیف نے تفصیل سے سارا پس منظر بتاتے ہوئے کہا۔

”آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ دھات بہادرستان سے حاصل کی گئی ہے۔ پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس کا اس سے کیا تعلق ہوسکتا ہے چیف“۔ رچرڈ نے کہا۔

”جہاں سے یہ دھات ملی ہے گو وہ علاقہ اس وقت بہادرستان میں ہے لیکن وہ متنازعہ علاقہ ہے اور پاکیشیا بھی میزائل سازی میں کافی آگے بڑھ چکا ہے اس لئے وہ اس دھات کی واپسی کے لئے کام کرسکتا ہے کیونکہ انہیں تو یہ مفت ملے گی“...... چیف نے کہا۔

”کیا اس سلسلے میں کوئی اطلاع ملی ہے“...... اس بار آرتھر نے کہا۔

”نہیں۔ ابھی تک صرف شک کا اظہار ہی کیا جا رہا ہے۔ اصل میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کارکردگی اس قدر تیز ہے کہ دنیا کے تمام ممالک اس سے خوفزدہ رہتے ہیں اور چونکہ یہ دھات پاکیشیا

کے ہمسایہ ملک سے ملی ہے اس لئے سب ہی خوفزدہ ہو رہے ہیں“۔ چیف نے کہا۔

”اب ہمارے لئے کیا حکم ہے چیف“...... رچرڈ نے کہا۔

”اس دھات کو استعمال کرنے میں ابھی تین ماہ باقی ہیں۔ ابھی ہماری مشینری نصب ہو رہی ہے اس لئے دو تین ماہ بعد ہی یہ دھات کام میں آسکے گی اور وہ بھی اس کی معمولی سی مقدار جبکہ مکمل مقدار کو استعمال ہونے میں مزید کئی سال لگ جائیں گے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس تو ایک طرف مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ایکریمیا، روسیاہ، کرانس، گریٹ لینڈ اور کئی دوسرے یورپی ممالک اس کے حصول کے لئے میدان میں نہ کود پڑیں۔ ہم اس دھات کو ہر قیمت پر بچانا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس فی الوقت اس دھات کو حفاظت سے رکھنے کے لئے سپیشل سٹور سے بڑھ کر محفوظ جگہ کوئی نہیں ہے“۔ چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”پھر تو مسئلہ بن جائے گا چیف۔ یہ تو ایک طویل عمل ہے۔ ہم کب تک اس کی مسلسل حفاظت کرتے رہیں گے“...... رچرڈ نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں تین ماہ تک ہر لمحے چوکنا رہنا چاہئے۔ اگر ان تین ماہ میں اس کے پیچھے کوئی نہیں آتا تو پھر بعد میں بھی کوئی نہیں آئے گا“...... چیف نے کہا۔

”چیف۔ اصل آدمی لارڈ مائلو ہے۔ اسے اور اس کے آدمیوں کو

ہی معلوم ہو گا کہ یہ دھات کسے فروخت کی گئی ہے۔ ان لوگوں ہٹ کر کسی کو معلوم نہیں ہو گا اور اگر انہیں راستے سے ہٹا دیا جا تو پھر کوئی بھی ہم تک نہ پہنچ سکے گا''...... آرش نے کہا۔

''ہاں۔ میں نے بھی پہلے اس پوائنٹ پر سوچا تھا لیکن مسئلہ ہے کہ لارڈ مائلو اور اس کا گروپ خاصا بڑا اور منظم ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس کے گروپ میں کس کس کو اس بات کا علم ہے۔ اگر ایک آدمی بھی ایسا زندہ رہ گیا جسے معلوم ہوا تو ساری کارروائی بے کار ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری بات یہ کہ ہم خواہ مخواہ اس چکر میں الجھ کر رہ جائیں گے۔ البتہ میرے کہنے پر اعلیٰ حکام نے لارڈ مائلو سے وعدہ لے لیا ہے کہ وہ کسی کو اس بارے میں نہیں بتائے گا کہ اس نے یہ دھات کسے فروخت کی ہے۔ پھر میرے لارڈ مائلو سے ذاتی تعلقات بھی ہیں۔ میں نے اس سے فون پر بات کر لی ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ سرے سے اس دھات کے حصول سے ہی منکر ہو جائے گا اور اپنے تمام افراد کو جنہیں اس بارے میں علم ہے سختی سے انہیں اس بارے میں منہ کھولنے سے منع کر دے گا''...... چیف نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یس چیف۔ آپ کی بات درست ہے''...... آرش نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تو آپ کا حکم ہے کہ ہم تین ماہ تک سپیشل سٹور کی حفاظت کریں''...... رچرڈ نے کہا۔

''پہلے میرا یہی خیال تھا لیکن اب مجھے ایک اور خیال آ گیا ہے کہ سپیشل سٹور میں تو اور بھی کئی دھاتیں، دستاویزات اور آلات وغیرہ ہوں گے۔ انہیں نکالنے اور رکھنے کا عمل مسلسل جاری رہتا ہو گا اور یہ سارا کام حکومتی ارکان کرتے رہتے ہوں گے۔ ان حالات میں ہم کس کس کو چیک کرتے رہیں گے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اگر اس دھات کو تین ماہ کے لئے کسی ایسی جگہ پر پہنچا دیا جائے جس کا علم حکومت کو بھی نہ ہو صرف ہمیں ہو تو اس کی حفاظت زیادہ اطمینان سے کی جا سکتی ہے''...... چیف نے کہا۔

''آپ کی بات درست ہے چیف۔ اس طرح ہمیں بھی بے حد آسانی رہے گی''...... رچرڈ نے فوراً چیف کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''تم بتاؤ۔ تمہارے خیال میں ایسی کون سی جگہ ہو سکتی ہے''۔ چیف نے کہا۔

''میرا خیال ہے چیف کہ اسے فاگو جزیرے کے خصوصی سٹور میں پہنچا دیا جائے۔ وہاں پورے جزیرے پر ہمارا کنٹرول ہے اور وہاں خصوصی سٹور کے بارے میں ہمارے علاوہ اور کسی کو بھی معلوم نہیں ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''لیکن وہاں ایئر فورس والوں کا خصوصی سپاٹ موجود ہے۔ ہماری وہاں زیادہ آمد و رفت انہیں چونکا دے گی۔ اب تک تو ہم اس خصوصی سٹور تک آبدوز کے ذریعے آتے جاتے رہتے ہیں جس

کا علم انہیں نہیں ہوتا لیکن پھر تو ہمارے آدمیوں کو وہاں مستقل رہنا پڑے گا“...... چیف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میرے خیال میں اس دھات کو اگر ساران پوائنٹ پر رکھ دیا جائے تو بہتر رہے گا“...... آرَش نے کہا تو چیف کے ساتھ ساتھ رچرڈ بھی بے اختیار چونک پڑا۔

”ساران پوائنٹ۔ تمہارا مطلب ہے کہ ساران جزیرے پر۔ لیکن وہ تو ویران سا جزیرہ ہے جہاں صرف ہماری تنظیم کے افراد کی ٹریننگ ہوتی ہے۔ وہاں مستقل طور پر سوائے چند گارڈز کے اور کوئی نہیں رہتا“...... چیف نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہی پوائنٹ تو ہمارے حق میں جاتا ہے چیف“...... آرَش نے کہا۔

”نہیں آرَش۔ ہمارے مقابلے میں چاہے پاکیشیا سیکرٹ سروس آئے، چاہے ایکریمین، روسیاہی یا کسی دوسرے ملک کے ایجنٹ۔ یہ سب لوگ عام مجرموں کے انداز میں نہیں سوچتے اور نہ ہی کام کرتے ہیں۔ وہ بڑی آسانی سے وہاں سے یہ دھات حاصل کر لیں گے“...... چیف نے کہا۔

”چیف۔ آرَش کی بات کو اگر اس انداز میں لیا جائے کہ ہم اس دھات کو اس جزیرے کے کسی بھی ویران حصے میں کافی گہرائی میں تین ماہ کے لئے دفن کر دیں جس کا علم سوائے ہم میں سے اور کسی کو نہ ہو اور وہاں رہنے والے افراد کو بھی اس کا علم نہ ہو سکے تو اس کی حفاظت ہو جائے گی جبکہ ہم آنے والے ایجنٹس کو کور کرتے رہیں۔ اس طرح ہم اس دھات کی حفاظت سے تو مطمئن رہیں گے“...... رچرڈ نے کہا۔

”ہاں۔ تمہاری یہ بات درست ہے۔ قطعی ویران جزیرے سے ایسا جزیرہ زیادہ بہتر ہے جہاں ہمارے افراد موجود ہوں بلکہ ایک کام اور ہو سکتا ہے کہ ان گارڈز کو ہٹا کر تمہارے آدمی وہاں گارڈز کی صورت میں تین ماہ رہ جائیں۔ اس طرح ہمیں اطمینان ہو گا بشرطیکہ تمہارے آدمیوں کو بھی علم نہ ہو کہ یہ دھات جزیرے میں کہاں دفن کی گئی ہے۔ گڈ شو۔ یہ بہتر رہے گا“...... چیف نے کہا۔

”چیف۔ آپ کی بات درست ہے۔ میرے سیکشن کے چار افراد وہاں گارڈز کی صورت میں رہیں گے لیکن ہم انہیں بھی نہیں بتائیں گے کہ انہیں وہاں کیوں رکھا گیا ہے۔ ان سے صرف یہی کہا جائے گا کہ وہاں حکومت نے مستقبل میں کوئی میزائل اڈا بنانا ہے اس لئے اس کی حفاظت ضروری ہے جبکہ آپ خود اپنے خاص آدمیوں سمیت وہاں جا کر دھات کے سلنڈر کو دفن کر دیں۔ اس کا علم سوائے آپ کی ذات کے اور کسی کو نہ ہو“...... رچرڈ نے کہا۔

”گڈ۔ ٹھیک ہے۔ میں ابھی ان گارڈز کی واپسی کا حکم دیتا ہوں۔ تم اپنے آدمیوں سمیت وہاں پرسوں پہنچ جانا۔ اس دوران دھات کو وہاں دفن کر دیا جائے گا۔ پھر اس کی حفاظت کرنا تمہارا

کام ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ تم نے غیر ملکی ایجنٹس اور خصو
پاکیشیا سیکرٹ سروس کو بھی چیک کرتے رہنا ہے۔ یہ ساری کارر
تین ماہ کے لئے ہو گی“...... چیف نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”یس چیف“...... رچرڈ اور آرتھر دونوں نے جواب دیا اور
کھڑے ہوئے کیونکہ چیف کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس نے بات ختم
دی ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو“...... سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”آپ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ دکھائی دے رہے ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہے“...... بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”زیادہ اور کم ناپنے کا تمہارے پاس کوئی خاص پیمانہ ہے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ آپ کا چہرہ بتا دیتا ہے“...... بلیک زیرو نے جواب دیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”میں تو اس لئے سنجیدہ ہو جاتا ہوں کہ شاید میری سنجیدگی کو دیکھ کر تم فوراً کوئی چھوٹا سا ہی چیک دے دو لیکن تم تو بس پوچھ کر ہی

کرسی پر بیٹھ جاتے ہو“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سنجیدگی اور پریشانی میں فرق ہوتا ہے عمران صاحب۔ آ لاکھ بڑے اداکار سہی لیکن بہرحال مالی طور پر پریشان آدمی اور معاملے پر سنجیدہ ہو جانے کے تاثرات میں اتنا فرق ہے کہ آپ اتنے اچھے اداکار ہونے کے باوجود دونوں کو ملا نہیں سکتے“...... بلی زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو تمہارا تعلق بھی ہمارے ملک کے ان لوگوں سے ہے بھوکے کو دیکھ کر یہی سمجھتے ہیں کہ اچھی اداکاری کر رہا ہے“...... عمرا نے کہا تو بلیک زیرو ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”میں نے یہ تو نہیں کہا کہ آپ اچھی اداکاری کر رہے ہیں میں تو آپ کو سنجیدگی اور پریشانی کا فرق بتا رہا تھا“...... بلیک ز نے کہا۔

”یہ فرق تم سے زیادہ آغا سلیمان پاشا جانتا ہے۔ بہرحال میرے لئے ایک کپ چائے بنا لاؤ۔ سرداور نے تو سوکھے منہ چا کا بھی پوچھا تک نہیں“...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیا چونک پڑا۔

”اوہ۔ تو آپ سرداور سے مل کر آ رہے ہیں۔ اس لئے سنج ہیں۔ کوئی خاص بات“...... بلیک زیرو نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ایسی بھی کوئی خاص بات نہیں۔ میں ایک فون کر لوں چائے کی ایک پیالی بھی حلق میں انڈیل لوں پھر تفصیل سے بات

گی“...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ“...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سرسلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”سیکرٹری خارجہ اس وقت اپنے آفس سے خارج ہیں یا داخل“۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ عمران صاحب آپ۔ سیکرٹری خارجہ صاحب موجود ہیں۔ میں بات کراتا ہوں“...... پی اے نے عمران کی آواز پہچانتے ہوئے قدرے مسکراہٹ بھری آواز میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں“...... چند لمحوں بعد سرسلطان کی بھاری آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“۔ عمران نے اپنے مخصوص چہکتے ہوئے انداز میں کہا۔

”بولو“...... سرسلطان نے مختصر سا جواب دیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”شکریہ۔ آپ نے بولنے کی اجازت دے دی ورنہ کسی کی جرأت ہے کہ سلطان عالی مقام کے سامنے منہ کھول سکے“...... عمران نے جواب دیا۔

”میرے پاس فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔ اگر فضول باتیں کرنی ہیں تو شام کو کوٹھی آ جانا۔ اس وقت میں نے انتہائی اہم

میٹنگ کال کی ہوئی ہے“...... سر سلطان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہمارے ملک کی اعلیٰ بیورو کریسی کو میٹنگ کی بیماری ایسی چمٹی ہے کہ ملک میں چاہے کچھ بھی ہوتا رہے ان کی چوبیس گھنٹے میٹنگز چلتی رہتی ہیں جبکہ ان میٹنگز کے باوجود ملک کے مسائل مسلسل بڑھتے ہی جا رہے ہیں“...... عمران نے جان بوجھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

”میں لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ سمجھے“...... دوسری طرف سے سخت لہجے میں جواب دیا گیا۔

”او کے۔ میں تو چاہتا تھا کہ پاکیشیا کا بھی فائدہ ہو جائے اور سامنے بیٹھے ہوئے بلیک زیرو سے بھی کچھ وصول کرنے کا موقع بن جائے لیکن آپ نہیں چاہتے تو نہ سہی۔ اللہ حافظ“...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس دوران بلیک زیرو چائے کے دو کپ لا کر ایک عمران کے سامنے رکھ کر اور دوسرا لے کر میز کی دوسری طرف اپنی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

”آپ سر سلطان کو دانستہ پریشان کرتے ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے۔ اس ملک کو بیورو کریسی کی مسلسل اور مستقل میٹنگز سے پہلے کوئی فائدہ ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ ان کا کام یہی رہ گیا ہے کہ ہر معاملے پر میٹنگ کر دیا

کمیٹی بنا دو۔ اس طرح مسئلہ غیر معینہ مدت کے لئے لٹک جاتا ہے اور انہیں کام نہیں کرنا پڑتا“...... عمران نے کہا مگر اس کے لہجے میں غصے اور ناراضگی کا عنصر موجود تھا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکسٹو“...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں۔ عمران ہے یہاں“...... دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی تو عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ کا مخصوص اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ دیکھو کیسے فون کرنے پر مجبور کیا ہے میں نے اور بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

”نہ بھی ہو تو بھی حاضر ہے کیونکہ عوام بے چاروں کو تو کھانے کمانے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ انہوں نے کیا میٹنگز کرنی ہیں“۔ عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”میں نے میٹنگ کینسل کر دی ہے۔ اب میں فارغ ہوں۔ فرمایئے۔ میں ہمہ تن گوش ہوں“...... دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا۔ ان کا لہجہ بھی طنزیہ ہو گیا تھا۔

”ارے۔ ارے۔ یہ آپ نے کیا کر دیا۔ لازماً یہ میٹنگ اس ملک کے مفاد میں کی جا رہی ہو گی اور اب میٹنگ نہ ہونے سے وہ معاملہ لازماً طویل عرصہ کے لئے لٹک جائے گا“...... عمران نے جان بوجھ کر دوسرے پہلو سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ میرا معاملہ ہے۔ میں دو گھنٹے بعد میٹنگ کر لوں گا۔ آپ

فرمائیں کیا حکم ہے“...... سرسلطان نے کہا مگر ان کے لہجے میں غ اور ناراضگی کا عنصر نمایاں تھا۔

”آپ واقعی ناراض ہو گئے ہیں جبکہ میں تو آپ کو اس چھیڑ رہا تھا کہ آپ کے منہ کا ذائقہ تبدیل ہو سکے۔ مجھے معلوم کہ آپ اتنے بڑے افسر ہیں کہ صدر مملکت بھی آپ کے سا نرم اور مؤدبانہ لہجے میں بات کرتے ہوں گے اور مجھے معلوم ہے ک آپ دن رات ملک کے مفاد کے لئے کام کرتے رہتے ہیں“۔ عمران نے ان کی ناراضگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”تم مجھ پر اس انداز میں طنز کرنا شروع کر دیتے ہو جیسے میں صرف میٹنگز کا بہانہ کرتا ہوں اور کوئی کام نہیں کرتا۔ بہرحال بتاؤ کہ کیوں فون کیا تھا“...... سرسلطان نے کہا۔

”آئی ایم سوری سرسلطان۔ آئندہ میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا۔ اس بار معافی دے دیں“...... عمران کا لہجہ یکلخت سنجید ہو گیا تھا۔

”تم نے پھر ڈرامہ شروع کر دیا ہے۔ کم از کم مجھے تو بخش د کرو“...... سرسلطان نے بے ساختہ لہجے میں کہا تو عمران بے اختیا ہنس پڑا۔

”آپ اگر کم از کم میں آتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ میں کون آتا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تمہاری اماں بی“...... سرسلطان نے جواب دیا تو عمران ایک

پھر ہنس پڑا۔

”آپ نے واقعی درست کہا ہے۔ بہرحال میں نے آپ کو اس فون کیا تھا کہ سرداور سے میری ملاقات ہوئی ہے“...... عمران کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ڈاکٹر حبیب سے ہونے والی چیت مختصر طور پر بتا دی۔

”اس سلسلے میں یہ بتاؤ کہ میں کیا کر سکتا ہوں“...... سرسلطان لہجے میں ہلکی سی حیرت تھی۔

”آپ کے تعلقات ایکریمیا کے نئے چیف سیکرٹری سے بے حد تانہ ہیں۔ آپ اس سلسلے میں کنفرم کر دیں کہ کیا واقعی پلونم ات انہوں نے خریدی ہے اور کیا واقعی مائلو گروپ کا کوئی وجود “...... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ تمہارے فون آنے سے ایک گھنٹہ پہلے ری ان سے ایک اہم معاملے پر بات ہوئی تھی۔ میں دوبارہ ان ے فون پر بات کر لیتا ہوں لیکن اگر یہ بات کنفرم ہو گئی کہ دھات کریمیا نے خریدی ہے تو تم ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو گے نہ مجھ پر حرف آئے گا“...... سرسلطان نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ اگر ملک کے مفاد میں ایسا کرنا بھی پڑا تو کام سرکاری طور پر نہیں ہو گا“...... عمران نے کہا۔

”تب ٹھیک ہے۔ میں ان سے بات کر کے پھر تمہیں کال کرتا ں“...... سرسلطان نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور اس کے

ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔

''کسی سائنسی دھات کا مسئلہ ہے''...... بلیک زیرو نے کہا

''ہاں''...... عمران نے کہا اور پھر تفصیل سے ساری دی۔

''یہ دھات کہاں سے ملی ہے اس مائلو گروپ کو''...... بلیک نے پوچھا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ مجھے یاد آ گیا۔ ٹائیگر جس لڑکی ماریا سے ملا نے شاید اس دھات کا نام لیا تھا''...... عمران نے کہا اور اس ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اسے اپنے رکھ کر اس نے اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کر دی اور پھر آن کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار با دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ ٹائیگر اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر۔ تم نے ماریا کے بارے میں مجھے بتاتے ہوئے نایاب سائنسی دھات کے بارے میں بتایا تھا۔ کیا تمہیں یاد اوور''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ مجھے یاد ہے۔ اس نے پلونم کا ذکر کیا تھا۔ کیا خاص بات ہو گئی ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے

ر طور پر سرداور سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں بتا ے۔ البتہ اس نے ڈاکٹر حبیب کا نام نہ لیا تھا۔

''تو آپ کا خیال ہے باس کہ ماریا کی فرینڈ جولین اور اس کے ھیوں کا تعلق مائلو گروپ سے تھا اور وہ بہادرستان سے پلونم لے ھے ہیں۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے اچانک یہ خیال آیا ہے۔ تم نے ماریا کا ایڈریس لیا ہ اس سے۔ اوور''...... عمران نے پوچھا۔

''یس باس۔ آپ کے حکم پر میں اس سے ملا تھا اور میرے پاس ں کا فون نمبر بھی ہے اور ایڈریس بھی۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب

''تم ایسا کرو کہ کرانس جا کر وہاں اس ماریا سے مل کر جولین یا ں کے ساتھیوں کو ٹریس کرو اور معلوم کرو کہ پلونم دھات انہوں نے کہاں سے حاصل کی ہے۔ پاکیشیا سے یا بہادرستان سے لیکن تم نے صرف معلومات کی حد تک رہنا ہے۔ آگے نہیں بڑھنا۔ اوور''۔ مران نے کہا۔

''یس باس۔ میں آج ہی روانہ ہو جاتا ہوں۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''او کے۔ واپسی پر مجھے تفصیلی رپورٹ دینا۔ اوور اینڈ آل''۔ مران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

''سرداور کے مطابق تو مائلو گروپ یہ دھات ایکریمیا کے ہاتھ

فروخت کر چکا ہے‘‘...... بلیک زیرو نے کہا۔

’’ابھی کوئی چیز واضح نہیں ہے اور یہ بھی معلوم نہیں ہ
نے اس معاملے میں کچھ کرنا بھی ہے یا نہیں کیونکہ دوسروں کی
چیز کو زبردستی اپنے مفاد کے لئے حاصل کرنا اخلاقی طور پر غلط
عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھ
ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر
اٹھا لیا کیونکہ جب تک وہ دانش منزل میں موجود رہتا تھا وہ خ
بطور ایکسٹو کال سنتا رہتا تھا۔

’’ایکسٹو‘‘...... عمران نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

’’سلطان بول رہا ہوں۔ عمران سے بات کرائیں‘‘...... د
طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

’’عمران ہمہ تن گوش ہے جناب سلطان عالی مقام‘‘...... ع
نے اس بار اپنے اصل لہجے اور آواز میں کہا۔

’’عمران بیٹے۔ چیف سیکرٹری ایکریمیا سے بات ہوئی ہ
انہوں نے بتایا ہے کہ مائلو گروپ نے یہ نایاب دھات ایکریمیا
روسیاہ دونوں ملکوں کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ ا
ملکوں نے یہ شرط لگا دی تھی کہ آدھی رقم پہلے اور آدھی رقم ج
بعد اس صورت میں دی جائے گی کہ اگر کوئی تنظیم خصوصاً پا
سیکرٹ سروس اس کے پیچھے نہ آئے گی۔ اس پر میں نے ان
پوچھا کہ انہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کیوں خیال آیا۔ اس کا

تعلق ہے اس دھات سے تو انہوں نے بتایا کہ انہیں جو معلومات ملی ہیں ان کے مطابق اس دھات کا سراغ اقوام متحدہ کے خصوصی خلائی سیارے نے لگایا ہے لیکن چونکہ یہ دھات نایاب ہے اور انتہائی قیمتی ہے اس لئے اقوام متحدہ کے خلائی مرکز نے ان معلومات کو اوپن نہیں کیا بلکہ اسے اقوام متحدہ کے سیکرٹریٹ روانہ کر دیا تاکہ وہاں سے ان پر آگے کام ہو سکے لیکن اس مائلو گروپ کے لوگ شاید اقوام متحدہ کے مرکز میں موجود ہیں۔ انہوں نے یہ معلومات اڑا لیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ دھات پاکیشیا اور بہادرستان کے سرحدی علاقے سے حاصل کی گئی ہے۔ بس یہیں سے ان کے اور باقی ملکوں کے ذہن میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام آ گیا کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ریکارڈ ہے کہ وہ ایسے معاملات پر ضرور کام کرتی ہے اس لئے یہ شرط پیش کی گئی لیکن مائلو گروپ نے شرط نہیں مانی اور اب سنا ہے کہ انہوں نے یہ دھات کسی یورپی ملک کو فروخت کر دی ہے لیکن اس ملک کا نام انہیں معلوم نہیں ہے‘‘۔ سر سلطان نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

’’تو کیا ایکریمیا ان بدمعاشوں کے گروپ سے بھی ڈرتا ہے جو انہوں نے ایکریمیا کی پرواہ کئے بغیر دھات آگے فروخت کر دی ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’یہی بات میں نے چیف سیکرٹری صاحب سے کی تھی تو انہوں نے کہا کہ وہ اس سطح پر نہیں اترنا چاہتے کہ اب بدمعاشوں سے

لڑتے رہیں۔ ویسے بھی انہیں فوری طور پر اس دھات کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے پاس اس کا چھوٹا سا ذخیرہ موجود ہے اور نہ ہی وہ ان کی اشد ضرورت ہے“...... سر سلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کا شکریہ۔ آپ نے یہ معلومات بہم پہنچائیں“۔ عمران نے کہا۔

”عمران بیٹے۔ یہ دھات تو سپر پاورز اپنے میزائلوں اور راکٹوں میں کافی عرصے سے استعمال کرتی چلی آ رہی ہیں۔ کیا ڈاکٹر حبیب نے کوئی نیا مصرف ڈھونڈ نکالا ہے اس کا“...... سر سلطان نے کہا۔

”ہاں۔ انہوں نے حیرت انگیز تجربات کئے ہیں۔ عام توانائی جو تیل وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے اس سے لاکھوں گنا زیادہ فعال توانائی انہوں نے اس دھات کے استعمال سے حاصل کی ہے۔ اگر یہ دھات عام ہوتی تو پھر پوری دنیا میں انقلاب آ جاتا اور تیل اور توانائی کے دیگر ذرائع پرانے زمانے کی بات بن کر رہ جاتے۔ اب البتہ یہ ہوگا کہ اس تجربے کی بنیاد پر پاکیشیا جو راکٹ، میزائل اور لڑاکا طیارے تیار کرے گا وہ بے پناہ رفتار کے حامل اور تقریباً ناقابل تسخیر ہوں گے“...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر یہ دھات پاکیشیا سے حاصل کی گئی ہے تو پھر یہ ہمارے ملک کی ملکیت ہے۔ اس کی چوری برداشت نہیں کی جانی چاہئے لیکن اگر یہ بہادرستان سے حاصل کی گئی ہے تو پھر بہادرستان حکومت سے معاہدہ کرنا پڑے گا“...... سر سلطان نے کہا۔

”جی ہاں۔ میں پہلے معلوم کر لوں کہ مائلو گروپ نے اسے کہاں سے حاصل کیا ہے اور اب یہ دھات کہاں موجود ہے۔ پھر آگے کے بارے میں سوچیں گے“...... عمران نے کہا تو سر سلطان نے اوکے اور اللہ حافظ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا تو عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔

اب آپ ٹائیگر کی رپورٹ کا انتظار کریں گے۔ اسے تو شاید کئی روز لگ جائیں گے“...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی پیشانی پر سوچ کی لکیریں نمودار ہو گئی تھیں۔

”مجھے خود ہی اس مائلو گروپ کو ٹریس کرنا چاہئے“...... عمران نے اچانک بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ بلیک زیرو سے مخاطب ہو گیا۔

”وہ سرخ جلد والی ڈائری مجھے دو“...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے میز کی دراز کھولی اور ایک ضخیم ڈائری نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے ڈائری اٹھائی اور اس کے ورق پلٹنے شروع کر دیئے لیکن کافی دیر تک صفحات الٹ پلٹ کرنے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈائری کو بند کر کے رکھ دیا۔

”کیا ہوا۔ کوئی ریفرنس نہیں ملا۔ آپ ریئل سٹار سے معلوم کر لیں یا پھر کراس ورلڈ آرگنائزیشن سے بھی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”مائلو گروپ کوئی سرکاری یا پرائیویٹ ایجنسی نہیں ہے۔ گینگسٹر

گروپ ہے۔ یہ تو انہوں نے ساتھ ہی ایک سائیڈ بزنس کر رکھا ہے اس لئے ان کے بارے میں معلومات ان اداروں سے نہیں مل سکتیں۔ ارے ہاں۔ واقعی ایک کام ہو سکتا ہے۔ کرانس میں ایک گینگسٹر بھی ہے ماسٹر ڈکسن۔ اس سے بات ہو سکتی ہے''...... عمران نے کہا اور ایک بار پھر سرخ رنگ کی ڈائری اٹھائی اور اس کے صفحات الٹ پلٹ کرنے شروع کر دیئے اور پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اس نے چند لمحوں بعد ڈائری کو الٹا کر میز پر رکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''گولڈ ڈسٹ کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ ماسٹر ڈکسن سے بات کراؤ تاکہ اس سے گولڈ ڈسٹ کا موجودہ بھاؤ معلوم کیا جا سکے''...... عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔

''سوری سر۔ یہ کلب کا نام ہے کسی جیولرز کی دکان نہیں''۔ دوسری طرف سے قدرے ناراض سے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

''اب آپ کو دوبارہ کال کرنا پڑے گی''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کم از کم یہ تو کنفرم ہو گیا کہ یہ کلب ہے کوئی دکان نہیں''۔

عمران نے کریڈل دباتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔ عمران نے ایک بار پھر نمبر پریس کر دیئے۔

''گولڈ ڈسٹ کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی وہی نسوانی آواز دوبارہ سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں پاکیشیا سے۔ اگر تم نے میری ماسٹر ڈکسن سے بات نہ کرائی تو ماسٹر ڈکسن کو خاصا بڑا مالی نقصان اٹھانا پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

''ہولڈ کریں۔ میں معلوم کرتی ہوں''...... دوسری طرف سے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ ڈکسن بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں پاکیشیا سے''...... عمران نے اپنا پورا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ عمران صاحب آپ۔ اوہ۔ مجھے تو بتایا گیا تھا کہ کوئی صاحب دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر بات نہ کرائی گئی تو مجھے زبردست مالی نقصان ہو سکتا ہے''...... ڈکسن نے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''تمہاری یہ فون اٹنڈنٹ نے پہلے میری بات سن کر یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ یہ کلب ہے کوئی جیولرز کی دکان نہیں اور مجھے دوبارہ کال کرنا پڑی۔ تمہاری اس فون اٹنڈنٹ کو یہ معلوم نہیں ک

ہمارے ملک میں فون کال کے ریٹس کس قدر ہائی ہو چکے ہیں اس لئے اگر میں دو ناکام کالوں کا بل تمہیں بھجوا دیتا تو تمہارا سارا گولڈ ڈسٹ فروخت ہو کر بھی بل پورا نہ ہو سکتا“...... عمران کی زبان رواں ہوگئی تو دوسری طرف سے ماسٹر ڈکسن بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ نے بڑے طویل عرصے بعد یاد کیا ہے۔ کوئی خاص بات“...... ماسٹر ڈکسن نے مطلب کی بات پر آتے ہوئے کہا۔ وہ شاید عمران کی فطرت کو جانتا تھا کہ عمران نجانے کب تک ایسی باتیں کرتا رہے گا۔

”یہ بتاؤ کہ کرانس میں تمہارا نمبر مائلو گروپ سے پہلے آتا ہے یا بعد میں“...... عمران نے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ مائلو گروپ تو کرانس کیا پوری دنیا کا نمبر ون گروپ ہے۔ میرا تو اس سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہو سکتا۔ لیکن آپ کیوں ایسی بات کر رہے ہیں“...... ماسٹر ڈکسن نے کہا۔

”مائلو گروپ بدمعاشی سے ہٹ کر بھی کوئی کام کرتا ہے۔ سائیڈ بزنس کے طور پر“...... عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ سائنسی دھاتوں کے حصول اور فروخت کا دھندہ بھی کرتے ہیں اور اس کام میں ان کا پورا گروپ ہے اور پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ سنا گیا ہے کہ سپر پاورز اس کی گاہک ہیں“۔ ماسٹر ڈکسن نے کہا۔

”لارڈ مائلو کا کوئی پتہ۔ فون نمبر مل سکتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”سوری عمران صاحب۔ لارڈ مائلو کے بارے میں زبان کھولن
دنیا کا سب سے بڑا جرم ہے اور اس معاملے میں نجانے ان لوگو
نے کیا کیا سیٹ اپ بنا رکھے ہیں کہ ایک لمحہ بعد انہیں خبر ہو جاتی
ہے اور دوسرے لمحے خبر دینے والا اپنے تمام اثاثوں سمیت جل کر
راکھ ہو جاتا ہے اس لئے کوئی بھی اس بارے میں آپ کو کوئ
اطلاع نہیں دے سکتا۔ سوری“...... ماسٹر ڈکسن نے کہا اور اس کے
ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئ
رسیور رکھ دیا۔

”بڑا رعب و دبدبہ بنا رکھا ہے اس گروپ نے“...... بلیک زیر
نے کہا۔

”میرے خیال میں صرف رعب و دبدبہ ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت
ان کی کارروائیاں ایسی ہیں کہ ایکریمیا، روسیاہ اور دوسری حکومتیں
بھی جبراً ان سے اپنے مطلب کی بات نہیں منوا سکتیں“...... عمران
نے کہا۔

”ایسا نہ ہو کہ ٹائیگر وہاں پھنس جائے“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”ارے نہیں۔ وہ بے حد محتاط رہنے والا آدمی ہے۔ وہ ناکام بھی
نہیں رہے گا اور کام بھی جلدی کرے گا“...... عمران نے کہا تو بلیک
زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لارڈ مائلو اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا کہ سامنے پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... لارڈ مائلو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''آئزک بول رہا ہوں چیف''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے کرانس میں جو تم نے براہ راست مجھ سے رابطہ کیا ہے''...... لارڈ مائلو نے چونک کر کہا۔

''چیف۔ پاکیشیا سے ایجنٹ عمران نے گولڈ ڈسٹ کلب کے ماسٹر ڈکسن کو فون کر کے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''پاکیشیا کا عمران۔ کون ہے وہ اور کیوں میرے بارے میں

معلومات حاصل کر رہا ہے''...... لارڈ مائلو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''چیف۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والا دنیا کا خطرناک ترین سیکرٹ ایجنٹ علی عمران ہے۔ وہ گولڈ ڈسٹ کلب کے مالک ماسٹر ڈکسن کا دوست ہے۔ اس نے اسے فون کر کے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو ماسٹر ڈکسن نے آپ کے بارے میں کوئی بات بتانے سے صاف انکار کرتے ہوئے فون بند کر دیا لیکن اس کی اطلاع مجھے پہنچ گئی۔ میں نے ماسٹر ڈکسن کو کال کر کے پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا کہ عمران سے اس کے تعلقات پانچ چھ سال پہلے کے ہیں۔ اب اس نے اچانک کال کی لیکن اس نے اسے کچھ بتانے سے صاف انکار کر دیا۔ میں نے سنٹرل ایکس چینج سے اس فون کال کا ریکارڈ منگوایا اور اس سے ماسٹر ڈکسن کو بات کی تصدیق ہو گئی''...... آئزک نے جواب دیا۔

''ماسٹر ڈکسن نے تو اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگیاں بچا لی ہیں لیکن اس عمران نے یہ جرأت کر کے اپنی زندگی ختم کر لی ہے۔ تم نے سنا ہے کہ میں نے کیا کہا ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس سر۔ لیکن اس کے لئے ٹیم کو پاکیشیا بھجوانا ہو گا''۔ آئزک نے کہا۔

''کیا مطلب۔ ٹیم ایک آدمی کے لئے۔ کیا اب مائلو گروپ اس

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

قدر سستا ہو گیا ہے کہ ایک آدمی کے لئے پوری ٹیم بھیجے گا‘‘۔ لارڈ مائلو نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہا۔

’’ٹیم سے میرا مطلب کلنگ سیکشن تھا چیف۔ میں معافی چاہتا ہوں‘‘...... آئزک نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’آئندہ میرے سامنے بات کرتے ہوئے سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔ جب یہ آدمی یہاں آئے گا تو اس سے نمٹ لیا جائے گا۔ سمجھے‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

’’ہونہہ۔ ایک آدمی کے لئے ٹیم۔ نانسنس‘‘...... لارڈ مائلو نے غصیلے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر سامنے رکھی فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر اسے کام کرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’لیس‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا۔

’’آئزک بول رہا ہوں باس‘‘...... دوسری طرف سے آئزک کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

’’لیس۔ کیوں کال کی ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

’’ایک پاکیشائی کو پکڑا گیا ہے۔ وہ ہمارے بارے میں مختلف ہوٹلوں اور کلبوں سے معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے بس

صرف اتنا بتایا ہے کہ اس کا تعلق پاکیشیا کی انڈر ورلڈ سے ہے اور پاکیشیا کے علی عمران نے اس کی خدمات حاصل کی ہیں کہ وہ کرانس جا کر وہاں سے آپ کے بارے میں اور گروپ کے بارے میں تفصیلات معلوم کرے‘‘...... آئزک نے کہا۔

’’یہ آدمی کیا جادوگر ہے کہ پاکیشیا سے کرانس آ کر ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرے گا۔ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس سے حقیقت اگلواؤ اور پھر اس کی لاش کو کسی سڑک پر پھینک دو‘‘۔ لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔ اسے آئزک پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ معمولی باتوں کے لئے اسے پریشان کر رہا ہے لیکن پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو لارڈ مائلو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’لیس‘‘...... لارڈ مائلو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

’’مارٹن بول رہا ہوں چیف۔ ہیڈ کوارٹر سے‘‘...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

’’ہیڈ کوارٹر سے تم بول رہے ہو۔ کیوں۔ آئزک کہاں ہے‘‘۔ لارڈ مائلو نے چونک کر کہا۔

’’انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لارڈ مائلو کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سر پر لٹھ مار دی ہو۔

’’کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ آئزک کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ کہاں۔ کس نے کیا ہے۔ کیا مطلب‘‘...... لارڈ مائلو نے شاید زندگی میں

پہلی بار بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا کیونکہ آج سے پہلے کبھی اسے ایسی خبر نہ ملی تھی کہ اس کے کرانس ہیڈکوارٹر کے چیف کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ وہ شاید ایسا ہونے کا سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

’’سر۔ ایک پاکیشیائی کو پکڑ کر ہیڈکوارٹر لایا گیا تھا۔ باس آئزک سپیشل ٹارچنگ روم میں اس سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ سپیشل ٹارچنگ روم کے دونوں گارڈز ڈوک اور ساراپ بھی موجود تھے لیکن جب کافی دیر ہوگئی اور ان میں سے کوئی بھی واپس نہ آیا اور میں نے باس آئزک سے ایک خاص معاملے پر ضروری بات کرنا تھی اس لئے میں وہاں گیا تو سپیشل ٹارچنگ روم کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ جب اسے کھٹکھٹایا گیا اور دروازہ نہ کھلا اور نہ ہی اندر سے کوئی جواب ملا تو ہم نے ایمرجنسی راستہ کھولا تو پتہ چلا کہ اندر باس آئزک اور دونوں گارڈز ڈوک اور ساراپ کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان تینوں کو کوڑے کی ضربات سے ہلاک کیا گیا تھا اور وہ پاکیشیائی غائب تھا‘‘...... مارٹن نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’کہاں غائب تھا۔ کیوں غائب تھا‘‘...... لارڈ مائلو نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

’’چیف ہم خود حیران تھے۔ چنانچہ ہم نے جب چیکنگ کی تو ہمیں معلوم ہوا کہ سپیشل ٹارچنگ روم کی عقبی دیوار کی سائیڈ میں ایک خفیہ دروازہ ہے جسے کھولا گیا تو دوسری طرف ایک چھوٹا کمرہ تھا جس میں آٹومیٹک آرا موجود تھا۔ اس کی چھت آدھی سے زیادہ کھلی ہوئی تھی۔ یہ آدمی اس کھلی چھت سے اوپر گیا اور پھر اوپر سے عقبی طرف اتر گیا اور عقبی دروازہ کھول کر فرار ہو گیا‘‘...... مارٹن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

’’ویری بیڈ۔ تو اب نوبت یہ آ گئی ہے کہ ایک آدمی ہیڈکوارٹر انچارج اور گارڈز کو ہلاک کر کے نکل جاتا ہے اور کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ ویری بیڈ۔ سنو مارٹن۔ اب یہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ تم فوری طور پر اس آدمی کو ٹریس کر کے پکڑو اور اسے ہلاک کر کے اس کی لاش میرے سامنے رکھ جاؤ۔ میں تمہیں اس کے لئے دو گھنٹے دیتا ہوں ورنہ تم اور تمہارے تمام ساتھی زندہ دفن کر دیئے جائیں گے‘‘...... لارڈ مائلو نے ایک بار پھر اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ کر سامنے دیوار پر موجود کلاک کی طرف دیکھا۔

’’ہونہہ۔ اب یہ نوبت آ گئی ہے۔ ویری بیڈ۔ انہیں سزا ملنی چاہئے‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سائیڈ پر موجود ریک میں سے شراب کی بوتل نکالی اور اسے کھول کر منہ سے لگا لیا۔

ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ایک بند گلی میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس گلی میں سامنے رکھے ہوئے کوڑے کے تین بڑے ڈرموں کو دیکھ کر ہی وہ اس گلی میں داخل ہوا تھا اور پھر کوڑے کے ایک ڈرم کے پیچھے ہو کر اس نے اپنی شرٹ اتاری اور اسے الٹ کر پھر پہن لیا۔ اب اس کا ڈیزائن اور کلر تبدیل ہو چکا تھا۔ یہ ڈبل کلر شرٹ یہاں کرانس میں عام استعمال کی جاتی تھی کیونکہ اس طرح ایک ہی شرٹ کو بدل بدل کر مختلف موقعوں پر پہنا جا سکتا تھا۔ شرٹ تبدیل کرنے کے بعد اس نے پینٹ کی عقبی پاکٹ میں سے ایک پیکٹ سا نکالا۔ یہ چپٹا سا پیکٹ تھا۔ اس نے اسے کھولا تو اس میں ریڈی میڈ میک اپ کا خاص کور موجود تھا۔ اس نے اسے سر اور چہرے پر چڑھایا اور پھر مخصوص انداز میں تھپتھپانا شروع کر دیا۔

چند لمحوں بعد جب اسے پوری طرح تسلی ہو گئی کہ اب اس کے

چہرے کے نقوش اور اس کے سر کے بالوں کا ڈیزائن اور کلر تبدیل ہو چکا ہے تو اس نے اطمینان کا طویل سانس لیا۔ ایسا ہی ایک اور پیکٹ ابھی تک اس کی جیب میں موجود تھا۔ شرٹ کے نیچے عام جینز کی پینٹ تھی اور پیروں میں بھی عام سے جوتے تھے اس لئے اب اسے پہچانے جانے کا خطرہ نہ رہا تھا ورنہ شاید اس کے لئے زندہ بچ نکلنا ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہو جاتا کیونکہ وہ لارڈ مائلو کے ایک اہم اڈے سے بچ کر نکل آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ٹائیگر مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں گھومتا پھرتا ہوا ویٹرز اور ایسے ہی لوگوں سے مائلو گروپ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا کہ اچانک ایک کلب میں اس پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دی گئی اور پھر جب وہ ہوش میں آیا تو وہ ایک ٹارچنگ روم میں کرسی پر راڈز میں جکڑا ہوا موجود تھا۔ وہاں ایک آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ دو قوی ہیکل اور لحیم شحیم گنجے ہاتھوں میں کوڑے پکڑے کرسی کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ دونوں اگر جوزف اور جوانا سے زیادہ نہیں تو کسی صورت کم بھی نہیں تھے۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی اور پھر ٹائیگر کو دوران گفتگو معلوم ہوا کہ اس پوچھ گچھ کرنے والے کا نام آئزک ہے اور وہ مائلو گروپ کے کرانس ہیڈ کوارٹر کا انچارج ہے اور اس کے عقب میں کھڑے دونوں دیوؤں کے نام ڈوک اور ساراپ ہیں تو ٹائیگر نے انہیں چکر دے کر الٹا ان سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش

کی تو اس آئزک نے ان دونوں آدمیوں کو اس پر کوڑے برسانے کا حکم دے دیا اور یہ حکم سنتے ہی ٹائیگر نے جو پہلے ہی ٹانگ موڑ کر عقبی بٹن پر پیر رکھ چکا تھا، پیر کے ذریعے بٹن پریس کر دیا اور بٹن پریس ہوتے ہی راڈز غائب ہو گئے اور وہ دونوں جو اس کے سامنے رک کر کوڑے ہوا میں چٹخا رہے تھے حیرت سے چند لمحوں کے لئے بت بن کر رہ گئے اور ٹائیگر کو موقع مل گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ان میں سے ایک کے ہاتھ سے کوڑا جھپٹا اور پھر چند لمحوں بعد ہی وہ ان تینوں کو کوڑے مار مار کر بے ہوش کر چکا تھا۔

جب یہ تینوں بے ہوش ہو گئے تو ٹائیگر نے ان دونوں لڑا برداروں کی گردنیں کھڑی ہتھیلی کے پے در پے وار کر کے توڑ دیں۔ کمرہ چونکہ ساؤنڈ پروف تھا اس لئے اسے زیادہ فکر نہ تھی لیکن اس نے احتیاطاً دروازہ اندر سے لاک کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کوڑے کی ضرب لگا کر آئزک کو ہوش میں آنے پر مجبور کر دیا اور اس کے بعد تو جیسے ٹائیگر پر وحشت کا دورہ پڑ گیا۔ اس نے کو کے پے در پے وار کر کے آئزک کا جسم ادھیڑ کر رکھ دیا اور آئزک کو نیم بے ہوشی کے عالم میں ٹائیگر کے سوالات کے جواب دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ ٹائیگر اس سے لارڈ مائلو کا ٹھکانہ معلوم کرنا چاہتا تھا اور پھر معلوم کرنے کے بعد آئزک کو بھی اس نے ہلاک کر دیا۔

اس کے بعد وہ ایک خفیہ کمرے کی چھت سے نکل کر عقبی طرف

پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا اور پھر عقبی دروازہ کھول کر وہ کھلی فضا میں پہنچ گیا لیکن اسے معلوم تھا کہ آئزک کی لاش ملتے ہی مائلو گروپ پوری قوت سے اسے تلاش کرتے ہوئے پاگل کتوں کی طرح ہر طرف دوڑ پڑے گا اس لئے اس نے اس گلی میں جا کر نہ صرف شرٹ الٹ کر پہن لی تھی بلکہ ماسک میک اپ کر کے اپنا حلیہ بھی تبدیل کر لیا تھا اور اب وہ اطمینان سے اپنی مرضی کی کارروائی کر سکتا تھا۔

یہاں کرانس کے دارالحکومت یا اس کی انڈر ورلڈ میں گھومتے ہوئے اسے اس بات کا پوری طرح علم ہو گیا تھا کہ یہاں مائلو گروپ خوفناک عفریت کی طرح لوگوں کے ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ یہاں مائلو گروپ کے خلاف کوئی منہ سے بھاپ تک نہ نکالتا تھا اس لئے اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ لارڈ مائلو کو کسی طرح تلاش کر کے کور کر لے تو اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں کہ وہ دھات اب کہاں ہے۔ گو اسے عمران نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ وہ یہاں سے صرف معلومات حاصل کرے لیکن یہاں پہنچ کر اسے احساس ہوا تھا کہ عملی کام کئے بغیر معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں اور فائنل معلومات بھی سوائے لارڈ مائلو کے اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی تھیں لیکن اصل مسئلہ یہی تھا کہ آئزک نے نیم بے ہوشی کے عالم میں جو کچھ بتایا تھا وہ بھی مکمل طور پر واضح نہ تھا۔

آئزک نے اسے بتایا تھا کہ لارڈ مائلو اپنے ہاؤس جیسے لارڈ مائلو

ہاؤس کہا جاتا ہے، کے نیچے بنے ہوئے خصوصی تہہ خانے میں رہتا ہے۔ اوپر اس کے سیکرٹری، دیگر عملہ اور محافظوں کی کثیر تعداد رہتی ہے۔ لارڈ مائلو اس تہہ خانے سے کب باہر جاتا ہے اور کس طرح جاتا ہے اور کس طرح واپس آتا ہے اس کا علم آج تک کسی کو نہیں ہو سکا تھا اور اس پورے لارڈ ہاؤس میں جگہ جگہ انتہائی جدید حفاظتی آلات نصب تھے جنہیں اس تہہ خانے سے ہی کنٹرول اور مانیٹر کیا جاتا تھا اور گزشتہ چھ سالوں سے کسی نے لارڈ مائلو کو کہیں نہیں دیکھا تھا۔ صرف اس کا نام اور حکم چلتا تھا اور بس۔

گو آئزک نے اسے لارڈ مائلو کا فون نمبر بتا دیا تھا لیکن یہ نمبر کرانس کا نہیں تھا بلکہ کسی اور ملک کا تھا۔ اس کا ٹائیگر کو اس وقت علم ہوا جب اس نے سیٹلائٹ فون انکوائری سے اس نمبر کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اسے بتایا گیا کہ کرانس سیٹلائٹ فون نمبرز ٹرپل زیرو ٹرپل فور کوڈ سے شروع ہوتے ہیں جبکہ یہ نمبر ٹرپل زیرو، ٹرپل تھری کوڈ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ لازماً کرانس سے ہٹ کر کسی اور ملک کا سیٹلائٹ نمبر ہے لیکن اس نمبر پر بات کی جائے تو لارڈ مائلو سے بات ہو جاتی تھی اس لئے اس فون نمبر سے بھی ٹائیگر کو فائدہ نہ ہوا تھا کہ وہ اس سے اصل حقیقت ٹریس کر سکے۔ اب صرف یہی ہو سکتا تھا کہ وہ پہلے اس لارڈ مائلو ہاؤس کا جائزہ لے اور پھر کسی بھی طرح لارڈ مائلو تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

آئزک نے اسے بتایا تھا کہ لارڈ مائلو ہاؤس پرل کالونی میں واقع ہے۔ چنانچہ شرٹ کی تبدیلی اور میک اپ کے بعد جب ٹائیگر کو یقین ہو گیا کہ اب لارڈ مائلو کے آدمی اسے ٹریس نہ کر سکیں گے تو اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور اسے پرل کالونی چلنے کا کہہ کر وہ ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''پرل کالونی تو بے حد وسیع و عریض کالونی ہے جناب۔ آپ نے کہاں جانا ہے''...... ڈرائیور نے گاڑی چلاتے ہوئے گردن موڑ کر پوچھا۔

''پرل کالونی میں لارڈ مائلو ہاؤس والی قطار میں ایک کوٹھی ہے۔ ہیرالڈ پیلس۔ مجھے وہاں جانا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''لارڈ مائلو ہاؤس، ہیرالڈ پیلس۔ یہ دونوں نام ہی میرے لئے اجنبی ہیں جناب۔ حالانکہ مجھے یہاں ٹیکسی چلاتے ہوئے کئی سال گزر گئے ہیں''...... ٹیکسی ڈرائیور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''حیرت ہے۔ تم ٹیکسی ڈرائیور ہو کر بھی لارڈ مائلو ہاؤس کے بارے میں نہیں جانتے جبکہ کرانس تو کرانس پوری دنیا اس نام سے واقف ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''جناب۔ مائلو کلب تو یہاں کا مشہور کلب ہے لیکن لارڈ مائلو ہاؤس نامی کوئی عمارت کم از کم پرل کالونی یا کسی اور معروف کالونی میں نہیں ہے''...... ڈرائیور نے بڑے حتمی لہجے میں کہا تو ٹائیگر کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ اس کا صاف مطلب تھا کہ آئزک نے اس نیم بے ہوشی کی حالت میں بھی اس سے

جھوٹ بولا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ تم مجھے کالونی کے آغاز میں ہی ڈراپ کر دینا“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”یس سر“...... ڈرائیور نے جواب دیا۔

”اوہ جناب۔ آپ کہیں لارڈ پیلس کی بات تو نہیں کر رہے۔ لارڈ مائلو ہاؤس نہیں بلکہ لارڈ پیلس اس نام کی ایک وسیع و عریض کوٹھی پرل کالونی میں موجود ہے“...... چند لمحوں بعد ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

”نہیں۔ لارڈ مائلو ہاؤس ہی ہے لارڈ پیلس نہیں بن سکتا“...... ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر“...... ڈرائیور نے جواب دیا اور پھر ٹیکسی مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک عظیم الشان رہائشی کالونی کے بڑے سے گیٹ سے گزر کر آگے بڑھی اور پھر تھوڑا آگے واقع ایک ریستوان کے سامنے جا کر ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔

”جناب۔ پرل کالونی یہی ہے“...... ڈرائیور نے کہا تو ٹائیگر نے میٹر دیکھ کر اسے کرایہ دیا اور ساتھ ہی ٹپ بھی دی اور ٹیکسی سے نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ریستوران کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ریستوان کا ہال تقریباً خالی پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان سوٹ پہنے ایک اونچے سٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹائیگر کے کاؤنٹر پر پہنچنے پر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”یس سر“...... اس نے بڑے کاروباری انداز میں کہا۔

”مجھے اس کالونی کا نقشہ چاہئے۔ کیا یہاں سے مل سکتا ہے“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”یس سر۔ ہمارے پاس ہے“...... نوجوان نے کہا اور کاؤنٹر کے نیچے سے اس نے ایک تہہ شدہ نقشہ نکالا اور ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

”کتنی قیمت ہے اس کی“...... ٹائیگر نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ایک ڈالر سر“...... نوجوان نے جواب دیا تو ٹائیگر نے دس ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”ایک کپ ہاٹ کافی بھی بھجوا دو اور باقی تمہارے“...... ٹائیگر نے کہا تو نوجوان کے چہرے پر یکلخت چمک سی ابھر آئی۔

”تھینک یو سر“...... نوجوان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر مڑا اور ہال کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ بڑے ترقی یافتہ ممالک میں بڑی بڑی کالونیوں کے حکومت کی طرف سے تفصیلی نقشے شائع کئے جاتے ہیں جو وہاں کی عام دکانوں سے مل جاتے ہیں تا کہ اجنبی لوگ ان کی مدد سے اپنی منزل مقصود پر آسانی سے پہنچ جائیں اس لئے ٹائیگر کو یقین تھا کہ پرل کالونی کا نقشہ بھی اسے یہاں یا کسی اور قریبی دکان سے مل جائے گا۔ ٹائیگر

نے کرسی پر بیٹھ کر نقشے کو کھول کر میز پر رکھا اور پھر اس پر جھک گیا۔ اسے لارڈ مائلو ہاؤس کی تلاش تھی اور پھر تھوڑی سی محنت کے بعد اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا کیونکہ واقعی نقشے میں لارڈ پیلس نام کی ایک کوٹھی تو موجود تھی لیکن لارڈ مائلو ہاؤس موجود نہ تھا۔

”یہی میرا ٹارگٹ ہے۔ ہو سکتا ہے آئزک نے نیم بے ہوشی کے عالم میں غلط نام لے دیا ہو“...... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ویٹر ایک ٹرے اٹھائے اس کے قریب پہنچ گیا۔ ٹائیگر نے نقشہ اٹھا کر اسے تہہ کر دیا جبکہ ویٹر نے کافی کے برتن میز پر لگا دیئے۔ ٹائیگر نے ایک نظر ویٹر کی طرف دیکھا۔ وہ ادھیڑ عمر اور چہرے سے ہی خاصا تیز اور ہوشیار نظر آ رہا تھا۔

”کیا نام ہے تمہارا“...... ٹائیگر نے اس سے کہا تو وہ چونک پڑا۔

”سر۔ میرا نام البرٹ ہے“...... ویٹر نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ اس کا تجربہ تھا کہ گاہک ویٹرز سے عام طور پر اس قسم کے سوالات نہیں کرتے۔

”یہاں کب سے ہو“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”جناب۔ پندرہ سالوں سے“...... ویٹر نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اگر تم چاہو تو دس ڈالر کما سکتے ہو“۔ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”وہ کس طرح سر“...... ویٹر کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”یہاں نہیں۔ کسی اور جگہ بات ہو سکتی ہے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”یس سر۔ ادھر سپیشل رومز ہیں۔ آپ وہاں آ جائیں۔ میں وہیں ہوں گا“...... ویٹر نے ایک طرف کونے میں جاتی ہوئی راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ نقشہ وہ تہہ کر کے واپس جیب میں ڈال چکا تھا۔ اس نے کافی کا کپ تیار کیا اور اطمینان سے کافی پینا شروع کر دی۔ گو اسے معلوم تھا کہ ویٹرز عام طور پر لوگوں سے غلط بیانی کر کے رقمیں کمانے کو عار نہیں سمجھتے لیکن اسے بھی اس مخلوق سے تقریباً ہر روز واسطہ پڑتا رہتا تھا اس لئے وہ ان کی نفسیات سے بھی اچھی طرح واقف تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ اس البرٹ نامی ویٹر سے درست بات اگلوا لے گا۔ کافی پی کر وہ اٹھا اور اس راہداری کی طرف بڑھ گیا جس طرف ویٹر نے اشارہ کیا تھا۔ اسی لمحے البرٹ ویٹر آیا اور اس نے میز پر موجود برتن اٹھائے اور وہ بھی اس راہداری کی طرف مڑ گیا۔ راہداری خالی پڑی تھی۔ سپیشل رومز کے دروازے بھی کھلے ہوئے تھے۔

”ادھر آ جائیں جناب“...... ویٹر نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ٹائیگر اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے ویٹر بھی آ گیا اور اس نے مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔

”جی۔ اب فرمائیں جناب۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں“۔ ویٹر نے ٹرے کو میز پر رکھتے ہوئے جھک کر کہا۔

”مائلو کلب کا مالک لارڈ مائلو ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کی رہائش گاہ پرل کالونی میں ہے اور اس کا نام لارڈ مائلو ہاؤس ہے لیکن یہاں نقشے میں اس نام کی کوئی کوٹھی نہیں ہے۔ البتہ یہاں لارڈ پیلس ہے۔ تم بتاؤ کہ لارڈ مائلو ہاؤس کہاں ہے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”دس ڈالر دینے کا وعدہ کیا تھا آپ نے“...... ویٹر نے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے دس ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”جناب۔ آپ نے وہاں کس سے ملنا ہے“...... ویٹر نے نوٹ جھپٹ کر اسے جیب میں منتقل کرتے ہوئے کہا۔

”تم اسے چھوڑو۔ اصل بات کرو اور سنو۔ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ دس ڈالر بھی مجھے واپس مل جائیں گے اور تمہاری لاش بھی کسی گٹر میں تیرتی ہوئی نظر آئے گی“...... ٹائیگر نے سخت لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ مجھے معلوم نہیں“...... ویٹر نے جیب سے دس ڈالر کا نوٹ نکال کر ٹائیگر کے سامنے رکھا اور پھر میز پر موجود ٹرے اٹھا کر وہ تیزی سے مڑنے لگا۔

”سنو“...... ٹائیگر نے کہا تو ویٹر مڑتے مڑتے رک گیا۔

”تو تم مجھے دھوکہ دینا چاہتے تھے“...... ٹائیگر نے سخت لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ میں غریب آدمی ہوں۔ میں ایسے خطرناک معاملات میں نہیں پڑنا چاہتا جس میں دس ڈالر کے لئے جان دینا پڑے“...... ویٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے بتاؤ۔ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا“...... ٹائیگر نے جیب سے دس دس ڈالر کے دو نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ پہلے یہ بات سن لیں کہ میں آپ سے کوئی دھوکہ نہیں کروں گا۔ مجھے یہاں پندرہ سال کام کرتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ اگر میں ایسا آدمی ہوتا تو اب تک زندہ نہ رہتا۔ یہاں پرل کالونی میں واقعی کوئی لارڈ مائلو ہاؤس نہیں ہے بلکہ ایک کوٹھی ہے اس کا نام لارڈ پیلس ہے لیکن یہ ڈاکٹر رانسن کی کوٹھی ہے۔ وہ یہاں کے معروف ڈینٹسٹ ہیں۔ جہاں تک لارڈ مائلو ہاؤس کا تعلق ہے تو یہاں ایک کوٹھی ہے جس کا نام ہیرالڈ ہاؤس ہے لیکن اسے کہا لارڈ مائلو ہاؤس جاتا ہے“...... ویٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے“...... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

”اس لئے کہ لارڈ مائلو دنیا کا سب سے خطرناک آدمی ہے۔ وہ اس ہاؤس میں رہتا ہے۔ ہیرالڈ لارڈ مائلو کے والد کا نام تھا“۔ ویٹر

البرٹ نے جواب دیا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

‘‘تمہیں اتنی گہرائی میں اور اتنی تفصیل سے کیسے علم ہوا اس بارے میں’’...... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

‘‘اس لئے کہ میں وہاں چار سال تک لارڈ مائلو بار پر کام کرتا رہا ہوں۔ لارڈ مائلو بے پناہ شراب پینے کا عادی ہے لیکن وہ سادہ شراب نہیں پیتا بلکہ ایک خصوصی کاک ٹیل شراب بنوا کر پیتا ہے جسے اس نے مائلو کاک ٹیل کا نام دیا ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ بہت سی شرابوں کو ایک خاص تناسب سے ملا کر شراب تیار کی جاتی ہے اور میں وہاں کئی سالوں تک یہ کاک ٹیل تیار کرتا رہا ہوں’’...... ویٹر نے جواب دیا۔

‘‘کیا تم نے لارڈ مائلو کو دیکھا ہوا ہے’’...... ٹائیگر نے کہا۔

‘‘آپ یہاں بیٹھیں۔ میری چھٹی کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ برتن رکھ کر اور لباس تبدیل کر کے میں آتا ہوں۔ پھر تفصیل سے بات ہو گی’’...... ویٹر نے کہا۔

‘‘یہاں کا کرایہ کتنا ہے’’...... ٹائیگر نے پوچھا۔

‘‘صرف سو ڈالر فی گھنٹہ’’...... ویٹر نے جواب دیا تو ٹائیگر نے ایک سو ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

‘‘میرا نام تھامسن ہے’’...... ٹائیگر نے کہا تو البرٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ٹائیگر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ اسے نہ صرف اصل بات کا علم ہو گیا ہے بلکہ

اسے ایک ایسا آدمی بھی مل گیا ہے جس سے اسے انتہائی قیمتی معلومات بھی مل سکتی ہیں۔ وہ یہ سوچ کر خوش بھی ہو رہا تھا اور حیران بھی کہ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور البرٹ ویٹر اندر داخل ہوا۔ اس نے اب سادہ لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔

‘‘یہ میں اپنی طرف سے آپ کے لئے لایا ہوں’’...... البرٹ نے کہا۔

‘‘میں شراب نہیں پیتا۔ مجھے ڈاکٹر نے منع کیا ہوا ہے۔ یہ میری طرف سے تم پی سکتے ہو’’...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو البرٹ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس نے ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

‘‘یہ بکنگ کارڈ ہے اس کمرے کے لئے۔ اس گھنٹے کے لئے’’۔ الرٹ نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر جب البرٹ نے بوتل کھول کر دو گھونٹ لے لئے تو ٹائیگر نے اسے مزید بات کرنے کے لئے کہا۔

‘‘جناب۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ دراصل چاہتے کیا ہیں’’۔ البرٹ نے کہا۔

‘‘میں نے صرف معلومات حاصل کرنی ہیں اور بس۔ میرا کام صرف اتنا ہے’’...... ٹائیگر نے کہا تو البرٹ کا چہرہ قدرے مرجھا سا گیا۔

''کس قسم کی معلومات جناب'' ...... البرٹ نے کہا۔

''اس ہاؤس کے بارے میں۔ اس میں داخلے کی اور اس اندر حفاظتی انتظامات کی'' ...... ٹائیگر نے کہا۔

''آپ ان معلومات کا کیا کریں گے جناب'' ...... البرٹ پوچھا۔

''ایک پارٹی کو بھجواؤں گا اور بس'' ...... ٹائیگر نے جواب دیا البرٹ کا چہرہ مزید لٹک سا گیا۔

''جناب۔ اس میں کوئی غیر متعلق آدمی داخل ہو ہی نہیں سکتا ہر شخص کے کارڈ بنے ہوئے ہیں۔ ان کارڈز کو مشین چیک کرتی تو راستے کھلتے ہیں ورنہ نہیں'' ...... البرٹ نے جواب دیا۔

''اب بتاؤ کہ کیا تم نے لارڈ مائلو کو دیکھا ہوا ہے'' ...... ٹائیگر نے پہلے والا سوال دوہرایا۔

''نہیں جناب۔ وہ کسی کے سامنے نہیں آتے۔ ان کی آواز صرف ہاؤس کے اندر مائیک سے سنائی دیتی ہے جو ہر جگہ مو ہیں۔ میں وہاں جتنا عرصہ رہا، میں نے کبھی نہ اسے دیکھا اور نہ کسی اور نے مجھے بتایا کہ اس نے اسے دیکھا ہوا ہے'' ...... البر نے جواب دیا۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ آتا جاتا رہتا ہو گا۔ تم جو شراب بنا تھے وہ بھی اس تک پہنچائی جاتی ہو گی۔ اس کے علاوہ عورتیں وہا جاتی ہوں گی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اس بارے میں نہ جا

ہو'' ...... ٹائیگر نے کہا تو البرٹ بے اختیار ہنس پڑا۔

''آپ کو واقعی یقین نہیں آنا چاہئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں وہاں چار سال رہا ہوں۔ بار میں مجھے ڈیوٹی کے دوران لارڈ مائلو کی طرف سے شراب کا آرڈر ملتا اور جو میں پہلے ہی تیار کر چکا ہوتا تھا۔ چار بوتلیں ایک باکس میں رکھ کر باکس کو بار میں بنے ہوئے ایک خانے میں رکھ کر اس خانے کو بند کر دیتا۔ کچھ دیر بعد سیٹی بجتی تو خانہ کھل جاتا اور میں باکس کھولتا تو اس میں سے وہ چاروں بوتلیں غائب ہوتیں۔ ان کی جگہ چار خالی بوتلیں موجود ہوتی تھیں جنہیں میں اٹھا کر رکھ لیتا۔ پھر دوسرا آدمی ان خالی بوتلوں کو مخصوص انداز میں واش کر کے الماری میں موجود دوسری بوتلوں کے ساتھ رکھ دیتا تھا۔ ہم نے چار سالوں میں لارڈ مائلو کی صرف آواز ہی سنی ہے اور کبھی انہیں دیکھا نہیں'' ...... البرٹ نے کہا اور ساتھ ساتھ وہ بوتل سے شراب کے گھونٹ بھی لے لیتا تھا۔

''تم نے وہاں سے نوکری کیوں چھوڑ دی'' ...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''جناب۔ ہاؤس کیپر رچرڈ نے مجھ پر اپنی ایک دوست لڑکی کو تنگ کرنے کا الزام لگا کر فارغ کر دیا تھا۔ ویسے اس کا الزام درست تھا کیونکہ میری جوانی تھی اور وہ لڑکی مجھے اچھی لگتی تھی لیکن رچرڈ میری معمولی سی چھیڑ چھاڑ کو بھی برداشت نہ کر سکتا تھا اس لئے اس نے دو تین بار مجھے وارننگ دی لیکن میں باز نہ آیا تو اس

نے مجھے فارغ کر دیا۔ پھر میں نے یہاں نوکری کر لی''...... البرٹ نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ لارڈ مائلو کے آنے جانے کے لئے کوئی دوسرا راستہ ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''لازماً ہو گا۔ لیکن مجھے تو کیا کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے''۔ البرٹ نے جواب دیا۔

''رچرڈ کو تو معلوم ہو گا۔ کیا وہ اب بھی وہیں ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ وہ وہیں ہے۔ وہ اکثر یہاں آتا جاتا رہتا ہے اس لئے مجھے معلوم ہے لیکن مجھ سے اس کی ابھی تک بول چال نہیں ہے''...... البرٹ نے جواب دیا۔

''یہ رچرڈ کہاں کا رہنے والا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''کرانس کا ہی ہے۔ لیکن مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے''۔ البرٹ نے جواب دیا۔

''اوکے۔ شکریہ''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر دس ڈالر کا ایک اور نوٹ نکال کر اس نے البرٹ کے ہاتھ پر رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ دروازہ کھول کر باہر آیا اور ہال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ مین گیٹ سے نکل کر سڑک کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا کہ اچانک کاروں کے بریک اس کے قریب چیخے اور ٹائیگر یہ آوازیں سن کر اچھلا ہی تھا کہ دو سیاہ رنگ کی کاریں اس کے

قریب رکیں۔ کاروں کے دروازے کھلے اور چار مسلح افراد جو دونوں کاروں سے باہر آئے تھے ٹائیگر پر اس طرح پل پڑے جیسے شہد کی مکھیاں اچانک کسی پر حملہ کر دیتی ہیں اور ٹائیگر کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کے سر پر زور دار چوٹ لگی کہ اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی کی دبیز چادر پھیلتی چلی گئی۔ اس کے ذہن میں آخری احساس یہی ابھرا تھا کہ البرٹ نے اس سے غداری کی ہے۔

کرنل الفریڈ براؤن جو عام طور پر کرنل براؤن کہلاتا تھا اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... کرنل براؤن نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”چیف سیکرٹری صاحب سے بات کیجئے“...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”یس سر۔ کرنل الفریڈ براؤن بول رہا ہوں“...... کرنل براؤن نے اپنا پورا نام لیتے ہوئے کہا۔

”کرنل۔ پلونم کے سلسلے میں آپ نے کیا لائحہ عمل اختیار کیا ہے“۔ چیف سیکرٹری نے کہا۔

”میں نے آپ کو تحریری رپورٹ دی تھی جناب“...... کرنل براؤن نے چونک کر سائیڈ پر موجود وائس کمپیوٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ آپ کی رپورٹ میں نے پڑھی تھی۔ اس میں آپ نے یہی درج کیا تھا کہ آپ نے اسے ساران آئی لینڈ میں چھپا دیا ہے“...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

”یس سر۔ اور اب بھی وہیں ہے“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں اس کی حفاظت کے آپ نے کیا انتظامات کئے ہیں“...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

”جناب۔ وہاں میری تنظیم کی مشقیں مستقل طور پر ہوتی رہتی ہیں۔ تنظیم کا کوئی نہ کوئی سیکشن وہاں موجود رہتا ہے اس لئے کسی خصوصی انتظامات کی ضرورت نہیں ہے“...... کرنل براؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بات کس کس کو معلوم ہے کہ پلونم ساران آئی لینڈ میں ہے“...... چیف سیکرٹری نے پوچھا۔

”مجھے۔ سیکشن اے کے رچرڈ اور اس کی بیوی آئرش کو۔ یا پھر آپ کو رپورٹ دی گئی ہے“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”آپ کے جو سیکشن وہاں مشقیں کرتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں ہے“...... چیف سیکرٹری نے پوچھا۔

”نہیں جناب“...... کرنل براؤن نے جواب دیا۔

”آپ سیکشن اے کی ڈیوٹی وہاں لگا دیں۔ جب تک یہ استعمال میں نہیں آتی وہ اس کی حفاظت کریں“...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

”جناب۔ اس طرح تو یہ بات اوپن ہو جائے گی کیونکہ سیکشن اے کا وہاں مستقل موجود رہنا سوالیہ نشان بن جائے گا۔ آپ یہ بتائیں کیا آپ کو اس سلسلے میں کوئی اطلاع ملی ہے یا کسی خطرے کا علم ہوا ہے“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”اس دھات کو ہم نے لارڈ مائلو سے خریدا ہے اس لئے میرا خیال تھا کہ اگر اس کے پیچھے کوئی آئے گا تو پہلے لارڈ مائلو کے پاس ہی پہنچے گا۔ گو مجھے معلوم ہے کہ لارڈ مائلو کا گروپ کرانس پر چھایا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے کرانس میں ایک ایسے آدمی کو الرٹ کر دیا ہے جو اس مائلو گروپ میں خاصا عمل دخل رکھتا ہے۔ اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع دی ہے کہ مائلو گروپ کے کرانس ہیڈکوارٹر کے انچارج آئزک نے ایک پاکیشیائی کو پکڑ لیا تھا جو پارس کے مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں لارڈ مائلو کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا پھر رہا تھا لیکن پھر یہ حیرت انگیز اطلاع ملی کہ وہ پاکیشیائی ہیڈکوارٹر کے انچارج اور ٹارچنگ سیل کے دو گارڈز کو ہلاک کر کے ہیڈکوارٹر سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس اطلاع نے مجھے چونکا دیا ہے کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ پاکیشیائی اس دھات کے پیچھے کام کر رہے ہیں اس لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے“...... چیف سیکرٹری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن سر۔ مائلو گروپ تو بے حد وسیع گروپ ہے۔ وہ بے شمار دھندے کرتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ پاکیشیائی کسی دوسرے

دھندے کے سلسلے میں اس کے خلاف کام کر رہا ہو کیونکہ ایک بات تو یہ ہے کہ ایک آدمی تو ظاہر ہے لارڈ مائلو گروپ کے خلاف کام نہیں کر سکتا۔ سیکرٹ سروس کا پورا گروپ ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس دھات کے بارے میں صرف لارڈ مائلو کو علم ہے کہ وہ کہاں ہے اور اس تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا یا اس کے خاص آدمی شیفرڈ کو اس کا علم ہے اور شیفرڈ کرانس میں موجود ہی نہیں ہوتا۔ وہ ولنگٹن میں رہتا ہے اور وہیں رہ کر سارے سودے کرتا ہے اس لئے وہ چاہے لاکھ سر پٹک لیں انہیں معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ دھات کہاں گئی۔ پھر یہاں صرف ہمیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے اور ہم سے ٹکرائے بغیر وہ ساران تک نہیں پہنچ سکتے“...... کرنل براؤن نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”دیکھ لو۔ اگر یہ دھات غائب ہو گئی تو اس کے ساتھ ساتھ تم اور تمہاری تنظیم بھی سرکاری طور پر غائب کر دی جائے گی“...... چیف سیکرٹری نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل براؤن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”چیف سیکرٹری صاحب ایک آدمی سے ڈر رہے ہیں“...... کرنل براؤن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ایک خیال آنے پر اس نے رسیور اٹھایا اور اس نے دو نمبر یکے بعد دیگرے پریس کر دیئے۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کرانس کے دارالحکومت پارس میں جانی کلب کے جونیڈ سے میری بات کراؤ''...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''لیں''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''جونیڈ لائن پر ہیں جناب''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو جونیڈ۔ میں کرنل براؤن بول رہا ہوں کیرون سے''۔ کرنل براؤن نے کہا۔

''آج کیسے جونیڈ یاد آ گیا تمہیں کرنل براؤن''...... دوسری طرف سے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ لارڈ مائلو گروپ کے کرانس ہیڈکوارٹر سے کوئی پاکیشیائی انچارج آئزک کو ہلاک کر کے نکل گیا ہے''۔ کرنل براؤن نے کہا۔

''ارے۔ تمہیں اس کی اطلاع کیسے مل گئی اور کیوں دی گئی۔ کیا اس کی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت تھی''...... جونیڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہارا خیال ہے کہ مجھے اطلاع نہیں مل سکتی۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ ہم نے ایکریمیا اور روسیاہ کی حکومتوں کے مقابلے میں لارڈ مائلو سے کوئی خریداری کی ہے۔ اس کے پیچھے پاکیشیائی آ سکتے ہیں''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ تو یہ بات ہے۔ بہرحال تمہاری اطلاع درست ہے۔ آئزک کو ہلاک کر دیا گیا ہے لیکن اس پاکیشیائی کا تعلق کسی سروس سے نہیں ہے۔ وہ پاکیشیا کی انڈر ورلڈ کا آدمی ہے اور اس کی ہلاکت کا حکم دیا جا چکا ہے اس لئے آج نہیں تو کل بہرحال وہ ہلاک کر دیا جائے گا''...... جونیڈ نے کہا۔

''کیا یہ بات کنفرم ہے کہ اس کا کوئی تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے نہیں ہے''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''ہاں۔ یہ بات طے ہے۔ یہاں وہ انڈر ورلڈ کے جن لوگوں سے ملا انہوں نے بتایا ہے کہ اس کا نام ٹائیگر ہے اور وہ پاکیشیا کی انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اور خاصا معروف آدمی ہے''...... جونیڈ نے جواب دیا۔

''اس کا لارڈ مائلو سے کیا تعلق ہو سکتا ہے''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''اس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بڑی بڑی پارٹیوں کے لئے معلومات حاصل کرنے کا دھندہ کرتا ہے اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ کسی بڑی پارٹی نے لارڈ مائلو کے بارے میں خصوصی معلومات حاصل کرنے کے لئے اس کی خدمات حاصل کی ہوں''...... جونیڈ نے جواب دیا۔

''ایسی کون سی پارٹی ہو سکتی ہے''...... کرنل براؤن نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''لارڈ مائلو کا کاروبار پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور پھر وہ ایک کام بھی نہیں کرتا۔ اس کے کئی دھندے ہیں اس لئے اس کے دشمن بھی بہرحال پوری دنیا میں موجود ہوں گے''...... جونیڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ بہرحال اس سلسلے میں کوئی مزید معلومات تمہیں ملیں تو مجھے ضرور اطلاع دینا''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اطلاع دے دوں گا''...... جونیڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ بائی''...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تین بٹن یکے بعد دیگرے پریس کر دیئے۔

''یس سر''...... ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''گوفن۔ تمہارے ریکارڈ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل موجود ہے''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اس میں چیک کر کے مجھے فون پر بتاؤ کہ کسی ٹائیگر نامی آدمی کا بھی ذکر ہے یا نہیں''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرنل براؤن نے رسیور رکھ دیا۔ اسے اچانک یاد آ گیا تھا کہ اس نے ٹائیگر نام کے بارے میں فائل میں پڑھا تھا۔ ان کے پاس فائل موجود تھی اور اس

میں زیادہ تر تفصیلات عمران کے بارے میں تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کا نام بھی اس نے پڑھا تھا جو اس کے ذہن میں تھا اور پھر تقریباً بیس منٹ بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ کرنل براؤن نے کہا۔

''گوفن بول رہا ہوں باس۔ ریکارڈ روم سے''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''یس۔ کیا رپورٹ ہے''...... کرنل براؤن نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

''جناب۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل میں ٹائیگر کا نام موجود ہے۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے انتہائی خطرناک ایجنٹ علی عمران کا شاگرد ہے اور انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اور اسے بھی خاصا تیز، دلیر اور خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے''۔ گوفن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... کرنل براؤن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس کا خیال درست ثابت ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ چیف سیکرٹری صاحب کا خیال درست تھا۔ پاکیشیائی ایجنٹ کام کر رہے ہیں اور انہوں نے لارڈ مائلو سے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس نے پلونم کہاں فروخت کی ہے، اس انڈر ورلڈ میں کام کرنے والے ٹائیگر کو بھیجا ہے کیونکہ لارڈ مائلو کا سارا کاروبار ہی انڈر ورلڈ میں

ہے“...... کرنل براؤن نے خودکلامی کے سے انداز میں بڑبڑا
ہوئے کہا۔

”مجھے واقعی رچرڈ اور آئرش کو وہاں بھیج دینا چاہئے“...... کر
براؤن نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ایک بار پھر خودکلامی
انداز میں کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے دو نمبر پر
کر دیئے۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری
آواز سنائی دی۔

”رچرڈ سے بات کراؤ“...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور ر
دیا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسی
اٹھا لیا۔

”یس“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”رچرڈ لائن پر ہے باس“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”یس چیف۔ میں رچرڈ بول رہا ہوں“...... دوسری طرف
رچرڈ کی آواز سنائی دی۔

”رچرڈ۔ آئرش کو ساتھ لے کر تم ساران آئی لینڈ پہنچ جاؤ
اپنے گروپ کے جتنے آدمی چاہو ساتھ لے جاؤ۔ تم نے تین ماہ تک
اب وہیں رہنا ہے“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”کوئی خاص بات ہو گئی ہے چیف“...... رچرڈ نے حیرت بھ

لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ چیف سیکرٹری صاحب کا فون آیا تھا کہ پلونم کے پیچھے پاکیشیائی ایجنٹوں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ لارڈ مائلو کو چیک کر رہے ہیں تاکہ اس سے معلوم کیا جا سکے کہ اس نے پلونم کے فروخت کی ہے اور جیسے ہی انہیں وہاں سے ہمارے بارے میں علم ہو گا وہ سیدھے یہاں پہنچ جائیں گے اس لئے بہتر ہے کہ تم وہیں رہو“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”چیف۔ آپ کے حکم کی تعمیل تو ہم پر فرض ہے لیکن اس طرح الٹا ہم خود اس جگہ کی نشاندہی کر دیں گے جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے اور پھر وہاں ایسا کوئی سٹور بھی نہیں ہے کہ جس کی ہم وہاں حفاظت کریں۔ پلونم تو زمین سے نکالی گئی تھی اور اب واپس زمین کے اندر چلی گئی ہے اور وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اب جب وہ یہاں آئیں گے تو لازماً آپ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے وہ آپ کے پاس پہنچیں گے اور آپ سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے ہمارا یہاں پارس میں رہنا ضروری ہے۔ ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور ایمرجنسی کی صورت میں ہم ساران آئی لینڈ بھی پہنچ سکتے ہیں“۔ رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری بات تو ٹھیک ہے۔ میرے اور تم دونوں کے علاوہ اور کسی کو اس بارے میں معلوم نہیں ہے تو انہیں بالا بالا کیسے علم ہو

جائے گا۔ ٹھیک ہے۔ لیکن آج سے تم نے الرٹ رہنا ہے''۔ کرنل براؤن نے کہا۔

''ہم تو پہلے ہی الرٹ ہیں چیف''...... رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ٹائیگر کی آنکھیں کھلیں تو اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں بے ہوش ہونے سے پہلے کے واقعات کسی فلم کے مناظر کی طرح گھوم گئے۔ اسے یاد تھا کہ ٹیکسی کے ذریعے یہاں پرل کالونی کے آغاز میں ایک ریستوران میں وہ گیا تھا اور وہاں اس نے البرٹ نامی ویٹر سے لارڈ ہاؤس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اور پھر ریستوران سے باہر آتے ہی دو کاریں اچانک اس کے قریب رکیں اور ان میں سے اترنے والے افراد اس پر اس طرح جھپٹ پڑے تھے جیسے بھوکے چیتے اپنے شکار پر جھپٹتے ہیں اور ٹائیگر کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ اس وقت بھی اس کے ذہن میں البرٹ ویٹر کا ہی خیال آیا تھا کہ اس نے اس کے بارے میں نشاندہی کی ہے اور اب ہوش میں آتے ہی اس کے ذہن میں ایک بار پھر البرٹ کا ہی خیال آیا

تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ ایک خاصے بڑے کمرے میں راڈز میں جکڑا ہوا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر شاید چوٹ لگائی گئی تھی کیونکہ ابھی تک اس کے سر میں درد کا احساس موجود تھا۔ پھر اس نے راڈز کھولنے کے لئے ٹانگ کو موڑا لیکن دوسرے لمحے وہ یہ محسوس کر کے چونک پڑا کہ اس کے دونوں پیروں کو کرسی کے پیروں کے ساتھ موجود راڈز میں جکڑا دیا گیا تھا اس لئے اس کی ٹانگیں معمولی سی حرکت بھی نہ کر سکتی تھیں۔ ابھی وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ کیا ان کا تعلق واقعی لارڈ مائلو گروپ سے ہے یا وہ کسی اور گروپ کے ہاتھ لگ گیا ہے کہ دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے عام سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازے کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی اٹھا کر ٹائیگر کے سامنے کچھ فاصلے پر رکھ دی۔

''میں کہاں ہوں''...... ٹائیگر نے اس سے پوچھا لیکن اس آدمی نے اس طرح اس کی بات سنی ان سنی کر دی جیسے وہ کانوں سے بہرہ ہو۔

''تم بہرے ہو۔ سن نہیں رہے''...... ٹائیگر نے اس بار چیخ کر کہا لیکن اس آدمی نے کوئی جواب نہ دیا اور کرسی رکھ کر وہ مڑا اور جا کر دروازے کے قریب دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا اور بڑی اجنبی نظروں سے ٹائیگر کو دیکھنے لگا۔ لیکن ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اس آدمی کی جیب سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو

ٹائیگر نے اس آدمی کو چونکتے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ ظاہر ہے اس کے اس طرح گھنٹی کی آواز پر چونکنے کا مطلب تھا کہ وہ بہرہ نہیں ہے۔ اس نے جیب سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے کان سے لگا لیا۔

''یس باس۔ بریڈی بول رہا ہوں ٹارچنگ روم سے''...... اس آدمی نے اس انداز میں کہا جیسے وہ ٹرانسمیٹر کی بجائے فون پر بات کر رہا ہو۔ شاید یہ کوئی جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر تھا جس میں بار بار اوور کہہ کر اسے آن آف نہ کرنا پڑتا تھا۔

''یس باس۔ اسے ہوش آ چکا ہے''...... بریڈی نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس جیب میں ڈال لیا لیکن اس بار ٹائیگر نے بھی کوئی بات نہ کی کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ دانستہ اس کی باتوں کو سنی ان سنی کر رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اب وہ اپنی اس کرسی سے رہائی کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن بظاہر اسے کوئی ترکیب سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس نے کرسی پر عقب میں دباؤ ڈال کر اسے چیک کرنے کی کوشش کی لیکن کرسی کے پائے بڑی گہرائی تک فرش میں گڑھے ہوئے تھے اس لئے کرسی نے معمولی سی حرکت بھی نہیں کی تھی۔

ٹائیگر کے ہونٹ بھینچ گئے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ اس سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد اسے گولی مار دی جائے گی اس لئے وہ کوئی نہ کوئی ایسا طریقہ سوچنا چاہتا تھا جس سے بروقت اپنا تحفظ کر سکے

لیکن کوئی طریقہ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ اس کی دونوں ٹانگیں کرسی کے پایوں کے ساتھ کڑوں میں جکڑنے کی وجہ کیا تھی۔ کیا وہ اسے ٹانگ موڑ کر عقب میں موجود بٹن پریس کرنے سے روکنا چاہتے تھے۔ اگر ایسا تھا تو لامحالہ اس کی ایک ٹانگ کو باندھنا ہی کافی تھا یا راڈز کو کھولنے اور بند کرنے کا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جاتا ہے لیکن یہ سب سوچنے کے باوجود کوئی بات اپنے تحفظ کے لئے اسے سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ وہ اس وقت واقعی اپنے آپ کو خاصی حد تک بے بس محسوس کر رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے اپنے دونوں پیروں کو حرکت دینا شروع کر دی۔ اس نے اپنے دونوں جوتوں کی ایڑیوں کو آہستہ سے سائیڈ پر رکھ کر دبایا تو معمولی سے جھٹکوں سے دونوں ایڑیوں میں سے خنجر نما پھل باہر آ گئے اور اس نے آہستہ آہستہ پیروں کو گھما کر ایڑیوں سے نکلے ہوئے فولادی اور تیز پھلوں سے فرش کو کھودنا شروع کر دیا۔ دیوار سے لگے کھڑے آدمی کی توجہ ٹائیگر کے چہرے پر تھی اور وہ بڑے ڈھیلے ڈھالے انداز میں کھڑا تھا۔

اچانک ٹائیگر کو محسوس ہوا کہ فرش سے کوئی تار نکل کر عقبی پائے کی طرف جا رہی ہے۔ اس نے فولادی پھل کو اس تار سے اٹکا دیا۔ اب وہ ایک زوردار جھٹکے سے اس تار کو کاٹ یا توڑ سکتا تھا اور اسے یقین تھا کہ اس تار کے ٹوٹتے ہی نہ صرف اس کے جسم کے گرد

موجود راڈز غائب ہو جائیں گے بلکہ اس کے دونوں پیروں کے گرد موجود کڑے بھی غائب ہو جائیں گے اور وہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ اب اسے اپنے پیروں کے جکڑے جانے کی وجہ معلوم ہو گئی تھی۔ یہی تار سائیڈ کرسی کے پائے سے نکل کر فرش کے اندر سے کرسی کے سائیڈ پائے سے ہو کر عقبی پائے کی طرف چلی گئی تھی اور چونکہ انہیں خطرہ لاحق تھا کہ اگر پیر نہ باندھے گئے تو ان پیروں کی مدد سے اس تار کو اکھاڑا جا سکتا ہے اور پھر کاٹا یا توڑا جا سکتا ہے اس لئے انہوں نے پیروں کو کڑوں کے ساتھ کلپ کر دیا تھا تاکہ یہ خطرہ ہی ختم ہو جائے اور اگر ٹائیگر کے جوتوں کی ایڑیوں کے عقب میں فولادی پھل موجود نہ ہوتے تو وہ کسی صورت بھی اس تار کو نہ اکھاڑ سکتا تھا اور نہ کاٹ یا توڑ سکتا تھا۔ ابھی ٹائیگر بیٹھا یہ سب کچھ سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک بھاری جسم اور لمبے قد کا گینڈے نما آدمی اندر داخل ہوا تو دروازے کے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی نے اسے باقاعدہ فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔

”یہ کب ہوش میں آیا ہے بریڈی“...... آنے والے نے اس آدمی سے ٹائیگر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”جناب۔ میں اندر داخل ہوا تو یہ پہلے ہی ہوش میں تھا۔ اس نے مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا“...... بریڈی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ اس کا میک اپ تو اتر گیا ہے۔ اب یہ اپنی اصل شکل

میں ہے۔ اب یہ خود بتائے گا کہ یہ لارڈ صاحب کے بارے میں کیوں معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہے''...... اس آدمی نے آگے بڑھ کر سامنے رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ بریڈی اس کی کرسی کے عقب میں کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ گینڈے نما آدمی کرسی پر بیٹھ کر چند لمحوں تک غور سے ٹائیگر کو اس انداز میں دیکھتا رہا جیسے اس کا ذہن پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... اس آدمی نے خاصے سخت لہجے میں کہا۔

''میرا نام رضوان ہے''...... ٹائیگر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو وہ آدمی ٹائیگر کا لہجہ سن کر بے اختیار چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن دوسرے لمحے وہ نارمل ہو گیا۔

''تم پاکیشیائی ہو''...... اس آدمی نے پوچھا۔

''میرا انٹرویو لینے سے پہلے اپنا تعارف بھی کرا دو تا کہ مجھے معلوم ہو سکے کہ کیا تم واقعی کوئی اہم شخصیت ہو جسے سب کچھ بتا دیا جائے یا نہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''اوہ۔ خاصے جی دار واقع ہوئے ہو۔ میرا نام ہلٹن ہے اور میں مائلو گروپ کا فرسٹ چیف ہوں''...... اس آدمی نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن فرسٹ چیف تو لارڈ مائلو ہے۔ تم سیکنڈ چیف تو ہو سکتے

ہو۔ فرسٹ چیف کیسے بن سکتے ہو''...... ٹائیگر نے کہا تو وہ آدمی بے اختیار ہنس پڑا۔

''تم نے مائلو گروپ کو ایک عام مجرم تنظیم سمجھ رکھا ہے۔ مائلو گروپ انٹرنیشنل تنظیم ہے۔ اس میں بے شمار سیکشنز ہیں۔ لارڈ مائلو پوری تنظیم کے سربراہ ہیں جبکہ ہر سیکشن کے انچارج کو فرسٹ چیف کہا جاتا ہے''...... اس بار ہلٹن نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارا سیکشن کون سا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''تم اس بات کو چھوڑو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم کیوں لارڈ مائلو کے پیچھے بھاگتے پھر رہے ہو۔ اگر اصل بات بتا دو گے تو ٹوٹ پھوٹ سے بچ جاؤ گے ورنہ بریڈی کسی انسان کو عبرتناک حالت میں پہنچانے میں پورے کرانس میں مشہور ہے''...... ہلٹن نے کہا۔

''جیسا کہ میں نے اپنا نام بتایا ہے کہ میرا نام رضوان ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے ہے اور میرا کام معلومات حاصل کرنا ہے۔ مجھ سے ایک پارٹی نے معاہدہ کیا ہے کہ میں معلوم کروں کہ پلوٹم نامی دھات جو کہ مائلو گروپ نے پاکیشیا سے حاصل کی ہے وہ اس وقت کہاں ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کا علم صرف لارڈ مائلو کو ہی ہو سکتا ہے اس لئے میں اسے تلاش کر رہا تھا۔ تمہیں شاید پرل کالونی کے پرل ریستوران کے ویٹر البرٹ نے میرے بارے میں اطلاع دی ہے تو تم اس سے خود پوچھ لو کہ میں نے اس سے بھی یہی کہا تھا

کہ میرا کام صرف معلومات حاصل کرنا ہے اور بس''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ ہمیں البرٹ ویٹر نے اطلاع دی ہے کہ لارڈ مائلو کے بارے میں ایک آدمی پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے۔ ہمیں پہلے سے اس آدمی کی تلاش تھی جس نے ہیڈکوارٹر کے انچارج آئزک کو ہلاک کر دیا تھا لیکن وہ پاکیشیائی تھا جبکہ تم مقامی آدمی تھے۔ بہرحال ہم نے تمہیں پکڑ لیا اور پھر بے ہوش کر دیا۔ پھر تمہاری چیکنگ ہوئی تو پتہ چلا کہ تم ماسک میک اپ میں ہو۔ تمہارا ماسک اتارا گیا تو اندر سے تم پاکیشیائی نکلے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ہی وہ آدمی ہو جس نے آئزک اور اس کے دونوں ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ لارڈ مائلو نے تمہارے فوری قتل کا حکم دیا ہے لیکن میں تمہیں ہلاک کرنے سے پہلے جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری پارٹی کون ہے''...... ہلٹن نے کہا۔

''میں بتا دوں گا۔ جب میں نے مر ہی جانا ہے تو پھر مجھے کسی چیز کے چھپانے کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے لیکن مجھے صرف اتنا بتا دو کہ میں جہاں موجود ہوں یہ کون سی جگہ ہے اور کیا میری بات لارڈ مائلو سے ہو سکتی ہے''...... ٹائیگر نے بڑے مسمسے سے لہجے میں کہا تو ہلٹن بے اختیار ہنس پڑا۔

''لارڈ مائلو سے تمہاری بات تو کیا میری بات نہیں ہو سکتی۔ ہاں۔ اگر وہ خود چاہے تو بات کی جا سکتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ تم اس وقت کہاں ہو تو تم اس وقت ہیرالڈ ہاؤس کے تہہ خانے میں ہو اور یہاں سے تمہاری لاش بڑے گٹر میں پھینک دی جائے گی۔ ہاں۔ ایک کام ہو سکتا ہے کہ تم سب کچھ سچ بتا دو تو میرا وعدہ کہ میں تمہیں بڑی آسان موت ماروں گا۔ تمہیں بس تھوڑی سی تکلیف ہو گی ورنہ یہ بریڈی، اس کو تو شوق ہے لوگوں کو تڑپا تڑپا کر مارنے کا''...... ہلٹن نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آسان موت ہی مرنا چاہتا ہوں اس لئے میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ میری پارٹی کا نام علی عمران ہے اور علی عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور تمہارے لارڈ مائلو نے پاکیشیا کی سرحد سے انتہائی قیمتی اور نایاب دھات پلونم حاصل کر کے کسی کو فروخت کر دی ہے یا کرنے والا ہے۔ بس مجھے یہی معلومات چاہئیں۔ اس لئے میں لارڈ مائلو سے ملنا یا بات کرنا چاہتا ہوں تاکہ اصل حقیقت معلوم کی جا سکے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تم سچ بول رہے ہو۔ او کے''...... ہلٹن نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''بریڈی۔ ہلٹن نے گردن موڑے بغیر عقب میں کھڑے بریڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس چیف''...... بریڈی نے آگے بڑھ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''سنو۔ اس نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے اس لئے میں اپنا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وعدہ وفا کرنا چاہتا ہوں۔ اسے اس قدر آسان موت مارنا کہ بے چارے کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ پھر اس کی لاش مین گٹر میں پھینک دینا''...... ہلٹن نے کہا اور واپس مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''یس چیف۔ حکم کی تعمیل ہو گی''...... بریڈی نے کہا اور وہ بھی مڑ کر ہلٹن کے پیچھے چل پڑا۔ جب ہلٹن دروازے سے باہر چلا گیا تو بریڈی نے دروازہ بند کیا۔ ٹائیگر نے اس دوران تار کو کاٹنے کے لئے پیر کو زور سے جھٹکا دیا لیکن تار شاید اس کی توقع سے کہیں زیادہ مضبوط تھی اس لئے باوجود پیر کو بار بار جھٹکا دینے کے تار کٹ یا ٹوٹ نہ رہی تھی۔ بریڈی واپس مڑا تو اس کے چہرے پر طنزیہ تاثرات نمایاں تھے۔

''تو تم آسان موت مرنا چاہتے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ بریڈی کے ہاتھوں آسان موت۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے''...... بریڈی نے طنزیہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور کمرے کے ایک کونے میں موجود فولادی الماری کی طرف بڑھ گیا۔

''لارڈ مائلو اسی بلڈنگ میں رہتا ہے''...... ٹائیگر نے پہلے کی طرح اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو بریڈی ایک جھٹکے سے مڑا۔

''تمہیں موت سے خوف نہیں آتا۔ کیوں''...... بریڈی نے اس کے اطمینان پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر اس نے الماری کھولی اور الماری میں سے اس نے ایک خاردار کوڑا نکال لیا۔ یہ انتہائی خطرناک کوڑا تھا کیونکہ اس کے اوپر باقاعدہ خاردار تار لپیٹی گئی تھی اور اس کوڑے کی ضرب جہاں لگتی تھی وہاں کا گوشت ٹکڑوں میں اڑ جاتا تھا اور زیادہ سے زیادہ قوت برداشت کا مالک بھی اس کی دو تین ضربیں بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ بریڈی نے الماری بند کر دی اور پھر کوڑے کو ہوا میں چٹخاتا ہوا قدم بڑھاتا ٹائیگر کی طرف آنے لگا۔ اس کے چہرے پر یکلخت اس طرح سفاکی کے تاثرات ابھر آئے تھے جیسے اس کا چہرہ گوشت کی بجائے کسی سخت ترین چٹان سے تراشا گیا ہو۔ آنکھوں میں ان شکاریوں جیسی چمک ابھر آئی تھی جنہیں شکار نظر آ گیا ہو۔

''تو تمہیں خوف نہیں آتا۔ کیوں''...... بریڈی نے قریب آ کر بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تمہاری جیب میں مشین پسٹل موجود ہے''...... ٹائیگر نے اسی اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو بریڈی ایک بار پھر چونک پڑا۔

''ہاں ہے۔ لیکن میں اس کوڑے سے تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ ادھیڑ دوں گا۔ تم چیخو گے، پیٹو گے، روؤ گے لیکن میں تمہیں عبرتناک موت ماروں گا۔ عبرتناک موت''...... بریڈی نے مزے لے لے کر بولتے ہوئے کہا۔ اس کے بولنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نفسیاتی طور پر اذیت پسند آدمی ہے اور شاید اسی لئے اسے اس ٹارچنگ روم کا انچارج بنایا گیا تھا۔

''مجھے ایک نظر یہ مشین پسٹل دکھا دو۔ پھر جو چاہے کرتے رہنا''۔ ٹائیگر نے پہلے کی طرح بے حد مطمئن لہجے میں کہا۔

''تم ذہنی طور پر پاگل تو نہیں ہو گئے۔ یہ سب کیا کہہ رہے ہو۔ لیکن ٹھہرو۔ میں چیک کر لیتا ہوں''...... بریڈی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم کو سینکڑوں بلیڈوں سے چھیل دیا گیا ہو لیکن یہ ضرب فی الواقع زور دار نہ تھی کیونکہ جس جگہ کوڑا مارا گیا تھا وہاں فولادی راڈز موجود تھے اس لئے کوڑے کا زیادہ حصہ ان فولادی راڈز سے ٹکرایا تھا لیکن جو تھوڑا سا حصہ ٹائیگر کی گردن اور کاندھے سے ٹکرایا تھا اس نے بھی ٹائیگر کے جسم میں جیسے شعلے سے بھر دیئے تھے۔ ٹائیگر کے جسم کو اس ضرب سے اس قدر زور دار جھٹکا لگا کہ وہ تار جو اس کی کوشش کے باوجود نہ کٹ رہا تھا وہ ایک ہی جھٹکے سے کٹ گیا اور پھر اس سے پہلے کہ بریڈی دوبارہ کوڑا مارتا، کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی ٹائیگر کے جسم کے گرد موجود راڈز غائب ہو گئے اور اس کے دونوں پیر بھی کڑوں سے آزاد ہو گئے کیونکہ زور دار جھٹکے سے اب تک نہ کٹ سکنے والی تار کٹ گئی تھی۔

''ارے۔ یہ کیا مطلب''...... بریڈی نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اس کا یہ انداز لاشعوری تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا ٹائیگر کسی کھلتے ہوئے طاقتور سپرنگ کی مانند اچھلا اور دوسرے لمحے بریڈی چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ اس کے ہاتھ سے خاردار کوڑا نکل کر ایک طرف جا گرا تھا لیکن بریڈی میں واقعی بے پناہ پھرتی موجود تھی۔ اچانک نیچے گرتے ہی اس نے یکلخت

جھٹکا کھایا اور اس کے دونوں پیر فرش پر جمے اور پلک جھپکنے میں وہ کسی نیزے کی طرح سیدھا ٹائیگر سے آ ٹکرایا اور اس بار ٹائیگر اچھل کر اپنی پشت پر موجود کرسی پر اس طرح جا گرا جیسے کسی نے اسے اٹھا کر کرسی پر پھینک دیا ہو لیکن کرسی کی سیٹ پر گرتے ہی ٹائیگر کی دونوں ٹانگیں کمان سے نکلنے والے تیروں کی طرح جھٹکے سے آگے بڑھیں اور ٹائیگر پر حملہ آور بریڈی کے سینے پر اس قدر قوت سے لگیں کہ ایک بار پھر بریڈی چیختا ہوا واپس پشت کے بل فرش پر جا گرا لیکن اس بار ٹائیگر اچھل کر کھڑا ہونے کی بجائے یکلخت الٹی قلابازی کھا کر کرسی کے عقب میں جا گرا اور اس کے اس طرح بیک پر چلے جانے کی وجہ سے بریڈی جو نیچے گر کر پہلے کی طرح ایک بار پھر اچھل کر پوری قوت سے ٹائگر کو کچلنے کے لئے کھلے سپرنگ کی طرح کرسی کی طرف آیا تھا ٹائیگر کے اچانک عقب میں چلے جانے کی وجہ سے وہ سینے کے بل ایک خوفناک دھماکے سے راڈز والی کرسی پر گرا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے یکلخت چیخ نکلی اور وہ پھڑک کر کرسی سے نیچے فرش پر جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس کا جسم اڑنے والے سانپ کی طرح یکلخت سمٹا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اچھل کر کھڑا ہوتا یا سنبھلتا ٹائیگر کی لات پوری قوت سے گھومی اور اس کے بوٹ کی ٹو بریڈی کی کنپٹی پر پوری قوت سے لگی اور بریڈی کا سمٹتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا لیکن دوسرے لمحے ٹائیگر نے دوبارہ لات گھمائی اور اس بار یہ ضرب پھر

بریڈی کی کنپٹی پر پڑی اور بریڈی کے جسم نے ایک پھر زور دار جھٹکا کھایا لیکن پھر اس کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور ٹائیگر نے بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔

بریڈی نے جس انداز میں فائٹ کی تھی اس سے ٹائیگر کو واقعی دانتوں پسینہ آ گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ بریڈی صرف کوڑے مارنے کا ہی ماہر نہیں ہے بلکہ انتہائی مضبوط اور پھرتیلا جسم رکھنے کے ساتھ ساتھ مارشل آرٹ میں بھی ماہر ہے۔ ٹائیگر چند لمحوں تک لمبے لمبے سانس لے کر اپنا سانس بحال کرتا رہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے بریڈی کو اٹھا کر ساتھ والی کرسی پر ڈالا۔ یہ کرسی اس کرسی کے ساتھ تھی جس کرسی پر پہلے ٹائیگر کو بٹھایا گیا تھا اور پھر کرسی کے عقب میں جا کر اس نے بٹن پر پیر مارا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی راڈز بریڈی کے جسم کے گرد نمودار ہو گئے۔ جس تار نے راڈز کو غائب کیا تھا وہ صرف اس کرسی کی حد تک محدود تھا جس پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری کرسیوں کے نیچے تاریں محفوظ تھیں۔

ٹائیگر نے جھک کر پایوں کے ساتھ موجود کڑوں میں بریڈی کی ٹانگیں دے کر دبایا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ کڑے بند ہو گئے۔ اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ دونوں کڑے بند تو ہاتھوں سے ہوتے ہیں لیکن جب کھلتے ہیں تو دوسرے راڈز کے ساتھ ہی خودبخود کھل جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ٹائیگر مڑا اور پنجوں کے بل دوڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔ اب وہ بریڈی سے سب کچھ معلوم کر لینا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ایسے نفسیاتی مریض جو دوسروں کو اذیت دینا پسند کرتے ہیں وہ خود ایک لمحے کے لئے بھی اذیت برداشت نہیں کر سکتے اور ان چھوٹے لوگوں کو بہرحال خاصی معلومات ہوتی ہیں۔ اس نے فرش پر پڑا ہوا وہی کوڑا اٹھایا اور اسے اپنی بیلٹ کے ساتھ اڑس کر وہ آگے بڑھا اور اس نے راڈز میں جکڑے ہوئے بریڈی کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔

چند لمحوں بعد ہی بریڈی کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور پھر بیلٹ کے ساتھ اڑسا ہوا خار دار کوڑا نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ بریڈی نے چند لمحوں بعد ہی کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں تو اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن راڈز میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ پھر اس کی نظریں سامنے کھڑے ٹائیگر پر جم گئیں۔ اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”تم۔ تم کس طرح راڈز سے آزاد ہو گئے۔ کیسے ہو گئے آزاد“...... بریڈی نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں کہا۔

”میرے گلے اور کاندھے میں ابھی تک اس خار دار کوڑے کی ضرب کی وجہ سے انگارے سے دہکتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں لیکن اس ضرب نے مجھے راڈز سے آزاد کرا دیا تھا“...... ٹائیگر نے

کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بوٹ کی ایڑی سے نکلنے والے فولادی پھلوں اور ان کے ذریعے تار کو فرش سے باہر نکال کر کاٹنے کی تفصیل بتا دی۔

"حیرت انگیز۔ تم واقعی حیرت انگیز آدمی ہو۔ مجھے پہلے ہی تمہارا اطمینان دیکھ کر سب کچھ سمجھ جانا چاہئے تھا۔ کاش میں تمہیں چیک کر لیتا"...... بریڈی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اب بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے اور اس کمرے سے باہر کتنے افراد ہیں اور لارڈ مائلو کہاں رہتا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ اب اگر معلوم ہے بھی تو میں تمہیں کچھ بتانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے تنظیم سے وفاداری کا حلف لیا ہوا ہے اور میں تنظیم سے غداری نہیں کر سکتا"...... بریڈی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اچھا اصول ہے۔ غداری نہیں کرنی چاہئے"۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور جیسے ہی اس کا فقرہ مکمل ہوا ٹائیگر کا وہ بازو جس میں اس نے خار دار کوڑا پکڑا ہوا تھا تیزی سے گھوما اور شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی کمرہ بریڈی کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔

"ارے۔ میں تو نہیں چیخا تھا۔ تم کیوں چیخ رہے ہو۔ حوصلہ کرو۔ وفاداری کی قیمت تو چکانی پڑتی ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور ایک بار پھر اس کا بازو حرکت میں آ گیا اور کمرہ ایک بار پھر بریڈی

کے حلق سے نکلنے والی پے در پے چیخوں سے گونجنے لگا۔

"اب اگر بتانا چاہو تو بتا دو ورنہ اب میرا ہاتھ نہیں رکے گا اور میں جو کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ باہر جا کر کسی اور سے معلوم کر لوں گا لیکن تمہارا حشر عبرتناک ہو جائے گا۔ بولو"...... ٹائیگر نے یکلخت انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ تم ظالم ہو۔ سفاک ہو"۔ بریڈی نے یکلخت ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"بولو کہاں ہے لارڈ مائلو"...... ٹائیگر نے کوڑے کو ہوا میں چٹخاتے ہوئے کہا۔

"لارڈ مائلو اسی پرل کالونی کی ایک کوٹھی کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانے میں رہتا ہے۔ اس کوٹھی کے اندر ایک پورشن ہے جہاں ہر آدمی آ جا سکتا ہے لیکن لارڈ مائلو کے پورشن میں کوئی آدمی نہیں جا سکتا۔ وہاں صرف لارڈ مائلو جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جا سکتا۔ وہاں ایسے انتظامات ہیں کہ لارڈ مائلو جسے اجازت دے وہی جا سکتا ہے"...... بریڈی نے بار بار اپنا فقرہ دوہراتے ہوئے کہا۔

"کدھر ہے راستہ لارڈ مائلو کے پورشن کا۔ بولو"...... ٹائیگر نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہا۔ ہا۔ کون لارڈ مائلو۔ کس کی بات کر رہے ہو۔ کون۔ کون۔ میں۔ ہاں۔ میں ہی لارڈ مائلو ہوں"...... یکلخت بریڈی کا نہ صرف

لہجہ بدل گیا بلکہ اس کی آنکھوں میں موجود چمک بھی تیز ہوتی چلی گئی اور ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور آگے بڑھ کر اس نے اس کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی جبکہ اس دوران بریڈی ہذیانی انداز میں مسلسل قہقہے لگاتا رہا۔ ٹائیگر نے اس کی جیب سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں بریڈی کے سینے میں اترتی چلی گئیں اور ہذیانی انداز میں ہنستا ہوا بریڈی یکلخت نہ صرف خاموش ہو گیا بلکہ اس کی گردن بھی ڈھلک گئی اور آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں۔ ٹائیگر سمجھ گیا تھا کہ بے پناہ تکلیف کی شدت کا مقابلہ اس کا ذہن زیادہ دیر تک نہ کر سکا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شعور اور لاشعور دونوں کے ساتھ لنک ختم کر بیٹھا۔ اب اس کی باقی ساری عمر اس انداز میں گزرنی تھی اس لئے ٹائیگر نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ ٹائیگر نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اب اس کے پاس آخری صورت یہی رہ گئی تھی کہ وہ ہلٹن یا کسی اور آدمی سے اس بارے میں معلومات حاصل کرے۔

”عمران صاحب۔ ٹائیگر نے کوئی رپورٹ دی ہے“...... بلیک زیرو نے عمران سے پوچھا۔ عمران ابھی چند منٹ پہلے ہی دانش منزل پہنچا تھا۔

”نہیں۔ ابھی تک تو کوئی رپورٹ نہیں دی اس نے“...... عمران نے کہا۔

”اسے گئے ہوئے تو کافی دن ہو گئے ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ تین روز تو ہو گئے ہیں اور اس دوران اسے معلومات حاصل کر لینی چاہئے تھیں“...... عمران نے کہا اور پھر اس نے ایک سائیڈ پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کرنے ہی لگا تھا کہ اس نے ایک خیال کے تحت ہاتھ روک لیا اور ٹرانسمیٹر پر اپنی ذاتی فریکونسی ایڈجسٹ کر

کے اس نے ٹرانسمیٹر ایک طرف رکھ دیا۔

''کیا ہوا۔ آپ شاید ٹائیگر سے بات کرنا چاہتے تھے لیکن آپ نے ارادہ بدل دیا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی خاص سچویش میں پھنسا ہوا ہو اور میری کال اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہ جیسے ہی وہ کچھ حاصل کر لے گا وہ خود ہی مجھ سے رابطہ کر گا''...... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ نے اس بار خود کسی سے بات نہیں کی حالانکہ آ چاہتے تو خود ہی وہ سب باتیں یہاں بیٹھ کر معلوم کر سکتے تھ معلوم کرنے کے لئے آپ نے وہاں ٹائیگر کو بھیجا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اصل مسئلہ یہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو''...... عمران نے کہا بلیک زیرو چونک پڑا۔

''پھر اصل میں کیا مسئلہ ہے''...... بلیک زیرو نے چونک پوچھا۔

''یہ بات تو طے ہے کہ پلونم پاکیشیا اور بہادرستان کے سرحد علاقے سے لے جائی گئی ہے اور ٹائیگر نے یہ معلوم کرنا ہے کہ دھات کہاں سے حاصل کی گئی ہے۔ پاکیشیا سے یا بہادرستان سے عمران نے کہا۔

''اس سے کیا ہوگا''...... بلیک زیرو نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اگر یہ پاکیشیا سے لے جائی گئی ہے تو پھر یہ پاکیشیا کی ملکیت ہے اور اسے پاکیشیا کے کام آنا چاہئے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے واپس لائیں لیکن اگر یہ پاکیشیا کی بجائے بہادرستان سے لے جائی گئی ہے تو پھر اس پر حق بہادرستان کا ہے۔ وہ اسے چاہے واپس لائے چاہے نہ لائے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ تو آپ اس انداز میں سوچ رہے ہیں جبکہ آپ خود کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر حبیب نے جو ریسرچ کی ہے اس کے مطابق اس ے پاکیشیا کے دفاع کو بے حد فائدہ پہنچے گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ تمہاری بات درست ہے لیکن اس کے لئے بہادرستان ے باقاعدہ اجازت لینا ہو گی۔ اگر وہ اجازت نہیں دیں گے تو پھر ہم کچھ نہیں کر سکتے''...... عمران نے کہا۔

''آپ سرداور سے بات کریں''...... بلیک زیرو نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا لیکن اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دینے لگی و عمران اور بلیک زیرو دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ عمران نے رانسمیٹر اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔

''ٹائیگر کی کال ہے''...... عمران نے اس پر ابھر آنے والی ریکونسی دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آن کر یا۔

''ہیلو۔ ٹائیگر کالنگ۔ اوور''...... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ عمران اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... عمران نے جواب دی
ہوئے کہا۔

''باس۔ میں اس وقت کرانس سے بات کر رہا ہوں۔ میں نے
لارڈ مائلو کا سراغ لگا لیا ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں نے تمہیں لارڈ مائلو کا سراغ لگانے تو نہیں بھیجا تھا۔ میں
نے تو تمہیں اس لئے بھیجا تھا کہ تم ماریا کے ذریعے جولین اور اس
کے ساتھیوں سے حتمی طور پر معلوم کرو کہ پلونم دھات کہاں
حاصل کی گئی ہے۔ پاکیشیا کے علاقے سے یا بہادرستان کے علا
سے۔ اوور''...... عمران نے قدرے سرد لہجے میں کہا۔

''باس۔ میں جب کرانس پہنچا تو ماریا دو ہفتوں کے
ایکریمیا گئی ہوئی تھی۔ اب میں دو ہفتے فارغ بیٹھ کر اس کا انتظار
کرسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے رہائشی فلیٹ کی تفصیلی تلاشی
میری اصل میں کوشش یہ تھی کہ شاید اس جولین کے بارے میں
تفصیل مل جائے اور میں اس سے براہ راست معلومات حاصل
سکوں۔ مجھے اس کی ڈائری تو مل گئی لیکن اس میں جولین
بارے میں کوئی تفصیل نہ تھی۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ بات تو
ہے کہ دھات حاصل کرنے والا گروپ مائلو کا ہے اس لئے میں
سوچا کہ براہ راست لارڈ مائلو سے معلومات حاصل کروں لیکن
لارڈ مائلو کا اس قدر رعب و دبدبہ قائم کیا گیا ہے کہ کسی نے
اس بارے میں بتانے کی بجائے الٹا لارڈ مائلو کے گروپ کو اط

دے دی اور انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔ اوور''...... ٹائیگر نے آئزک کے ہاتھوں پکڑے جانے اور پھر وہاں سے نکلنے سے لے کر ایک بار پھر لارڈ مائلو کے بارے میں ویٹر البرٹ سے معلومات حاصل کرنے اور ایک بار پھر ہلٹن اور بریڈی کے ہاتھوں پکڑے جانے کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ہلٹن سے تمہیں لارڈ مائلو کا پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اوور''۔ عمران نے پوچھا۔

''اس عمارت میں سوائے بریڈی کے اور کوئی آدمی موجود ہی نہ تھا۔ بریڈی کا ذہن پلٹ گیا تھا اس لئے میں نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں نے تمہیں وہاں سے یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ تم ماریا کے ذریعے جولین وغیرہ سے مل کر یہ معلوم کرو کہ انہوں نے پلونم کہاں سے حاصل کی ہے لیکن تم اس کی بجائے لارڈ مائلو کے چکر میں پڑ گئے۔ لارڈ مائلو درمیانی آدمی ہے۔ وہ سائنس دان نہیں ہے اور نہ ہی سائنس دانوں کے کسی گروپ کا سربراہ ہے۔ اس نے بہرحال پلونم فروخت کر دینی ہے یا کر دی ہو گی۔ اوور''...... عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''باس۔ ہم نے پلونم واپس حاصل کرنی ہے تو ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ اس وقت کہاں ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اگر اسے بہادرستان سے حاصل کیا گیا ہے تو ہمیں کیا حق ہے کہ اسے واپس حاصل کریں۔ یا تو بہادرستان ہمیں اسے واپس لانے کا کہے تو اور بات ہے۔ جب ہم اس اصول پر دنیا سے لڑتے ہیں کہ ہماری چیز اس نے کیوں چوری کی ہے تو ہمیں بھی دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا پڑے گا۔ اوور“...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ میں سمجھ گیا باس۔ میں اب پہلے یہ معلوم کرتا ہوں۔ اوور“...... ٹائیگر نے کہا۔

”جلدی معلوم کرو۔ باقی کام بعد میں کرتے رہنا۔ اوور اینڈ آل“...... عمران نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”لگتا ہے آپ اس دھات کی واپسی میں سنجیدہ نہیں ہیں“۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”پہلے یہ تو طے ہو جائے کہ قدرت نے یہ دھات کس کے حوالے کی ہے۔ پھر آگے بات ہو گی“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ اگر یہ دھات بہادرستان کی ملکیت بھی ہوئی تب بھی اسے حاصل کرنا ضروری ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کی قیمت بہادرستان کو ادا کر دیں گے لیکن یہ دھات ہمارے دفاع کے لئے فائدہ مند ہے اس لئے اسے واپس حاصل کرنا ہے“...... بلیک زیرو نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا ہماری حکومت اس کی قیمت ادا کرنے پر تیار بھی ہو گی یا نہیں“...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ“...... رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) نمائندہ خصوصی ٹو چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس“...... عمران نے بھی پی اے کے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ میں بات کراتا ہوں جناب“...... پی اے نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید چیف آف سیکرٹ سروس کا نام ہی گھبراہٹ طاری کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

”سلطان بول رہا ہوں“...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بارگاہ سلطانی میں عرض کرنا چاہتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو بہتر اور اگر اجازت نہ ہو تو زیادہ بہتر“...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

”تم شاید بولنے کے لئے ہر وقت ترستے رہتے ہو۔ جہاں تمہیں موقع ملا رواں ہو جاتے ہو اور ایسی الجھا کر باتیں کرتے ہو کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب پتہ نہیں کیا بہتر ہے اور کیا زیادہ بہتر

ہے‘‘...... سرسلطان نے واقعی الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں گا اور اگر نہیں دیں گے تو پھر عرض نہیں کروں گا بلکہ فرماؤں گا۔ اب آپ خود بتائیں کہ عرض کرنے کو اگر بہتر کہا جائے تو فرمانے کو زیادہ بہتر کہنا چاہئے‘‘۔ عمران بھلا کہاں آسانی سے باز آنے والا تھا۔

’’تو عرض بھی کرلو اور فرماؤ بھی۔ اب اور کیا کہوں‘‘۔ سرسلطان نے زچ ہوتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

’’اچھا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ صرف یہ بتا دیں کہ جس حکومت کے آپ سیکرٹری خارجہ ہیں وہ امیر ہے یا غریب‘‘...... عمران نے کہا۔

’’نہ امیر ہے نہ غریب بلکہ متوسط ہے‘‘...... سرسلطان نے سفارتی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

’’اس کا مطلب ہے کہ پھر مجھے چیک ملنے کا کوئی سکوپ نہیں ہے‘‘...... عمران نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

’’چیک۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔ کیسا چیک۔ کھل کر بات کرو‘‘...... سرسلطان نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’لمبی کہانی ہے اور آپ نے چونکہ لازماً کوئی اہم میٹنگ کال کر رکھی ہو گی اس لئے مختصر بتا دیتا ہوں کہ پلونم دھات چونکہ پاکیشیا کے دفاع کی مضبوطی کے لئے بے حد اہم ہے اس لئے چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس کا حکم ہے کہ یہ دھات واپس لاؤ تاکہ پاکیشیا

کا دفاع مضبوط ہو سکے لیکن میں نے ان کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے کہ اب تک کی میری اطلاع کے مطابق یہ دھات پاکیشیا کے سرحدی علاقے کے قریب لیکن بہادرستان کے علاقے سے حاصل کی گئی ہے اس لئے اس پر ہمارا حق نہیں بنتا لیکن چیف صاحب نے بڑے شاہانہ انداز میں فرما دیا ہے کہ اگر ایسا ہے تو پھر بہادرستان حکومت کو اس دھات کی قیمت ادا کر دی جائے جبکہ یہ دھات بے حد قیمتی اور نایاب ہے اس کے لئے کروڑوں ڈالر دینے پڑیں گے اس لئے میں نے سوچا کہ آپ سے پوچھ لوں کہ کیا واقعی حکومت پاکیشیا اتنی امیر ہے کہ اس دھات کی قیمت بہادرستان حکومت کو ادا کر سکے گی۔ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے بھی اس مشن کا ایک چھوٹا سا چیک مل جائے گا اور اگر حکومت غریب ہے تو پھر ظاہر ہے مشن بھی نہیں ملے گا اور نہ ہی چیک ملے گا‘‘...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

’’اچھا۔ تو تم نے اس حوالے سے چیک کی بات کی تھی۔ تم یہ دھات حاصل کرو اور رقم اور چیک کی فکر مت کرو۔ تمہیں چیک دینے کے لئے میں اور صدر مملکت دونوں چیف صاحب سے پرزور سفارش کریں گے۔ جہاں تک دھات کی قیمت دینے کا تعلق ہے تو یہ بحیثیت سیکرٹری خارجہ میرا کام ہے۔ میں خود بہادرستان کو رضامند کرلوں گا‘‘...... سرسلطان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

’’لیکن چیف تو سفارش کے خلاف ہیں۔ وہ آپ کی اور صدر

صاحب کی سفارش کیسے مانیں گے‘‘...... عمران نے کٹ حجتی کرتے ہوئے کہا۔

’’یہ تمہارا دردسر نہیں ہے۔ تمہیں چیک چاہئے وہ مل جائے گا۔ چیف نہیں دے گا تو میں دے دوں گا‘‘...... سرسلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’یہ چیک آغا سلیمان پاشا کی تحویل میں چلا جاتا ہے اور آغا سلیمان پاشا آل ورلڈ باورچی ایسوسی ایشن کا خود ساختہ صدر ہے اس لئے اتنے بڑے عہدیدار کو چیک بھی اس کی حیثیت کے مطابق ہی ملنا چاہئے‘‘...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو بھی بے اختیار مسکرا دیا۔

’’پورے پاکیشیا کے بینکوں کے چیک ایک ہی سائز کے ہوتے ہیں اس لئے مجبوری ہے‘‘...... سرسلطان نے کہا تو عمران ان کی خوبصورت بات پر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ عمران کی عادت تھی کہ دوسروں کی خوبصورت بات کا وہ واقعی بے حد لطف لیتا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سرسلطان نے خالی چیک کی بات کی ہے جبکہ عمران چیک کی مالیت کی بات کر رہا تھا۔

’’آپ کی اس خوبصورت بات کے بعد اب مجھے مشن مکمل کرنا ہی پڑے گا۔ اللہ حافظ‘‘...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

’’سرسلطان جب موڈ میں ہوں تو واقعی خوبصورت اور لطیف

بات کر جاتے ہیں‘‘...... بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر ادھر ادھر کی باتوں میں نجانے کتنا وقت گزرا تھا کہ ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو عمران اور بلیک زیرو دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر اٹھا کر سامنے رکھا اور پھر اس کا بٹن پریس کر دیا۔

’’ٹائیگر کالنگ۔ اوور‘‘...... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

’’یس۔ علی عمران اٹنڈنگ یو۔ اوور‘‘...... عمران نے قدرے الجھے ہوئے لہجے میں کہا کیونکہ اتنی جلدی اسے ٹائیگر کی کال کی توقع ہی نہ تھی۔

’’باس۔ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ جولین اور اس کے ساتھیوں کا تعلق مائلو گروپ سے ہے اور انہوں نے یہ دھات پاکیشیا کے سرحدی علاقے کے ساتھ بہادرستان کے سرحدی علاقے بڈان سے حاصل کی ہے اور نواب احمد خان کے شیش محل سے سرنگ لگا کر یہ لوگ سرحدی علاقے بڈان پہنچے اور پھر وہاں سے دھات نکال کر ایک بڑے سلنڈر میں اسے پیک کر کے یہ اسی سرنگ کے ذریعے واپس احمد آباد اور پھر احمد آباد سے دارالحکومت اور وہاں سے یہ دھات سمیت واپس کرانس آ گئے۔ جولین نے بتایا ہے کہ دھات کی مقدار ایک ہزار گرام ہے۔ اوور‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’اتنی جلدی کیسے معلومات مل گئیں۔ اوور‘‘...... عمران نے پوچھا۔

"باس۔ آپ کے حکم کے بعد میں دوبارہ ماریا کے فلیٹ پر گیا تو ماریا موجود تھی اور ماریا کے ساتھ اس کی فرینڈ جولین بھی وہاں موجود تھی اور پھر جولین سے میں نے معلومات حاصل کر لیں۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم نے اسے ہلاک تو نہیں کر دیا۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"نہ صرف جولین بلکہ ماریا کو بھی ہلاک کرنا پڑا کیونکہ جولین آسانی سے زبان کھولنے پر تیار نہ تھی اس لئے اس پر سختی کرنا پڑی اور اس پر سختی کرنے سے پہلے ماریا کو بے ہوش کرنا ضروری تھا۔ پھر جولین نے جب زبان کھولی تو اس کے بعد اگر اسے ہلاک نہ کیا جاتا تو اس کی باقی زندگی کسی پاگل خانے میں گزرتی اس لئے مجبوراً اسے ہلاک کرنا پڑا اور ساتھ ہی ماریا کو بھی کیونکہ ماریا نے مائلو گروپ کو میرے بارے میں بتا دینا تھا۔ اوور"...... ٹائیگر نے گھما پھرا کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ انہیں دھات تک پہنچنے کا راستہ تم نے دیا ہے۔ اگر تم اپنے دوست کو اس سرنگ کے بارے میں نہ بتاتے تو شاید وہ اتنی آسانی سے یہ دھات حاصل نہ کر سکتے۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"باس۔ مجھے اس وقت اس بات کا اندازہ ہی نہ تھا کہ معاملات ایسے ہیں۔ بہرحال اب اگر آپ اجازت دیں تو میں لارڈ مائلو سے یہ دھات واپس لے آؤں۔ پھر چاہے آپ اسے پاکیشیا کے حوالے

کریں یا بہادرستان کے۔ کم از کم میرا ضمیر تو مطمئن ہو جائے گا۔ اوور"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کیا تم نے لارڈ مائلو کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"یس باس۔ جولین سے اس بارے میں حتمی بات معلوم ہوئی ہے۔ جولین کافی عرصہ تک لارڈ مائلو کے ساتھ رہی ہے۔ اوور"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر معلوم کرو کہ اب یہ دھات کہاں ہے۔ لارڈ مائلو کے پاس ہے یا کسی اور کے پاس۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ اوور"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"اب یہ بات تو طے ہو گئی کہ پلونم کا مالک پاکیشیا نہیں بلکہ بہادرستان ہے"...... عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ اس کا نہ صرف لہجہ سنجیدہ تھا بلکہ اس کے چہرے پر بھی سنجیدگی طاری تھی۔

"ہاں۔ لیکن سر سلطان نے کہہ دیا ہے کہ وہ خود ہی اس سلسلے میں بہادرستان سے معاملات طے کر لیں گے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"داور بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے سرداور کی آواز

سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا۔ کوئی پرابلم ہے''...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

''جی ہاں۔ ایک پرابلم ہے کہ ڈاکٹر حبیب کے فارمولے پر عمل کرنا کیا ضروری ہے۔ اس کے بغیر بھی تو ہمارا دفاع خاصا مضبوط اور ٹھوس ہے''...... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم ہائیڈروجن فیول سیل کی کارکردگی کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ ڈاکٹر حبیب نے تمہیں صرف اس کی افادیت کا ایک پہلو بتایا ہے لیکن اس کا ایک اور افادی پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ ہائیڈروجن فیول سیل کی بڑے پیمانے پر تیاری کے بعد ہمارا پٹرول اور ڈیزل پر انحصار نہ ہونے کے برابر ہو جائے گا اور ہائیڈروجن فیول سیل سے مواصلات کو سینکڑوں سالوں تک رواں دواں رکھا جا سکے گا۔ اصل مسئلہ اس میں پلونم دھات کا ہے۔ اگر یہ خاصی مقدار میں مل جائے تو پاکیشیا کا دفاع نہ صرف ٹھوس ہو جائے گا بلکہ پورے پاکیشیا کی مواصلات میں زبردست انقلاب آ جائے گا اور اس کا فائدہ ہماری معیشت کو بھی پہنچے گا۔ اب ہم اپنا کثیر زرمبادلہ تیل پر خرچ کرتے ہیں۔ جب یہ بچ جائے گا تو پھر ملک اور عوام کی تعمیر و ترقی پر خرچ ہو گا''...... سرداور نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ تو آپ اسے اس حد تک لے جانا چاہتے ہیں۔ پھر تو واقعی انقلاب آ جائے گا''...... عمران نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر بڑے استعجاب کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''ہاں۔ بشرطیکہ پلونم دھات مل جائے''...... سرداور نے کہا۔

''آپ کے خیال میں کتنی مقدار مل جائے تو پاکیشیا میں خوشحالی کا انقلاب آ سکتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''پچاس سے سو گرام مقدار میں اگر پلونم ہمیں مل جائے تو ہم واقعی پاکیشیا میں خوشحالی کا انقلاب لا سکتے ہیں''...... سرداور نے کہا۔

''اور اگر ایک ہزار گرام مل جائے تب''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تو بہرحال محض خواب ہی ہو سکتا ہے۔ اس قدر مقدار میں پلونم آج تک نہیں مل سکی''...... سرداور نے کہا۔

''نہ صرف مل چکی ہے بلکہ آپ کے ہمسایہ ملک بہادرستان سے ملی ہے''...... عمران نے کہا۔

''بہادرستان سے۔ اوہ۔ کیا واقعی۔ کیا تم مذاق تو نہیں کر رہے''۔ سرداور نے کہا۔

''کیوں۔ کیا بہادرستان سے پلونم نہیں مل سکتی جو آپ اس قدر حیران ہو رہے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''مل سکتی ہے۔ بہادرستان ویسے بھی پہاڑی ملک ہے اور معدنیات کی دولت سے مالا مال ہو سکتا ہے لیکن میں مقدار کے

بارے میں کہہ رہا تھا“ ...... سرداور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مل چکی ہے اور اس وقت یہ کرانس کے ایک پرائیوٹ بلکہ مجرم گروپ کی تحویل میں ہے۔ وہ اسی طرح سائنسی دھاتیں حاصل کر کے انہیں سپر پاورز کے پاس فروخت کرتے ہیں جبکہ اس کی نشاندہی اقوام متحدہ کے معدنیاتی خلائی سیارے نے کی ہے“۔ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اگر واقعی ایک ہزار گرام پلونم مل چکی ہے تو یہ تو واقعی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے۔ تم اسے فوراً واپس حاصل کرو“ ...... سرداور نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

”لیکن سرداور۔ یہ تو بہادرستان کی ملکیت ہے۔ ہماری تو نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم بہادرستان کو اطلاع کر سکتے ہیں کہ ان کی حدود سے فلاں گروپ اس قدر مقدار میں پلونم دھات نکال کر لے گیا ہے اور بس۔ اب بہادرستان کی حکومت کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں یہ ان کا کام ہے“ ...... عمران نے کہا۔

”بہادرستان سائنسی طور پر بہت پیچھے ہے۔ ہائیڈروجن فیول سیل تو ایک طرف وہاں تو عام سیل بھی نہیں بنتے۔ انہیں اس دھات کی اہمیت ہی معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہاں۔ اس کی جگہ اگر سونے کی کان وہاں سے نکل آتی تو شاید وہ اس کے لئے باقاعدہ لڑنے پر بھی تیار ہو جاتے“ ...... سرداور نے کہا۔

”سرداور۔ ایک بات پھر میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اقوام متحدہ

کا خلائی سیارہ اس پلونم کی بہادرستان میں موجودگی کا انکشاف کرتا ہے اور ایک پرائیویٹ گروپ جا کر اسے حاصل کر لیتا ہے جبکہ سپر پاورز بھی اس کی اہمیت سے واقف ہیں۔ پھر وہ آگے کیوں نہیں بڑھے بلکہ میں نے سنا ہے کہ وہ اب اس پرائیویٹ گروپ کو بھاری قیمت ادا کر کے اس سے یہ پلونم دھات خرید رہے ہیں حالانکہ جیسا آپ کہہ رہے ہیں کہ پلونم دھات سے ملک میں انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے تو سپر پاورز تو بہادرستان پر حملہ کر دیتیں یا اس پرائیویٹ گروپ کو تہس نہس کر کے دھات لے جاتیں“ ...... عمران نے کہا۔

”سپر پاورز ممالک بین الاقوامی طور پر کچھ حدود کے پابند ہوتے ہیں۔ جب پوری دنیا کو معلوم ہو گیا کہ اقوام متحدہ کے خلائی سیارے نے اس دھات کی بہادرستان میں نشاندہی کی ہے تو لامحالہ سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ دھات بہادرستان کی ملکیت ہے۔ چنانچہ پرائیویٹ گروپ کو آگے بڑھایا گیا تاکہ کسی ملک پر حرف نہ آئے اور دھات بھی قبضہ میں آ جائے لیکن تمہاری یہ بات کہ پلونم دھات پر کام کیوں نہیں ہو رہا تو اصل بات یہ ہے کہ ان کے پاس ابھی ڈاکٹر حبیب جیسا تجربہ موجود نہیں ہے۔ اگر یہی تجربہ ایکریمیا، روسیاہ، کارمن، گریٹ لینڈ یا کسی بھی دوسری سپر پاور کے پاس ہوتا تو وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کر لیتی“ ...... سرداور نے کہا۔

”اوہ۔ تو اس کی اصل اہمیت اب ڈاکٹر حبیب کے اس تجربے سے سامنے آئی ہے“ ...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ ورنہ یہ بھی باقی سائنسی دھاتوں کی طرح ایک دھا ہے اور بس'' ...... سرداور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ اب آگے بڑھا سکتا ہے۔ آپ کا شکریہ'' ...... عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر نے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ'' ...... رابطہ قائم ہوتے ہی دو طرف سے سرسلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں۔ سرسلطان سے بات کراؤ'' ...... عم نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''لیس سر۔ ہولڈ کیجئے'' ...... دوسری طرف سے جواب دیا لیکن جواب میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا کیونکہ عمران پی اے مذاق بھی کرتا رہتا تھا جبکہ اب اس نے سنجیدہ انداز میں بات تھی۔

''سلطان بول رہا ہوں'' ...... چند لمحوں بعد سرسلطان کی آ سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں جناب'' ...... عمران نے سلام کے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں۔ کیا بیمار ہو'' ...... سرسلطان نے پریشان میں کہا۔

''مجھے کیا ہو سکتا ہے۔ آپ بتائیں'' ...... عمران نے اس بار سکراتے ہوئے کہا کیونکہ سرسلطان اس کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے یکلخت انتہائی پریشان ہو گئے تھے اور ان کی یہ پریشانی ان کی آواز سے بھی جھلک رہی تھی۔

''اوہ۔ میں سمجھا نجانے کیا ہو گیا ہے۔ پلیز آئندہ اس قدر سنجیدگی سے مجھ سے بات نہ کیا کرو'' ...... سرسلطان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''پھر آپ ضروری میٹنگ کی بات کرنے لگ جاتے ہیں''۔ عمران انہیں زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

''وہ بھی ملک وقوم کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ بہرحال بولو۔ کیوں فون کیا ہے'' ...... سرسلطان نے کہا۔

''پلونم کے بارے میں حتمی اطلاع مل چکی ہے کہ یہ دھات بہادرستان کے علاقے بڈان سے حاصل کی گئی ہے اور اس کی مقدار ایک ہزار گرام ہے جس پر میں نے سرداور کو فون کر کے معلوم کیا کہ اس دھات سے پاکیشیا کو واقعی کوئی بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے یا نہیں تو انہوں نے بتایا کہ پاکیشیا کا مستقبل محفوظ ہو جائے گا جس پر میں نے انہیں کہا کہ یہ دھات دراصل بہادرستان کی ملکیت ہے اور بہادرستان کی اجازت کے بغیر ہم اخلاقی طور پر اسے حاصل نہیں کر سکتے جس پر انہوں نے کہا کہ سرسلطان معاملات آسانی سے طے کر لیں گے لیکن سرسلطان۔ اس دھات کی بین الاقوامی قیمت کروڑوں

ڈالرز میں ہے۔ کیا حکومت اتنی رقم بہادرستان کو ادا کر سکتی ہ عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اگر سرداور نے اسے پاکیشیا کا محفوظ مستقبل قرار دیا ہے تو ایسا ہی ہو گا۔ تم فکر مت کرو۔ بہادرستان کو یہ سائنسی دھات ن چاہئے کیونکہ وہاں سائنس پر سرے سے کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔ ا اسلحہ اور غلہ چاہئے۔ وہ ہم انہیں دے دیں گے۔ تم بے فکر رہو کام ہم کر لیں گے''...... سرسلطان نے پر یقین لہجے میں کہا۔

''بہتر ہے کہ آپ پہلے ان سے بات کر لیں تاکہ ایسا نہ ہو ہم اپنی جانوں پر کھیل کر اسے واپس لائیں اور وہ سودا کرنے ہی انکار کر دیں''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی فون پر ہی ان کے اعلیٰ حکام سے اب بات کرتا ہوں''...... سرسلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابط ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

''آپ واقعی اخلاقیات کا خصوصی طور پر خیال رکھتے ہیں بلیک زیرو نے کہا۔

''ایسا ہونا بھی چاہئے بلیک زیرو۔ جو کام دوسرے کریں او اسے پسند نہ کریں تو وہ کام ہمیں بھی نہیں کرنا چاہئے''...... عم نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر بلیک زیرو اٹھ کر چائے بنا کے لئے چلا گیا اور پھر چائے پینے تک آپریشن روم میں خا طاری رہی۔ ابھی چائے ختم ہی ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹ

عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ایکسٹو''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''سلطان بول رہا ہوں۔ عمران ہے یہاں''...... دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

''آپ کے حکم پر عمران کو کان سے پکڑ کر پیش کیا جا سکتا ہے''۔ عمران نے اپنی اصل آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بیٹے۔ میری بہادرستان کے وزیراعظم سے براہ راست بات ہوئی ہے ۔ انہیں تو علم ہی نہیں کہ ان کے ملک سے قیمتی سائنسی دھات چوری کر لی گئی ہے۔ جب میں نے انہیں تفصیل بتائی اور ساتھ ہی کھل کر یہ بھی بتا دیا کہ اس دھات کی بین الاقوامی مارکیٹ میں کیا قیمت ہو سکتی ہے تو وہ بے حد حیران ہوئے لیکن انہوں نے کہا کہ پاکیشیائی حکومت اس دھات کی واپسی میں ان کی مدد کرے تو میں نے انہیں بتایا کہ پاکیشیا اپنے دفاع کے لئے اسے اس صورت میں واپس حاصل کرنے کی جدوجہد کر سکتا ہے کہ آپ اسے پاکیشیا کو استعمال کرنے کی اجازت دیں اور اس کے عوض آپ جو چاہیں آپ کو دیا جا سکتا ہے تو انہوں نے اسلحہ اور غلے کی ڈیمانڈ کر دی۔ چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور اب جلد ہی اعلیٰ سطح پر اس کے بارے میں باقاعدہ معاہدہ ہو گا۔ البتہ زبانی طور پر انہوں نے اسے پاکیشیا کی ملکیت قرار دے دیا ہے''...... سرسلطان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب بات سیدھی ہو گئی ہے۔ اب ہمارے پاس یہ

اخلاقی جواز بھی آ گیا ہے اور اب ہم حق کی راہ پر آ گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس کام میں ہمارے ساتھ ہو گی''...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''انشاء اللہ''...... سر سلطان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

صفدر اپنے فلیٹ میں کرسی پر بیٹھا ٹی وی پر ایک مذاکرہ سننے میں مصروف تھا کہ کال بیل بج اٹھی تو صفدر نے چونک کر ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آف کیا اور پھر اٹھ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''کون ہے''...... صفدر نے اونچی آواز میں پوچھا۔

''تنویر''...... باہر سے تنویر کی آواز سنائی دی تو صفدر نے ہاتھ بڑھا کر چٹخنی ہٹائی اور دروازہ کھول دیا۔

''آؤ تنویر''...... سلام دعا کے بعد صفدر نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو تنویر اندر داخل ہو گیا اور صفدر نے دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

''آج کیسے اچانک آنا ہوا''...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تم سے انتہائی ضروری بات کرنے آیا ہوں''...... تنویر نے بے حد سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''اچھا بیٹھو''...... صفدر نے کہا اور خود آگے بڑھ کر اس نے ریفریجریٹر سے جوس کے دو ٹن نکالے اور ایک تنویر کے آگے رکھ کر دوسرا ہاتھ میں لئے تنویر کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''میں پاکیشیا سیکرٹ سروس سے استعفیٰ دینا چاہتا ہوں''...... تنویر نے یکلخت دھماکہ کرنے والے انداز میں کہا تو صفدر بے اختیار اچھل پڑا۔

''یہ خیال تمہیں کیوں اور کیسے آ گیا''...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہم ملک و قوم پر بوجھ بن چکے ہیں صفدر۔ ہم سب کو بڑی بڑی تنخواہیں، الاؤنسز اور تمام سہولیات ملک و قوم کے خزانے سے دی جا رہی ہیں اور ہم کرتے کیا ہیں۔ کچھ نہیں۔ اگر کبھی ہمیں کام کرنے کا موقع ملتا بھی ہے تو عمران کی وجہ سے یہ موقع بھی ضائع ہو جاتا ہے اور ہم خالی خولی واپس آ جاتے ہیں۔ تمام کام عمران خود کر لیتا ہے۔ میں کافی عرصے سے سوچ رہا تھا کہ اس کا کیا حل نکالا جائے لیکن آخرکار میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کم از کم میں مزید حرام خوری برداشت نہیں کر سکتا۔ میں استعفیٰ دینا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ تم سے مشورہ کر لوں''...... تنویر نے کہا اور پھر وہ جوس سپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

''بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ میں خود بھی یہی محسوس کرتا ہوں۔ ہم عضو معطل بن کر رہ گئے ہیں لیکن اس کا یہ حل نہیں ہے جو تم نے سوچا ہے''...... صفدر نے کہا تو تنویر چونک پڑا۔

''پھر کیا حل ہے''...... تنویر نے کہا۔

''دیکھو تنویر۔ ہم کوئی عام کلرک یا افسر نہیں ہیں کہ ہماری جگہ دوسرا گریجویٹ آ کر کام سنبھال لے گا۔ ہمیں حکومت نے زرکثیر خرچ کر کے ٹریننگ دلائی ہے۔ اب بھی ہر چھ ماہ بعد ہمیں سخت ٹریننگ سے گزارا جاتا ہے۔ پھر یہاں رہ کر ہم سمجھتے ہیں کہ ملک و قوم کے فائدے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ جہاں تک بھاری تنخواہوں اور الاؤنسز کا تعلق ہے تو یہ تو ٹھیک ہے کہ ہم اس کا زیادہ تر حصہ رفاعی اداروں کو عطیہ کر دیتے ہیں لیکن یہ ہمارا ذاتی فعل ہے۔ تمہاری بات درست ہے کہ ہم زیادہ تر عرصہ فارغ رہتے ہیں اور جب کام آتا ہے تو عمران ہم سے زیادہ کام کر لیتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کا حل یہ نکالا جائے کہ ہم استعفیٰ دے دیں''...... صفدر نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''اتنی لمبی تقریر کرنے کی بجائے حل بتاؤ''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''حل یہی کہ کام کیا جائے''...... صفدر نے کہا۔

''یہی تو اصل رونا ہے کہ عمران ہمیں کام ہی نہیں کرنے دیتا۔ ہم نے کوشش کی کہ عمران کو ایک طرف کر دیا جائے اور سیکرٹ

سروس خود مشن مکمل کرے لیکن جولیا کے ذہن پر عمران کی کارکردگی کا ایسا تاثر چھایا ہوا ہے کہ وہ اس کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ اب بتاؤ کیا کیا جائے''...... تنویر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران کی واقعی ہمیں عادت سی پڑ گئی ہے اور ہم عمران کے بغیر اپنے آپ کو ادھورا محسوس کرنے لگتے ہیں لیکن تم کہتے ٹھیک ہو۔ ہمیں اس بارے میں کوئی واضح لائحہ عمل سوچنا چاہئے''...... صفدر نے کہا۔

''جو سوچنا ہے ابھی سوچو ورنہ میں یہاں تمہارے فون سے ہی چیف کو کال کر کے استعفیٰ دے دوں گا پھر چاہے چیف مجھے گولی ہی کیوں نہ مروا دے''...... تنویر نے کہا۔

''اگر تم اجازت دو تو کیپٹن شکیل کو بلا لیا جائے۔ دو سے تین بھلے''...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''سب کو بلا لو لیکن فیصلہ آج اور ابھی ہونا چاہئے''...... تنویر نے کہا تو صفدر نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''جولیا بول رہی ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی جولیا کی آواز سنائی دی تو تنویر جو شاید یہ سمجھ رہا تھا کہ صفدر نے کیپٹن شکیل کو فون کیا ہے، بے اختیار اچھل پڑا۔

''صفدر بول رہا ہوں مس جولیا۔ تنویر بھی اس وقت میرے فلیٹ پر موجود ہے اور میں مس صالحہ اور کیپٹن شکیل کو بھی یہاں بلا رہا

ہوں۔ آپ بھی اگر مناسب سمجھیں تو یہاں تشریف لے آئیں۔ انتہائی ضروری فیصلے کئے جانے ہیں''...... صفدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیسے فیصلے''...... جولیا نے چونک کر پوچھا۔

''تنویر فارغ رہ رہ کر اب اس حد تک اکتا چکا ہے کہ وہ استعفیٰ دینے کا حتمی فیصلہ کر چکا ہے۔ وہ مجھ سے آخری مشورہ لینے آیا ہے اور میں بھی اس کی بات سے متفق ہوں۔ ہم واقعی فارغ رہ رہ کر نہ صرف اکتا چکے ہیں بلکہ اب ہمیں محسوس ہونے لگ گیا ہے کہ ہم عوامی خزانے پر بوجھ بن کر رہ گئے ہیں''...... صفدر نے کہا۔

''جب پاکیشیا سیکرٹ سروس کی سطح کا کوئی مشن ہی نہ ہو تو ہم سڑکوں پر نان چھولے بیچیں۔ جب کوئی مشن آتا ہے تو ہمیں کام بھی مل جاتا ہے''...... جولیا نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اگر اتنا بھی ہوتا تب بھی غنیمت تھا مس جولیا۔ لیکن جب مشن سامنے آتا ہے تب بھی ہم فارغ ہی رہتے ہیں۔ سارا کام تو عمران کر لیتا ہے''...... صفدر نے جواب دیا۔

''اوہ۔ تو تنویر اب یہ سوچ کر آیا ہے کہ عمران کو سیکرٹ سروس سے ہٹا دیا جائے''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''وہ خود ہٹنے کے لئے تیار ہو چکا ہے۔ ویسے مس جولیا اس بارے میں واقعی اب کوئی حتمی فیصلہ ہو جانا چاہئے''...... صفدر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آ رہی ہوں''...... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

''تم نے کیوں جولیا کو کال کیا ہے۔ وہ ہر صورت میں عمران کا ساتھ دے گی۔ اس پر عمران نے نجانے کیا جادو کر رکھا ہے''۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تم فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا''...... صفدر نے کہا اور پھر اس نے کیپٹن شکیل اور صالحہ کو فون کر کے مختصر طور پر بتا کر فلیٹ پر بلا لیا اور تھوڑی دیر بعد وہ سب فلیٹ پر پہنچ چکے تھے۔ پھر صالحہ اور جولیا نے پہلے ہاٹ کافی پینے کا فیصلہ کیا اور خود ہی وہ دونوں کچن میں چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب کافی کی پیالیاں لئے صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

''ہاں۔ اب بتاؤ تنویر کہ تم چاہتے کیا ہو''...... صفدر نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں اس فضول زندگی کو خیرباد کہہ دینا چاہتا ہوں۔ نہ کام نہ کاج اور بھاری تنخواہیں اور الاؤنسز''...... تنویر نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''لوگ تو ایسی زندگی کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور تم الٹی بات کر رہے ہو''...... صالحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں حرام خوری نہیں کر سکتا''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ تنویر کا اصل مسئلہ عمران کی کارکردگی ہے''۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ عمران نے ہمیں بے کار کر کے رکھ دیا ہے۔ اب تو ہمیں اپنے آپ بھی شرم آتی ہے''...... تنویر نے اپنی عادت کے مطابق کھل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ہم یہ دباؤ چیف پر ڈالیں کہ وہ ہم میں سے اور عمران میں سے کسی ایک کو اپنائے''...... صفدر نے کہا۔

''یہی تو اصل مسئلہ ہے۔ چیف کا ووٹ یقیناً عمران کی طرف ہو گا''...... جولیا نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اگر ہم عمران سے کہیں کہ وہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے''...... صالحہ نے کہا۔

''وہ فوراً اپنے چیک کا رونا شروع کر دے گا''...... تنویر نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''تو پھر کیا کیا جائے۔ کوئی حتمی فیصلہ کر لیا جائے تو بہتر ہے''۔ صفدر نے کہا۔

''تم سب کرو یا نہ کرو میں بہرحال استعفیٰ دے دوں گا۔ میں ان حالات میں مزید کام نہیں کر سکتا''...... تنویر نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو صفدر نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''سلیمان بول رہا ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی سلیمان کی آواز سنائی دی۔

''صفدر بول رہا ہوں سلیمان۔ عمران صاحب کہاں مل سکتے ہیں''...... صفدر نے کہا۔

''آپ کو تو معلوم ہے کہ وہ بتا کر نہیں جاتے۔ اوہ۔ ایک منٹ۔ شاید صاحب آ رہے ہیں۔ ایک منٹ ہولڈ کریں''۔ سلیمان نے چونک کر کہا اور پھر رسیور علیحدہ رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ من کہ مسمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) تازہ وارد فلیٹ خود بول رہا ہوں''۔ عمران کی آواز لاؤڈر کی وجہ سے کمرے میں گونج اٹھی تو سوائے تنویر کے باقی سب کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگ گئی۔

''تازہ وارد فلیٹ کا کیا مطلب ہوا عمران صاحب''...... صفدر نے کہا۔

''تازہ وارد فلیٹ کا مطلب ہے کہ ابھی مجھے فلیٹ کے چیف جناب آغا سلیمان پاشا کی خدمت میں سلام نیاز پیش کرنا ہے۔ پھر جا کر تازہ وارد اطمینان سے کرسی پر بیٹھ سکے گا۔ ویسے جناب نے کیسے یاد فرمایا ہے۔ جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے میں نے کبھی تم سے کوئی ادھار نہیں لیا اور اب تو فون کا بل اتنا آتا ہے کہ کسی کو فون کرتے ہوئے دل کو بار بار جھٹکے سے لگتے ہیں اور یہ جھٹکے تمہیں بھی محسوس ہو رہے ہوں گے اس لئے بغیر کسی خاص مقصد کے تم یہ جھٹکے نہیں سہہ سکتے''...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

''آپ کے مستقبل کے بارے میں بات چیت ہو رہی ہے۔ مس جولیا سمیت صالحہ، تنویر اور کیپٹن شکیل بھی یہاں موجود ہیں''۔ صفدر نے کہا۔

''میرے مستقبل کا فیصلہ۔ ارے واہ۔ تو آخر کار تم نے خطبہ نکاح یاد کر لیا۔ واہ۔ اسے کہتے ہیں خوش قسمتی۔ لیکن تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا''...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''انتظار۔ کیوں''...... صفدر نے چونک کر بے ساختہ انداز میں کہا۔

''آج کل دولہا کو تیار کرنے کے لئے بیوٹی پارلر کھل گئے ہیں اور سنا ہے کہ وہاں دولہا کو تیار ہونے میں چار پانچ دن لگ جاتے ہیں۔ میں ان کی منت کروں گا کہ وہ مجھے جلد از جلد دولہا بنا دیں کیونکہ دیر ہونے کی صورت میں تمہیں خطبہ نکاح بھول بھی سکتا ہے''...... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

''ہم سب آپ کو بیوٹی پارلر لے جائیں گے۔ آپ فوری طور پر میرے فلیٹ پر آ جائیں''...... صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''تم نے خواہ مخواہ اس مسخرے کو بلا لیا۔ میں بے حد سنجیدہ ہوں لیکن تم نے مجھے غیر سنجیدہ سمجھ لیا ہے''...... تنویر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں نے اس لئے عمران کو کال کیا ہے کہ ہم سب مل کر اس دباؤ ڈالیں گے کہ وہ کم از کم دس مشنز تک خود ہی پیچھے ہٹ جا اور ہمیں یہ مشنز مکمل کرنے دے۔ جہاں تک اس کے چیک کا تعل ہے تو وہ اسے ہم دے دیا کریں گے“...... صفدر نے کہا۔

”آج تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ چیک کتنی مالیت وصول کرتا ہے۔ بس ہر وقت مفلسی اور قلاشی کا رونا روتا ہے حالا مجھے معلوم ہے کہ بڑی بڑی رقمیں وہ رفاعی اداروں کو بھجواتا ر ہے“...... جولیا نے کہا۔

”اس کی آمدنی کے بہت سے ذرائع ہیں۔ اس کا سب سے فنانسر سوپر فیاض ہے اور پھر اس کی اماں بی کی ساری آمدنی ا کے پاس رہتی ہے۔ سر عبدالرحمٰن کو بھی چکر دے کر وہ بڑی رقم وصول کر لیتا ہے“...... صفدر نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر آدھے گھنٹے بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔

”عمران صاحب ہوں گے“...... صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا ا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”واہ۔ چلو تمہاری یادداشت کو آخرکار مجھ پر رحم آ ہی گیا“۔ عمران کی آواز سنائی دی۔

”میری یادداشت کو نہیں بلکہ تنویر کو آپ پر رحم آ گیا ہے“ صفدر کی آواز سنائی دی۔

”اچھا تو کیا وہ میدان عاشقی سے راہ فرار اختیار کر گیا ہے۔

لگتا تو نہیں تھا“...... عمران نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے“...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اچھا تو ضرورت ہی بدل ڈالی ہے تم نے۔ چلو اب بتا دو کہ کس چیز کی ضرورت ہے“...... عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے باری باری سب کے لٹکے ہوئے چہرے دیکھنے شروع کر دیئے۔

”ارے کیا ہوا۔ تم تو شاید یہاں کسی کی قل خوانی پر جمع ہوئے ہو“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ تنویر سیکرٹ سروس سے استعفیٰ دینا چاہتا ہے“...... صفدر نے اپنی طرف سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ تو کیا اس سے بھی زیادہ تنخواہ والی نوکری مل گئی ہے اسے۔ ویسے ایک بات ہے کہ زمانہ واقعی بدل گیا ہے۔ ہمارے بزرگ یک در گیر و محکم گیر پر ساری عمر عمل پیرا رہتے تھے۔ مطلب یہ کہ ایک دروازہ پکڑا لیا تو پھر مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ایک محکمہ میں نوکری کر لی تو بس کر لی۔ اب دوسرے ان سے آگے جا رہے ہیں۔ ان کے حقوق مارے جا رہے ہیں۔ دوسرے محکموں سے بڑی سیٹیں آفر ہو رہی ہیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے کیونکہ وضع داری کا بھی تقاضا تھا کہ جب ایک دروازہ پکڑ لیا تو پھر ساری عمر

اس سے چمٹے رہے لیکن آج کل کوئی دوسرا دس روپے بھی زیادہ تنخواہ کی آفر کر دے تو فوراً پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس پہنچ جاتے ہیں کہ چلو تنخواہ تو بڑھی چاہے دس روپے ہی سہی۔ اب تم بتاؤ کہ کتنے روپے زیادہ کی آفر ہوئی ہے''...... عمران کی زبان چل پڑی تو ظاہر ہے اس میں آسانی سے فل سٹاپ نہیں آ سکتا تھا۔

''میں تنخواہ بڑھنے پر نہیں بلکہ فضول بیٹھ کر تنخواہ لینے کی وجہ سے استعفیٰ دینا چاہتا ہوں''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تو تم فضول کیوں بیٹھتے ہو۔ کھڑے ہو جایا کرو''...... عمران نے کہا۔

''میں جا رہا ہوں ورنہ یہ شخص میرے ہاتھوں مارا جائے گا''۔ تنویر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھ جاؤ تنویر۔ اب کھل کر بات ہو جانی چاہئے''...... صفدر جو تنویر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تنویر کی شکایت سے لے کر سب ساتھیوں کی باتیں عمران کے سامنے دوہرا دیں۔

''اس کا آخری حل میرے ذہن میں یہی آیا ہے اور اسی لئے میں نے آپ کو کال کیا ہے کہ آپ خود پیچھے ہٹ جائیں۔ کم از کم ایک دو سال تک ہمیں کام کرنے دیں۔ آپ کے چیک کی ذمہ داری ہماری''...... صفدر نے کہا۔

''چیک تو کام کرنے سے ہی ملے گا ورنہ میں بھی کسی روز تنویر

کی طرح آ کر رونا شروع کر دوں گا کہ کام تو مجھ سے لیتے نہیں اور چیک دے دیتے ہیں اور چیک کے بغیر میری گاڑی تو شاید پیدل گھسٹ جائے لیکن آغا سلیمان پاشا کی گاڑی نہیں چل سکتی اس لئے ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ٹائیگر، جوزف اور جوانا کے ساتھ اپنے طور پر مشن پر کام کروں اور تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے آنریبل ممبران علیحدہ اپنا کام کریں پھر تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا''...... عمران نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

''نتیجہ وہی نکلے گا کہ ہم سے پہلے آپ مشن مکمل کر لیں گے''۔ صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ وہ کیسے۔ ٹائیگر بے چارہ انڈر ورلڈ میں چار بدمعاشوں سے لڑ کر اپنے آپ کو مارشل آرٹ کا ماہر سمجھنے لگ گیا ہے۔ جوزف کے ذہن میں یہاں بھی جنگلات اور درندے گھسے رہتے ہیں اور جوانا، وہ تو ویسے ہی فارغ رہ رہ کر اپنی جان سے بیزار ہے۔ باقی رہ گیا میں۔ تو اکیلا چنا کیا بھاڑ جھونک لے گا''۔ عمران نے کہا۔

''ہمیں معلوم ہے عمران صاحب کہ ٹائیگر آپ کی شاگردی میں اب کارکردگی میں آپ سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے اور جوزف اور جوانا بھی کسی طرح کم نہیں اس لئے آپ اس بات کو چھوڑیں اور ہمیں اپنے طور پر کام کرنے دیں''...... صفدر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں کافرستان شفٹ

ہو جاتا ہوں۔ شاگل سے میری گاڑھی چھنتی ہے اور وہ کیا کہتے ہیں خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو“...... عمران نے جواب دیا۔

”آپ کہیں شفٹ نہیں ہوں گے۔ یہیں پاکیشیا میں ہی رہیں گے اور بس کام نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے“...... صفدر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے تمہارا فیصلہ منظور ہے۔ البتہ جولیا سے پوچھ لو“...... عمران نے کہا۔

”مجھ سے۔ کیا مطلب“...... جولیا نے چونک کر کہا۔

”بزرگ کہتے ہیں خالی بیٹھنے والے کا ذہن شیطان کا کارخانہ بن جاتا ہے اس لئے میں خالی تو بیٹھ نہیں سکتا اس لئے تم سب جا کر مشن مکمل کرو میں یہاں جولیا سے شادی کر کے اطمینان سے ہنی مون مناؤں گا۔ بولو منظور ہے“...... عمران نے کہا۔

”میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ سمجھے“...... تنویر نے یکلخت غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ تم دونوں نے میرے بارے میں کیا بکواس شروع کر دی ہے۔ کیا میں انسان نہیں ہوں۔ کھلونا ہوں کہ جس کا جی چاہے میرے بارے میں بات کرتا رہے۔ نانسنس“...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تنویر کی بات کا برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو ویسے ہی مشن مکمل کرنے گیا ہوا ہوگا“...... عمران نے اس انداز میں کہا جیسے جولیا کو غصہ تنویر کی وجہ سے آیا ہو۔

”میں تمہارے بارے میں بھی کہہ رہی ہوں۔ میرے بارے میں آئندہ ایسی بات کی تو تنویر تو بعد میں تمہیں گولی مارے گا لیکن میں تمہیں پہلے گولی مار دوں گی“...... جولیا نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا اور تنویر کا غصے سے تنا ہوا چہرہ جولیا کی بات سن کر بے اختیار کھل اٹھا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ میں دس بارہ کیسٹیں خرید لوں گا“...... عمران نے کہا۔

”کیسٹیں۔ کیا مطلب عمران صاحب“...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے واقعی عمران کی بات سمجھ نہ آئی تھی۔

”ہجر و فراق پر مبنی غزلوں کی کیسٹیں۔ تم مشن مکمل کرنا اور میں بیٹھ کر فراقیہ غزلیں سنتا رہوں گا۔ اب ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں“...... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ ہم سنجیدگی سے بات کر رہے تھے۔ آپ اسے مذاق میں لے گئے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”چلو۔ دوسرا گروپ میرے ساتھ چل پڑے گا۔ وہ بے چارے ویسے ہی مقامی بدمعاشوں سے لڑ لڑ کر اب خود بھی مقامی بن چکے ہیں۔ میں انہیں بھی تمہاری طرح بین الاقوامی بنا دوں گا“...... عمران نے کہا۔

’’آپ کا مطلب صدیقی اور اس کے ساتھیوں سے ہے۔ فور سٹارز سے‘‘...... صفدر نے کہا۔

’’ہاں‘‘...... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

’’پھر بھی بات تو وہیں آ گئی۔ ان کے اور ہمارے درمیان ک فرق ہے‘‘...... صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’اچھا۔ اگر تم اتنے ہی مجھ سے دور رہنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں کرنل فریدی ــ باس چلا جاؤں گا۔ وہ شریف آدمی ہے۔ دو چار سال تو مجھے برداشت کر ہی لے گا۔ اس دوران تمہارا ب شوق مکمل ہو جائے گا۔ پھر آ کر نئے ساز و سامان کے ساتھ تھیٹ دوبارہ آغاز ہو جائے گا‘‘...... عمران کی زبان ایک بار پھر چل پڑی۔

’’نئے ساز و سامان کا کیا مطلب عمران صاحب‘‘...... اس ب کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

’’جب کوئی تھیٹر فیل ہو جائے تو اس کی انتظامیہ اسے دوسرا کے ہاتھ فروخت کر کے چلی جاتی ہے اور نئی انتظامیہ کی طرف س فخریہ انداز میں بورڈ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ نئے ساز و سامان اور ن انتظامیہ کے ساتھ‘‘...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

’’تو آپ کا مطلب ہے کہ آپ کے بغیر ہم سب ہلاک جائیں گے‘‘...... صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’اگر ہلاک کا لفظ تمہیں پسند نہیں آیا تو جاں بحق کہہ لو۔ ا میں حق کا لفظ تمہاری تسلی کے لئے موجود ہے‘‘...... عمران نے جوا

دیتے ہوئے کہا۔

’’سنو عمران۔ میں آج کے بعد تمہارے ساتھ کام نہیں کروں گا اور اگر چیف نے کہا تو میں اسے بھی جواب دوں گا اور اگر چیف نے میری موت کا حکم دے دیا تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہو گی‘‘۔ اچانک خاموش بیٹھے ہوئے تنویر نے یکلخت فیصلہ کن لہجے میں دھماکہ کرنے کے انداز میں کہا تو سب نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

’’تم سب کا مقصد کیا ہے‘‘...... عمران نے باقی سب ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’عمران صاحب۔ دراصل مسئلہ‘‘...... صفدر نے بولنا شروع کیا۔ وہ چبا چبا کر اور رک رک کر بول رہا تھا۔

’’اصل اور نقل کی بات چھوڑو۔ جس طرح تنویر نے کھلے دل سے اپنے فیصلے کا اعلان کیا ہے تم بھی کہہ دو۔ ہاں یا نہ۔ یہ اگر مگر اب نہیں چلے گا‘‘...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

’’تم ہمیں کام نہیں کرنے دیتے۔ یہی تنویر کو شکایت ہے ورنہ تمہاری ذات سے ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے‘‘..... جولیا نے کہا۔

’’کئی مشنز میں تو تمہیں لیڈر بنا کر بھیجا گیا تھا اور میں نے بطور ممبر کام کیا۔ پھر بھی تمہیں گلہ ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’عمران صاحب۔ آخری بات۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ مشن کے دوران بیک فٹ پر کھیلیں گے اور فرنٹ فٹ پر ہمیں کھیلنے

دیں گے تو ہمیں آپ کے ساتھ کام کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے''...... صفدر نے کہا اور اس بار سوائے کیپٹن شکیل کے باقی سب نے بھی صفدر کی بات کی تائید کر دی۔

''کیپٹن شکیل۔ تم خاموش ہو''...... عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ مشن کامیاب ہونا چاہئے۔ کوئی زیادہ کام کرتا ہے اور کوئی کم۔ یہ حساب کتاب غلط ہے کیونکہ مشن ہمارے ذاتی مفاد کا نہیں ہوتا۔ پورے ملک کے مفاد کا ہوتا ہے''...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

''ہم بھی یہی سمجھتے ہیں لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ تو کام کرنے دیا جائے۔ صرف جہازوں میں سفر کرنے اور ہوٹلوں کے کمروں میں بیٹھے رہنے کو تو کام نہیں کہا جا سکتا''...... تنویر نے کہا۔

''او کے۔ میرا وعدہ۔ اب جو مشن آئے گا اس میں اول تو میں شامل ہی نہیں ہوں گا اور اگر مالی مجبوری کی وجہ سے مجھے شامل ہونا پڑا تو میں بیک فٹ پر رہوں گا۔ سارا مشن تمہیں ہی مکمل کرنا ہو گا''...... عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو سب کے چہرے بے اختیار کھل اٹھے۔

''گڈ شو عمران صاحب۔ آپ واقعی بڑے دل کے مالک ہیں''۔ صفدر نے تحسین آمیز لہجے میں کہا تو سب نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے وہ سب صفدر کی بات سے پوری طرح متفق ہوں۔

لارڈ مائلو اپنے آفس میں بیٹھا کام کرنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... لارڈ مائلو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''سائمن کی کال ہے جناب۔ سپیشل پوائنٹ سے''...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''کراؤ بات''...... لارڈ مائلو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''سائمن بول رہا ہوں چیف۔ سپیشل پوائنٹ سے۔ باس ہلٹن ایکریمیا گئے ہوئے ہیں اس لئے میں آپ کو کال کرنے کی جسارت کر رہا ہوں''...... ایک لمحے کی خاموشی کے بعد ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کوئی خاص بات ہو گئی ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”یس چیف۔ باس ہلٹن سپیشل پوائنٹ پر موجود تھے کہ یہاں ریستوران میں ہمارے ایجنٹ ویٹر البرٹ نے باس کو اطلاع دی کہ ریستوران میں ایک آدمی لارڈ مائلو ہاؤس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہے جس پر باس نے اسے وہیں رکنے کا کہہ دیا اور اس آدمی کی نگرانی کے لئے اسکوارڈ بھجوا دیا۔ وہ آدمی اس وقت ریستوران سے نکل رہا تھا جب اسکوارڈ کی کاریں وہاں پہنچیں۔ البرٹ ویٹر جو ریستوران کے باہر کھڑا تھا اس نے اس آدمی کی طرف اشارہ کیا تو اسکوارڈ نے اس آدمی کو گرفتار کیا اور پھر بے ہوش کر کے اسے سپیشل پوائنٹ پر پہنچا دیا۔ سپیشل پوائنٹ کے انچارج بریڈی کے حوالے کر کے گرفتار کرنے والا اسکوارڈ واپس چلا گیا تو باس ہلٹن نے فون پر بریڈی کو حکم دیا کہ وہ اس آدمی کو راڈز والی کرسی پر اچھی طرح جکڑ دے اور اس کا میک اپ وغیرہ چیک کرے۔ پھر بریڈی نے اطلاع دی کہ اس آدمی نے ماسک میک اپ کیا ہوا تھا جو اتار دیا گیا اور یہ آدمی ایشیائی ہے۔ اس اطلاع پر باس ہلٹن خود اس سے پوچھ گچھ کرنے سپیشل پوائنٹ پر گئے اور پھر واپس آ کر انہوں نے بتایا کہ اس آدمی کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک خطرناک ایجنٹ علی عمران سے ہے اور وہ اسی علی عمران کے کہنے پر یہاں مائلو گروپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آیا ہے۔ ہلٹن نے بریڈی کو اسے ہلاک کر کے اس کی لاش کسی گٹڑ میں پھینکنے کا حکم دیا اور خود واپس آ گئے۔

پھر انہیں ضروری کام کے لئے ایکریمیا جانا پڑا۔ ان کے جانے کے بعد مجھے بریڈی سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے اسے کال کی لیکن بریڈی نے کال اٹنڈ نہ کی۔ میں بے حد پریشان ہوا کیونکہ بریڈی بے حد فرض شناس اور ہوشیار آدمی ہے جس پر میں خود وہاں گیا تو وہاں بریڈی کی لاش موجود تھی۔ اس کی لاش کو راڈز میں جکڑ دیا گیا تھا۔ اسے کوڑے مارے گئے ہیں اور سینے میں گولیاں ماری گئی تھیں۔ میں اسی سپیشل پوائنٹ سے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں“...... دوسری طرف سے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا گیا۔

”یہ یقیناً وہی آدمی ہے جس نے پہلے آئزک کو ہلاک کر دیا تھا اور اب بریڈی اس کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملات خاصے ڈھیلے جا رہے ہیں۔ ہلٹن کہاں ہے اس وقت“۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

”وہ ایکریمیا سے روانہ ہو چکے ہیں اور دو گھنٹے بعد وہ یہاں پہنچ جائیں گے“...... سائمن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جب وہ آ جائے تو اسے کہنا کہ وہ مجھ سے بات کرے“۔ لارڈ مائلو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔

”یہ آخر کیا ہو رہا ہے۔ ایک آدمی ہمارے لئے مسئلہ بن رہا ہے۔ ویری بیڈ۔ یہ واقعی نااہلی ہے“...... لارڈ مائلو نے خودکلامی کے

انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر دو گھنٹے گزرنے کے بعد ہلٹن کی کال آ گئی۔

”ہلٹن تم نے اپنے سامنے اس پاکیشیائی کا خاتمہ کر دیا تھا یا نہیں“...... لارڈ مائلو نے قدرے سرد لہجے میں کہا۔

”سپر چیف۔ وہ آدمی راڈز میں جکڑا ہوا تھا اور بریڈی کے بارے میں آپ بھی جانتے ہیں کہ وہ کس قدر ماہر لڑاکا اور مضبوط آدمی ہے اور مجھے چونکہ جلد از جلد ایکریمیا پہنچنا تھا کیونکہ وہاں ایس ایس مون دھات کا سودا کرنا تھا اس لئے میں بریڈی کو حکم دے کر چلا گیا تھا۔ اب واپس آ کر معلوم ہوا ہے کہ سپیشل پوائنٹ میں حیرت انگیز کام ہوا ہے کہ وہ آدمی غائب ہے اور بریڈی کی لاش وہاں موجود ہے“...... ہلٹن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہ تمہاری نااہلی ہے ہلٹن۔ لیکن چونکہ ایسا پہلی بار ہوا ہے اس لئے میں تمہیں لاسٹ وارننگ دے رہا ہوں۔ آئندہ ایسی نااہلی کی سزا نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے پورے سیٹ اپ کو بھگتنا پڑے گی“۔ لارڈ مائلو نے اسی طرح نرم لہجے میں کہا۔

”تھینک یو چیف“...... ہلٹن نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”اب تم نے اس آدمی کو تلاش کرنا ہے اور اسے دیکھتے ہی گولی مار دینی ہے۔ اسے پکڑنے اور پوچھ گچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لارڈ مائلو نے رسیور رکھ دیا اور پھر ایک خیال کے آتے ہی اس نے ساتھ پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے۔

”جولین کی کال ابھی تک نہیں آئی۔ اسے فون کر کے حکم دو کہ وہ مجھ سے فوراً رابطہ کرے“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لارڈ مائلو نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو لارڈ مائلو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”فلیٹ سے کال کا کوئی جواب نہیں مل رہا چیف“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”گھنٹی بج رہی ہے یا نہیں“...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

”بج رہی ہے چیف“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اگر فلیٹ بند ہوتا تو گھنٹی آف کر دی جاتی۔ انتظامیہ سے معلوم کرو“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”اس کے لئے آپ کی اجازت کی ضرورت تھی باس اس لئے میں نے رابطہ نہیں کیا تھا“...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ نجانے وہاں کیا حالات ہوں۔ تم ایسا کرو کہ زیرو پوائنٹ کے ہارڈنگ کو میری طرف سے

کہہ دو کہ وہ فلیٹ پر جا کر جولین سے رابطہ کرے اور میری اس سے بات کرائے“...... لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ لگتا ہے آج ہر طرف معاملات الٹ ہوتے جا رہے ہیں“...... لارڈ مائلو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً پون گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لارڈ مائلو بول رہا ہوں“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”ہارڈنگ بول رہا ہوں چیف۔ ماریا کے فلیٹ سے“...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن لہجہ متوحش سا تھا۔

”جولین کہاں ہے۔ اس نے کال کیوں نہیں کی“...... لارڈ مائلو نے کہا۔

”چیف۔ یہاں فلیٹ میں جولین اور ماریا کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لارڈ مائلو بے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ جولین اور ماریا کی لاشیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے“...... لارڈ مائلو نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ دونوں کی لاشیں کرسیوں پر رسیوں سے بندھی ہوئی صورت میں موجود ہیں اور دونوں کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے اور پورے فلیٹ کی بھرپور انداز میں تلاشی بھی لی گئی ہے اور

چیف۔ جولین کا چہرہ تکلیف کی شدت سے اس قدر مسخ ہے کہ جیسے اسے مارنے سے پہلے ٹارچر کیا گیا ہو“...... ہارڈنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ویری بیڈ۔ یہ آخر ہو کیا رہا ہے۔ تم ادھر ادھر سے معلومات حاصل کرو تاکہ قاتلوں کا پتہ لگایا جا سکے اور پھر مجھے رپورٹ دو“۔ لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخا اور میز کی سب سے نیچے والی دراز کھول کر اس نے شراب کی ایک چھوٹی بوتل نکالی اور اسے منہ سے لگا کر اس نے لمبے لمبے گھونٹ لینے شروع کر دیئے۔ جب بوتل خالی ہو گئی تو اس نے اسے سائیڈ پر پڑی ہوئی ایک بڑی سی ٹوکری میں پھینک دیا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کون یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ جولین اور ماریا کو کس نے ہلاک کیا ہو گا“۔ لارڈ مائلو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہلٹن سے بات کراؤ“...... لارڈ مائلو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد گھنٹی بجنے پر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس۔ لارڈ مائلو بول رہا ہوں“...... لارڈ مائلو نے تیز لہجے میں کہا۔

’’ہلٹن بول رہا ہوں چیف‘‘...... دوسری طرف سے ہلٹن کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

’’ہلٹن۔ جس پاکیشائی ایجنٹ کو تم نے پکڑا تھا اس نے اپنا نام کیا بتایا تھا‘‘...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

’’ٹائیگر۔ چیف اور اس نے بتایا تھا کہ وہ علی عمران کا شاگرد ہے‘‘۔ ہلٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے یا نہیں‘‘...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

’’اسے مسلسل ٹریس کیا جا رہا ہے چیف۔ جلد ہی اس کے بارے میں معلوم ہو جائے گا‘‘...... ہلٹن نے کہا۔

’’اسے جلد از جلد ٹریس کر کے ختم کرو اور مجھے رپورٹ دو‘‘۔ لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی تو لارڈ مائلو نے رسیور اٹھا لیا۔

’’یس۔ لارڈ مائلو بول رہا ہوں‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا۔

’’ہارڈنگ بول رہا ہوں چیف‘‘...... دوسری طرف سے ہارڈنگ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

’’قاتلوں کا پتہ چل گیا ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

’’چیف۔ فلیٹ سے باہر تو کسی نے کسی کو مارک نہیں کیا لیکن مجھے یاد آ گیا تھا کہ طویل عرصہ پہلے آپ کے حکم پر ہر ایجنٹ اور

مانیٹرنگ ایجنٹ کی رہائش گاہ پر ایسے کیمرے اور ٹیپ ریکارڈر نصب کئے گئے تھے جو کسی بھی اجنبی کی آمد پر خود بخود آن ہو جاتے تھے اور اس میں موجود فلم اور ٹیپ ایک ہفتہ بعد خود بخود واش ہو جاتی تھی۔ ماریا مانیٹرنگ ایجنٹ تھی۔ اس لئے اس کے رہائشی فلیٹ میں بھی کیمرے اور ٹیپ ریکارڈر نصب کئے گئے تھے۔ چنانچہ میں نے انہیں چیک کیا تو ان دونوں کی ہلاکت کی فلم اور ٹیپ سامنے آ گئی۔ ان دونوں کو ہلاک کرنے والا ایک ہی آدمی ہے جو مقامی ہے اور اس آدمی نے اپنا نام ٹائیگر بتایا ہے۔ اس نے جولین پر تشدد کر کے آپ کے بارے میں پوچھ گچھ کی ہے کہ آپ کی رہائش کہاں ہے اور جولین نے اسے بتایا کہ آپ کی رہائش کرانس کے شہر رولینڈ میں ہے اور تفصیل بھی بتائی ہے‘‘...... ہارڈنگ نے کہا۔

’’تم وہیں رکو۔ میں سپر سیکشن کے اوبرائن کو بھیج رہا ہوں۔ وہ تم سے ٹیپ اور فلم لے لے گا۔ اس کے بعد تم نے ماریا اور جولین کی لاشوں کو ٹھکانے لگانا ہے‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا۔

’’یس چیف‘‘...... ہارڈنگ نے جواب دیا تو لارڈ مائلو نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

’’سپر سیکشن‘‘...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

’’لارڈ مائلو بول رہا ہوں‘‘...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس۔ سپر چیف۔ حکم چیف''...... دوسری طرف سے لہجہ انتہائی مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

''اوبرائن سے بات کراؤ''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوبرائن خدمت میں حاضر ہے سپر چیف''...... چند لمحوں بعد ایک دوسری مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''اوبرائن۔ تم نے ماریا کا رہائشی فلیٹ دیکھا ہوا ہے''...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

''یس چیف۔ میرا فلیٹ بھی اسی بلڈنگ میں ہے چیف''۔ اوبرائن نے جواب دیا۔

''تم وہاں جاؤ۔ ماریا اور جولین دونوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ہارڈنگ وہاں موجود ہے۔ اس کے پاس فلم اور ٹیپ ہے وہ تم نے ہارڈنگ سے لے کر ہارڈنگ کو بھی گولی مار دینی ہے۔ پھر فلم اور ٹیپ تم نے ایس ایس ٹی کے ذریعے مجھے بھجوانی ہے۔ سمجھ گئے''۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لارڈ مائلو نے رسیور رکھ دیا۔

''ٹائیگر۔ تو یہ وہی ٹائیگر ہے جس نے آئزک کو ہلاک کیا، جس نے بریڈی کا خاتمہ کیا اور اب اس نے ماریا اور جولین کا خاتمہ کر دیا ہے اور سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ اسے یہاں کے

بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔ اب وہ یہاں آئے گا''...... لارڈ مائلو نے خودکلامی کے انداز میں کہا اور انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''میں ایک ہفتے کے لئے زیرو ہاؤس جا رہا ہوں۔ تم آفس بند کر کے ایک ہفتے کی چھٹی پر جا سکتی ہو۔ اٹ از مائی آرڈر''۔ لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''گوخ بول رہا ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی مگر لہجہ سخت تھا۔

''لارڈ مائلو بول رہا ہوں''...... لارڈ مائلو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس چیف۔ حکم چیف''...... اس بار دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''میں ٹاپ ہاؤس سے ایک ہفتے کے لئے زیرو ہاؤس جا رہا ہوں۔ اس دوران ٹاپ ہاؤس سیلڈ رہے گا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا کا ایک ایجنٹ جس کا نام ٹائیگر ہے اس نے جولین سے جو میرے ساتھ کافی عرصہ ٹاپ ہاؤس میں رہی ہے، ٹاپ ہاؤس کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں اور اب وہ کسی بھی وقت یہاں

اکیلا یا اپنے ساتھیوں سمیت حملہ کر سکتا ہے۔ اب میرے جانے کے بعد یہ تمہاری ڈیوٹی ہو گی کہ تم اپنے گروپ سمیت یہاں اس انداز میں رہو کہ جو بھی اس دوران یہاں آئے اسے یقینی طور پر ہلاک کیا جا سکے اور تم نے مجھے باقاعدہ اس کی اطلاع بھی دینی ہے''۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں چیف۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''۔ دوسری طرف سے گوخ نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہر طرح سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس چیف''...... گوخ نے کہا تو لارڈ مائلو نے رسیور رکھا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی فون سیکرٹری اس دوران ٹاپ ہاؤس سے واپس چلی گئی ہو گی۔ چنانچہ وہ اپنے آفس سے نکل کر ایک گیلری سے گزرتا ہوا ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچا۔ اس کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ ایک قد آدم مشین موجود تھی جس پر سرخ رنگ کا کپڑا چڑھا ہوا تھا۔ لارڈ مائلو نے کپڑا کھینچ کر ہٹایا اور اسے تہہ کر کے اس نے عقبی دیوار میں موجود ایک الماری میں رکھ دیا اور پھر الماری بند کر کے وہ دوبارہ مشین کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے مشین کا ایک بٹن دبایا تو مشین میں جیسے زندگی کی لہر سی دوڑ گئی۔ مشین پر موجود چھوٹے چھوٹے بلب جلنے لگے اور مشین میں سے زوں زوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

چند لمحوں بعد کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی مشین کے نچلے حصے میں ایک خانہ کھل گیا۔ اس خانے کے اندر ایک چھوٹا سا ریموٹ کنٹرول نما آلہ موجود تھا۔ لارڈ مائلو نے وہ آلہ اٹھایا اور خانہ بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی مشین آف ہو گئی۔ البتہ اس کے اوپر والے حصے کے دائیں کونے میں ایک چھوٹا سا سبز رنگ کا بلب جل اٹھا تھا۔ لارڈ مائلو نے آلہ جیب میں ڈالا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ایک بار پھر چند گیلریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک گیراج نما حصے میں آیا جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے جیب سے ریموٹ کنٹرول نما آلہ نکالا اور ہاتھ کو کار کی کھڑکی سے باہر نکال کر اس ریموٹ کنٹرول نما آلے کا رخ سامنے دیوار کی طرف کر کے اس نے ایک بٹن پریس کر دیا تو سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو کر سائیڈوں میں سمٹتی چلی گئی۔

لارڈ مائلو نے ہاتھ اندر کیا اور ریموٹ کنٹرول نما آلے کو سامنے ڈیش بورڈ پر رکھ کر اس نے کار سٹارٹ کی اور پھر ایک جھٹکے سے اسے آگے بڑھا دیا۔ دیوار کی دوسری طرف اس نے کار روکی اور پھر ڈیش بورڈ پر پڑا ہوا آلہ اٹھا کر اس نے کار کا دروازہ کھولا اور کار سے نیچے اتر کر اس نے آلے کا رخ عقبی طرف کر کے بٹن پریس کیا تو سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار برابر ہو گئی۔ اب وہاں باریک سی درز تک نظر نہ آ رہی تھی۔ لارڈ مائلو نے آلے پر موجود

سرخ رنگ کا بٹن پریس کیا تو سر سر کی آوازوں کے ساتھ ہی دیوار کے سامنے سرمئی رنگ کی دھات کی چادر سی آ گئی اور لارڈ مائلو کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ اب اس پر چاہے ایٹم بم بھی کیوں نہ مار دیا جائے ٹاپ ہاؤس کو کسی صورت اوپن نہ کیا جا سکتا تھا جبکہ ریموٹ کنٹرول نما آلے کا ایک بٹن دبتے ہی یہ اوپن ہو سکتا تھا۔

لارڈ مائلو نے آلے کو واپس جیب میں رکھا اور پھر دوبارہ کار میں بیٹھ کر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ یہ ٹاپ ہاؤس ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا اور سڑک بل کھاتی ہوئی نیچے گہرائی میں اترتی چلی جا رہی تھی۔ مزید ہاؤسز بھی اسی سڑک پر تھے لیکن وہ کافی گہرائی میں جا کر شروع ہوتے تھے۔ لارڈ مائلو نے ٹاپ ہاؤس کے گرد چاروں طرف درختوں اور جھاڑیوں میں ایسے سائنسی آلات لگوائے ہوئے تھے جن کی مدد سے پوری فوج کا بھی آسانی سے خاتمہ کیا جا سکتا تھا۔ اس ٹاپ ہاؤس میں اس کے ساتھ صرف اس کی فون سیکرٹری رہتی تھی لیکن اس کی آمد و رفت کا راستہ بھی الگ تھا اور اسے یہاں آنے جانے کے لئے ایک سائنسی چپ ہر وقت اپنے پرس میں رکھنا پڑتی تھی ورنہ وہ بھی ٹاپ ہاؤس میں داخل نہ ہو سکتی تھی۔ یہ فون سیکرٹری اس کے ساتھ مستقل رہتی تھی۔ چائے، کھانا سب کچھ وہ خود ہی اپنے لئے اور لارڈ کے لئے تیار کرتی تھی۔ اس سیکرٹری کی طرح جولین بھی کافی عرصہ یہاں لارڈ مائلو کے ساتھ گزار گئی تھی۔

جولین لارڈ مائلو گروپ کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی اور وہ انتہائی ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھی ایجنٹ بھی تھی۔ اس کا ایک پورا گروپ تھا جو دنیا بھر سے سائنسی دھاتوں کو حاصل کرنے اور لارڈ مائلو گروپ میں پہنچانے کا کام کرتا تھا جبکہ ماریا بھی لارڈ مائلو گروپ کی ہی ایجنٹ تھی لیکن اس کا کام نگرانی کرنا اور بروقت جولین اور اس کے ساتھیوں کو مدد پہنچانا تھا۔ عام طور پر وہ سیاح بنی رہتی تھی۔ ٹاپ ہاؤس میں لارڈ مائلو، لارڈ مائلو کے نام سے نہیں رہتا تھا بلکہ اس کا نام گوگین تھا اور اب وہ جس رہائش گاہ میں شفٹ ہو رہا تھا اور جس کا نام زیرو ہاؤس تھا یہ شہر زاروس کی ایک رہائشی کالونی ہاسٹن میں تھا اور وہاں لارڈ مائلو ایک یونیورسٹی کے پروفیسر کیتھ کے طور پر رہا کرتا تھا۔ وہاں ملازم بھی تھے اور گارڈز بھی لیکن اس زیرو ہاؤس کا صرف نام ہی اس کے گروپ کے لوگوں کو معلوم تھا۔ یہ کہاں تھا اس کا علم سوائے لارڈ مائلو کے اور کسی کو نہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے ٹاپ ہاؤس سے جانے کے بعد گوخ اپنے چار ساتھیوں سمیت ٹاپ ہاؤس کے ارد گرد پہنچ کر اس کی حفاظت کرے گا۔ اسے گوخ اور اس کے ساتھیوں کی مہارت پر مکمل اعتماد تھا کہ چاہے وہاں کوئی فوج بھی کیوں نہ آ جائے گوخ اور اس کے ساتھی وہاں موجود سائنسی حربوں کی مدد سے انہیں آسانی سے ہلاک کر سکتے تھے۔ اس نے گوخ کو کہا تھا کہ وہ اسے فون پر اطلاع دے تو یہ فون اس نے ایک یہودی مواصلاتی خلائی سیارے سے حاصل کیا

ہوا تھا اس لئے اس پر پوری دنیا سے کہیں سے بھی کال کی جا سکتی تھی لیکن سنی وہ صرف اس جگہ جا سکتی تھی جہاں اس کا خصوصی فون آن کر دیا جائے اور یہ خصوصی فون ٹاپ ہاؤس میں بھی تھا اور زیرو ہاؤس میں بھی۔ ٹاپ ہاؤس والا فون مشین کی وجہ سے آف ہو چکا تھا۔ اب وہ زیرو ہاؤس میں جا کر جب وہاں کا خصوصی فون آن کرے گا تو اس کو کی جانے والی کال زیرو ہاؤس میں سنی جا سکتی تھی اس لئے وہ ہر لحاظ سے مطمئن تھا کہ مخالف ایجنٹ اس تک کسی صورت بھی نہیں پہنچ سکتے۔

ٹائیگر کرانس کے شمال مشرق میں واقع پہاڑی علاقے کراروسی کے ایک ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا سامنے رکھے نقشے پر جھکا ہوا تھا۔ وہ ایک گھنٹہ پہلے لوکل فلائٹ کے ذریعے کرانس کے دارالحکومت پارس سے یہاں پہنچا تھا۔ کراروسی جسے عام طور پر میلان بھی کہا جاتا تھا کرانس کا انتہائی خوبصورت پہاڑی علاقہ تھا۔ یہاں سرسبز اور خوبصورت پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کی اس قدر کثرت تھی کہ یوں لگتا تھا کہ یہ شہر کسی گھنے جنگل میں بنایا گیا ہو۔ یہاں کی جھاڑیاں بھی ہر موسم میں مختلف خوشبودار پھولوں سے لدی رہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس علاقے کی آب و ہوا انتہائی تازہ آکسیجن سے بھرپور اور خوشگوار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کراروسی میں ہر وقت مختلف ملکوں کے سیاحوں کا رش رہتا تھا اور اس سیاحت کی وجہ سے یہاں بے شمار عام کلب، گیم کلب، نائٹ کلب اور ہوٹل جگہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جگہ موجود تھے۔

یہ ایک طویل پہاڑی سلسلہ تھا جس کے اندر بے شمار چھوٹی بڑی چوٹیاں تھیں اور اس طرح ڈھلوانی چھتوں والے مکانات ہر پہاڑی پر موجود تھے۔ ٹائیگر نے جولین سے اس ٹاپ ہاؤس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر لی تھی۔ اسے جولین نے یہ بھی بتایا تھا کہ ٹاپ ہاؤس کے گرد دور دور تک اور کوئی مکان نہیں ہے اور اس کے گرد بے شمار سائنسی آلات کو چھپا کر نصب کیا گیا ہے جن کے ذریعے کسی بڑی فوج کو بھی جلا کر بھسم کیا جا سکتا ہے لیکن ٹائیگر کو چونکہ عمران نے حکم دیا تھا کہ وہ اس دھات پلونم کے بارے میں معلوم کرے کہ اس وقت یہ دھات کہاں ہے اور یہ بات صرف لارڈ مائلو ہی بتا سکتا تھا اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے وہ اس لارڈ مائلو تک پہنچ کر یہ معلومات حاصل کرے گا اور اب ہوٹل کے اس کمرے میں بیٹھا وہ اس بارے میں ہی غور کر رہا تھا۔ سامنے رکھے ہوئے نقشے میں اس نے ٹاپ ہاؤس کے گرد دائرہ لگا دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس ہوٹل کے گرد بھی نہ صرف اس نے دائرہ لگا دیا تھا بلکہ اس نے اس ہوٹل سے ٹاپ ہاؤس تک پہنچنے کا راستہ بھی مارک کر لیا تھا لیکن اب وہ بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ وہ سیدھا وہاں پہنچ جائے یا کسی دوسرے راستے سے چھپ کر وہاں پہنچے۔

ٹائیگر کو یقین تھا کہ بریڈی کی لاش ملنے کے بعد اب تک ماریا

اور جولین کی لاشیں بھی دستیاب ہو چکی ہوں گی لیکن یہ بات ضروری نہیں تھی کہ انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہو کہ ماریا اور جولین کو بھی ٹائیگر نے ہی ہلاک کیا ہے اور اگر واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو پھر لارڈ مائلو ٹاپ ہاؤس میں مطمئن بیٹھا رہے گا لیکن اگر اسے اطلاع مل گئی تو پھر ٹاپ ہاؤس کے گرد بھی ہائی الرٹ ہو چکا ہو گا۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد جب کوئی بات حتمی طور پر اسے سمجھ نہ آئی تو اس نے دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ راستہ اسے ایک بزرگ نے بتایا تھا اور ٹائیگر بے شمار بار اس کا تجربہ بھی کر چکا تھا۔

بزرگ نے اسے بتایا تھا کہ جب وہ کسی معاملے میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے تو آنکھیں بند کر کے یہ تصور کرے کہ دونوں یا دو سے زیادہ جتنے بھی راستے ہوں وہ سب اس نے سامنے رکھ لئے ہیں اور اپنے ذہن کو کوشش کر کے تمام خیالات سے پاک کرے۔ شروع شروع میں شاید اسے ناکامی ہو گی لیکن آہستہ آہستہ واقعی اس کا ذہن ہر خیال سے پاک ہوتا چلا جائے گا اور پھر اس مشق کے دوران ان راستوں میں سے کوئی راستہ یکلخت روشن ہو کر اس کے سامنے آ جائے گا اور یہی بہترین راستہ ہو گا۔ ٹائیگر نے کئی بار اہم موقعوں پر اس کا تجربہ کیا تھا اور وہ ہمیشہ اپنے تجربے میں کامیاب رہا تھا۔

شروع شروع میں تو ذہن میں موجود اور آنے والے خیالات سے چھٹکارہ پانا اس کے لئے کافی مشکل ثابت ہوا تھا لیکن پھر

آہستہ آہستہ وہ اس مشکل پر قابو پاتا چلا گیا اور اب تو صرف چند لمحات میں اپنے ذہن کو خیالات سے خالی کر لیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے آنکھیں بند کیں اور اپنے سامنے دو راستے رکھ لئے کہ کیا وہ براہ راست ٹاپ ہاؤس پہنچ جائے یا دوسرا راستہ کہ وہ چھپ چھپا کر وہاں پہنچ جائے اور پھر اس نے ذہن کو خیالات سے خالی کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی یکلخت اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک لمحے کے لئے برق سی کوندی ہو اور اس کے ساتھ ہی براہ راست جانے والا راستہ روشن ہو کر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک لمحے کے لئے لہرایا تو اس نے طویل سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کا ذہن اس فیصلے پر پختہ ہو چکا تھا کیونکہ اسے ڈائریکٹ ایکشن کا اشارہ مل گیا تھا۔

ٹائیگر نے دروازے کے قریب جا کر سوئچ بورڈ پر موجود سرخ رنگ کا ایک بٹن پریس کر دیا اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہو چکا تھا۔ یہ انتظام ہوٹل انتظامیہ کی طرف سے کیا گیا تھا کہ جب مسافر چاہے اسے ساؤنڈ پروف بنا لے اور جب چاہے اسے عام کمرہ بنا لے کیونکہ بعض مسافر ساؤنڈ پروف کمرے میں آکسیجن کی کمی کی شکایت کرتے تھے اس لئے ایسا انتظام کیا گیا تھا اور ہر مسافر کو ہوٹل کی طرف سے جو کتابچہ دیا جاتا تھا اس میں اس کی تفصیل موجود تھی۔

ٹائیگر نے رسیور اٹھایا اور فون کے نیچے موجود بٹن پریس کر کے اس نے اس کا رابطہ ہوٹل ایکس چینج سے ختم کر کے براہ راست کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”ورتھ آرگنائزیشن“ ...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”سپرنٹنڈنٹ ڈیوڈ سے بات کرا دیں۔ میں ان کا دوست رچرڈ بول رہا ہوں“ ...... ٹائیگر نے مقامی لہجے میں کہا۔

”ہولڈ کریں“ ...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ ڈیوڈ بول رہا ہوں۔ کون صاحب بات کر رہے ہیں“۔ چند لمحوں بعد رسیور سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”پارس کے کیوار کلب کے مائیکل ٹف نے تمہاری ٹپ دی ہے مجھے۔ میرا نام رچرڈ ہے“ ...... ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ مجھے بھی اس نے فون کیا تھا۔ کیا چاہئے تمہیں“ ...... ڈیوڈ نے کہا۔

”کیا یہ فون محفوظ ہے“ ...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں۔ تم کھل کر بات کر سکتے ہو“ ...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”مجھے ایک طاقتور انجن والی جیپ، کچھ ایڈوانس اسلحہ اور زیرو پلس ہائی گریڈ چاہئے۔ پیمنٹ نقد کر دی جائے گی“ ...... ٹائیگر نے کہا۔

''مال کی تفصیل بتاؤ اور اسے کہاں پہنچانا ہے''...... ڈیوڈ نے پوچھا تو ٹائیگر نے اسے تفصیل بتانی شروع کر دی۔

''ٹھیک ہے۔ جیپ اور مال کہاں پہنچانا ہے اور رقم کہاں دی جائے گی''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''جب مال آ جائے تو مجھے ہوٹل تھری سٹار کے کمرہ نمبر دو سو دس میں فون کر لینا۔ پھر باقی بات ہو گی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کمرہ نمبر دو سو دس۔ نام رچرڈ۔ ہوٹل تھری سٹار۔ ٹھیک ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد کال آ جائے گی''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ میں تمہاری کال کا انتظار کروں گا''...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ واش روم سے واپس آ کر اس نے کمرے میں موجود ٹی وی آن کیا اور مختلف پروگرام دیکھنے شروع کر دیئے۔ ویسے اسے مقامی پروگراموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن چونکہ اس نے وقت گزارنا تھا اس لئے وہ بیٹھا ٹی وی دیکھتا رہا۔ پھر تقریباً اڑھائی گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ٹائیگر نے ریموٹ کنٹرول کی مدد سے ٹی وی آف کیا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ رچرڈ بول رہا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مسٹر ڈیوڈ بات کرنا چاہتے ہیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کرائیں بات''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس

نے فون کے نیچے لگا ہوا بٹن پریس کر کے فون لائن کو ڈائریکٹ کر دیا۔

''ڈیوڈ بول رہا ہوں۔ آپ نے لائن ڈائریکٹ کر لی ہے یا نہیں''۔ دوسری طرف سے ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

''لائن ڈائریکٹ ہے۔ آپ بات کریں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''آپ کا کام ہو گیا ہے۔ اب آپ کو یہ مال کہاں پہنچایا جائے''۔ ڈیوڈ نے پوچھا۔

''کتنی رقم کا گارنٹڈ چیک لیں گے آپ''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''چیک نہیں نقد رقم۔ آپ نے نقد رقم کا وعدہ کیا تھا''...... ڈیوڈ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں نے گارنٹڈ چیک کی بات کی ہے۔ عام چیک کی نہیں اور گارنٹڈ چیک نقد رقم سے بھی زیادہ یقینی ہوتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کس بینک کا گارنٹڈ چیک ہے''...... ڈیوڈ نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

''سنٹرل بینک آف کرانس کا''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''اوہ۔ پھر ہمیں قبول ہے''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''آپ جیپ اور سامان کا بیگ ایڈن گارڈن کی پارکنگ میں پہنچا دیں اور شناخت کا کوڈ بتا دیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میرا جو آدمی جیپ لے کر آ رہا ہے اس کا نام چارلی ہے۔ وہ اپنا تعارف ریڈ چارلی کرائے گا۔ اس نے سرخ رنگ کی ٹائی اور نیلا

کوٹ پہنا ہوا ہے۔ جیپ جدید ترین ماڈل کی ہے اور سیاہ رنگ کی ہے۔ آپ اسے اپنا نام بتائیں گے اور پھر وہ سامان اور جیپ کی چابیاں اور کاغذات آپ کے حوالے کر دے گا اور آپ نے اسے چار لاکھ ڈالرز کا گارنٹڈ چیک دینا ہے''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ بھجوا دیں''...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے اپنا سامان پیک کرنا شروع کر دیا۔ چند جوڑے کپڑے اور ایک مشین پسٹل اس کے پاس تھا جو اس نے بیگ میں رکھے اور بیگ کے خانے سے گارنٹڈ چیک بک نکال کر اس نے اس کا ایک چیک پُر کیا اور پھر اسے چیک بک سے علیحدہ کر کے اس نے چیک تہہ کر کے جیب میں رکھا اور چیک بک کو واپس بیگ میں رکھ کر اس نے بیگ بند کیا اور پھر اسے اٹھائے وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے کاؤنٹر پر پہنچ کر کمرہ چھوڑ دیا اور واجبات ادا کر کے وہ ہوٹل سے باہر آیا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر کی سب سے خوبصورت جگہ ایڈن گارڈن کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹائیگر ایڈن گارڈن پہلے بھی دیکھ چکا تھا اور اسے یہ پارک واقعی بے حد پسند آیا تھا۔ ویسے بھی ایڈن گارڈن سے ہی وہ سڑک نکلتی تھی جو اسے ٹاپ ہاؤس تک پہنچا سکتی تھی اس لئے اس نے اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ گو اسے یقین تھا کہ یہاں اسے کوئی نہیں پہچان سکتا لیکن اس کے باوجود اس نے یہاں آنے سے پہلے باقاعدہ میک اپ کیا تھا اور موجودہ میک اپ میں وہ کرانسیسی تھا اور چونکہ

اسے کرانسی زبان خاصی روانی سے آتی تھی اس لئے اسے کرانسی بننے میں کوئی مشکل پیش نہ آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نے اسے ایڈن گارڈن کے سامنے ڈراپ کر دیا۔ ٹائیگر نے میٹر دیکھ کر نہ صرف کرایہ ادا کیا بلکہ خاصی بڑی ٹپ بھی دے دی اور ڈرائیور نے نہ صرف اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ باقاعدہ سلام بھی کیا اور پھر وہ ٹیکسی آگے بڑھا لے گیا تو ٹائیگر نے سائیڈ پر بنی ہوئی پبلک پارکنگ کا رخ کیا۔

پارکنگ میں داخل ہوتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہاں سامنے ہی ایک سیاہ رنگ کی جدید ماڈل کی انتہائی مضبوط جیپ موجود تھی۔ ایسی جیپ جو اس پہاڑی علاقے میں سفر کے لئے بہترین سمجھی جاتی تھی۔ نیلے کوٹ اور سرخ ٹائی پہنے ایک لمبے قد کا آدمی پاس ہی کھڑا تھا۔ ٹائیگر اس کی طرف بڑھا تو وہ چونک کر ٹائیگر کی طرف دیکھنے لگا۔

''میرا نام رچرڈ ہے''...... ٹائیگر نے اس کے قریب پہنچ کر کہا تو اس آدمی کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

''میں ریڈ چارلی ہوں''...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سامان کہاں ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''جیپ کے اندر سیٹ پر ہے۔ آپ اندر بیٹھ کر چیک کر لیں''۔ ریڈ چارلی نے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا جیپ کی عقبی سیٹ پر چڑھ گیا اور پھر اس نے سیاہ رنگ کا تھیلا کھولا اور اندر موجود سامان چیک

کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اس کا مطلوبہ سامان بیگ میں موجود ہے تو وہ جیپ سے نیچے اتر آیا۔ اس نے جیب سے تہہ شدہ چیک نکالا اور اسے ریڈ چارلی کی طرف بڑھا دیا۔ ریڈ چارلی نے چند لمحوں تک چیک کو غور سے دیکھا اور پھر اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا کر اس نے اسے تہہ کر کے اپنی جیب میں ڈالا اور پھر جیب سے جیپ کی چابی جو ایک خوبصورت کی رنگ میں تھی نکال کر ٹائیگر کی طرف بڑھا دی۔

''کار کے کاغذات ڈلیش بورڈ میں موجود ہیں جناب''...... ریڈ چارلی نے کہا۔

''اوکے تھینک یو''...... ٹائیگر نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو ریڈ چارلی نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور پھر واپس مڑ گیا جبکہ ٹائیگر نے ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر عقبی سیٹ پر موجود بیگ اٹھا کر اس نے اس سے سامان نکال کر اپنے کوٹ کی مختلف جیبوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ خاص طور پر زیرو پلس کو آن کر کے اس نے سامنے کی جیب میں ڈالا اور پھر جیپ کا انجن سٹارٹ کرنے لگا لیکن انجن میں جیسے جان ہی نہ ہو۔ ایک لمحے کے لئے ٹائیگر پریشان ہوا لیکن دوسرے لمحے وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر زیرو پلس نکالا اور پھر اسے آف کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اب اس نے انجن سٹارٹ

کیا تو وہ فوراً سٹارٹ ہو گیا۔

''واقعی۔ بے وقوفی سرزد ہونے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ زیرو پلس آن ہونے کے بعد کوئی مشینری آن ہی نہیں ہو سکتی تو یپ کا انجن کیسے سٹارٹ ہو جاتا''...... ٹائیگر نے خودکلامی کے انداز ں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر جیپ کو بیک کر کے وہ پارکنگ سے اہر لایا اور دوسرے لمحے اس نے جیپ کو موڑ کر اس کا رخ اس رف کر دیا جہاں سے سڑک ٹاپ ہاؤس تک سیدھی چلی جاتی تھی۔ ھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد وہ چوٹی پر بنے ہوئے ایک خوبصورت ڈھلوانی چھتوں والے مکان کے سامنے پہنچ گیا لیکن جیپ روک کر جیسے ہی اس نے غور سے اس مکان کو دیکھا وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ مکان کی بیرونی دیوار کے سامنے رئی رنگ کی کسی دھات کی چادر چڑھی ہوئی صاف دکھائی دے ہی تھی۔

''اوہ۔ راستہ بند کیا گیا ہے''...... ٹائیگر نے جیپ سے نیچے اتر ر تھوڑا سا آگے بڑھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور پھر وہ اس سرمئی نگ کی کسی دھات کی چادر کے قریب پہنچ گیا۔ چند لمحوں تک وہ غور ے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے اس چادر پر ہاتھ رکھا۔ س کا خیال تھا کہ شاید اس چادر میں الیکٹرک کرنٹ نہ دوڑ رہا ہو یکن ایسا نہیں تھا۔

''مجھے عقبی طرف سے جائزہ لینا چاہئے''...... ٹائیگر نے ادھر

ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ بائیں طرف کو بڑھنے لگا۔ بائیں طرف درختوں کا گھنا جنگل تھا جبکہ ٹاپ ہاؤس کے طرف گہرائی تھی جو نجانے کہاں تک چلی گئی تھی اس لئے دائیں طرف سے ویسے بھی عقبی طرف نہ پہنچا جا سکتا تھا اس لئے وہ بائیں طرف سے اس گھنے جنگل سے گزر کر عقبی طرف آیا تو یہاں بھی دیوار پر سرمئی رنگ کی دھات موجود تھی۔ ٹاپ ہاؤس کی عقبی طرف ایک چھوٹے سے زمین کے قطعے پر درخت موجود تھے۔ اس کے بعد عقبی طرف بھی گہرائی تھی جو نیچے نجانے کہاں تک چلی گئی تھی اور نیچے بھی گھنا جنگل نظر آ رہا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ٹاپ ہاؤس کو بند کر دیا گیا ہے''۔ ٹائیگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑے غور سے اس کا جائزہ بھی لے رہا تھا کیونکہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے ٹاپ ہاؤس بند ہی کیوں نہ ہو وہ اس کے اندر جائے گا ضرور کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس ٹاپ ہاؤس کے اندر مائلو گروپ کے بارے میں تفصیلی فائلیں بھی موجود ہوں گی اور ہو سکتا ہے کہ پلوٹم دھات کے بارے میں بھی کوئی فائل موجود ہو جس سے اسے معلوم ہو سکے کہ مائلو گروپ نے یہ دھات کسی کو فروخت بھی کی ہے یا نہیں اور اگر کی ہے تو کس کو کی ہے لیکن ٹاپ ہاؤس کی تعمیر کچھ اس انداز کی تھی کہ اس میں کسی بھی طرف سے کوئی راستہ کھلا نہ چھوڑا گیا تھا۔ چاروں طرف دیوار کے سامنے سرمئی رنگ کی دھات کی چادر موجود تھی۔ چھت پر بھی کوئی رخنہ نظر نہ آ رہا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ گٹر لائن لازماً اندر سے باہر آ رہی ہو گی اور اس گٹر لائن سے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے۔ سے یہ فکر نہ تھی کہ گٹر لائن کے اندر یا عمارت کے اندر کوئی چیکنگ یا کلنگ مشینری ہو گی کیونکہ اس کی جیب میں زیرو پلس موجود تھا۔ ٹائیگر نے گٹر لائن چیک کرنے کے لئے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ گٹر لائن کا کوئی دہانہ وہاں موجود نہ تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے عقبی طرف کنارے پر پہنچ کر آگے کی طرف جھک کر نیچے دیکھنا شروع کر دیا کہ اچانک اس کے قدموں میں دھماکہ سا ہوا اور اسے یہ محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے اٹھا کر فضا میں پھینک دیا ہو۔ اس کا جسم قلابازی کھا کر کنارے کے بعد گہرائی میں جانے لگا کہ ٹائیگر کے ہاتھ کنارے سے نکل کر گہرائی کی طرف جاتے ہوئے درخت کی ٹہنی پر پڑے اور اس کے ساتھ ہی اس کا نیچے گرتا ہوا جسم جھولتا ہوا کنارے سے ٹکرایا ہی تھا کہ ایک اور دھماکہ ہوا اور اس کے ہاتھ سے وہ موٹی سی ٹہنی جس پر اس کے دونوں ہاتھ جمے ہوئے تھے ایک جھٹکے سے ٹوٹی اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر عمیق گہرائی میں گرتا چلا گیا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی لیکن چند لمحوں بعد اس کے ذہن پر تاریک چادر سی پھیلتی چلی گئی۔ آخری احساس جو اس کے ذہن میں ابھرا تھا وہ یہی تھا کہ اس قدر عمیق گہرائی میں گرنے کے بعد اس کا زندہ بچ جانا ناممکن ہے۔

گوخ لمبے قد اور ورزشی جسم کا مالک تھا۔ مارشل آرٹ اور نشانہ بازی میں اس کی شہرت بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ طویل عرصے سے لارڈ مائلو گروپ میں شامل تھا۔ لارڈ مائلو اس پر بے حد بھروسہ کرتا تھا اور ٹاپ ہاؤس کی سیکورٹی بھی اس کے ذمے تھی لیکن اس سیکورٹی کا سلسلہ عام سیکورٹی سے مختلف تھا۔ جب تک لارڈ مائلو ٹاپ ہاؤس میں رہتا تھا گوخ اور اس کے آدمیوں کو کراروسی شہر کی ایک کوٹھی میں رہنا پڑتا تھا لیکن جب لارڈ مائلو کسی بھی وجہ سے ٹاپ ہاؤس کو سیلڈ کر کے کہیں جاتا تھا تو اس کی عدم موجودگی میں گوخ اور اس کے ساتھی جن کی تعداد چار تھی وہاں پہنچ جاتے تھے اور وہاں کی بیرونی نگرانی اس وقت تک کرتے رہتے تھے جب تک کہ انہیں لارڈ مائلو کی واپسی کا کاشن نہ مل جاتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ لارڈ مائلو نے ٹاپ ہاؤس چھوڑنے سے پہلے اسے فون پر الرٹ کر دیا تھا۔ چنانچہ گوخ جب اپنے چار ساتھیوں سمیت وہاں پہنچا تو ٹاپ ہاؤس کے چاروں طرف سرمئی رنگ کی دھات کی چادر چڑھا کر اسے سیلڈ کر دیا تھا۔ اس چادر کا مطلب تھا کہ ٹاپ ہاؤس کو خالی کر دیا گیا ہے۔ چونکہ اس بار لارڈ مائلو نے اسے خود ہی اطلاع دے دی تھی کہ کوئی پاکیشیائی ایجنٹ جس کا نام ٹائیگر ہے اکیلا یا اپنے ساتھیوں سمیت یہاں پہنچ سکتا ہے اور اس ایجنٹ نے جولین سے ٹاپ ہاؤس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ اس بات سے گوخ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ لارڈ مائلو اس ایجنٹ کی وجہ سے ایک ہفتے کے لئے ٹاپ ہاؤس کو سیلڈ کر کے زیرو ہاؤس منتقل ہوا ہے اس لئے وہ چاہتا تھا کہ اس ایجنٹ کا خاتمہ ہر صورت کر دیا جائے۔

ٹاپ ہاؤس کی دائیں طرف اور عقبی طرف عمیق گہرائیاں تھیں جبکہ ان گہرائیوں کی دوسری طرف پہاڑی چٹانوں پر اس وقت وہ اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ گو ٹاپ ہاؤس کے گرد درختوں پر ایسے سائنسی آلات ہر طرف موجود تھے جو ایک آدمی تو کیا پوری فوج کا خودبخود مقابلہ کر سکتے تھے لیکن یہ آلات اس وقت آن ہوتے تھے جب لارڈ مائلو ٹاپ ہاؤس کے اندر موجود ہوتا تھا اور جب ٹاپ ہاؤس کو بند کر کے سیلڈ کر دیا جاتا تھا تو یہ آلات بھی کام کرنا چھوڑ دیتے تھے اس لئے گوخ اور اس کے ساتھیوں کو یہاں

حفاظت کے لئے کال کیا گیا تھا۔

گوخ کو اندازہ تھا کہ بظاہر ایک آدمی ٹائیگر کا نام لیا گیا ہے لیکن ظاہر ہے وہ آدمی اس قدر خطرناک تو ہے کہ لارڈ مائلو کو ٹاپ ہاؤس چھوڑنا پڑا ہے اس لئے گوخ نے اس آدمی کے خاتمہ کی باقاعدہ پلاننگ کی تھی۔ اس نے اپنا ایک ساتھی ٹاپ ہاؤس کی دائیں طرف گہرائی کے پار پہاڑی پر بٹھا دیا تھا جبکہ دوسرا آدمی اس نے بائیں طرف موجود جنگل کے پار ایک چٹان کی اوٹ میں بٹھایا ہوا تھا جبکہ وہ خود دو ساتھیوں سمیت عقبی طرف گہرائی کے بعد والی پہاڑی پر موجود تھا۔ اس کی آنکھوں سے دوربین لگی ہوئی تھی کہ اچانک سامنے پڑے ہوئے مخصوص ٹرانسمیٹر کی سیٹی بج اٹھی تو اس نے دوربین نیچے رکھی اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ براڈ کالنگ باس''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ یہ خصوصی ساخت کے ٹرانسمیٹر تھے۔ ان میں فون کے سے انداز میں بات کی جاتی تھی اس لئے بار بار اوور کہنے اور لائن آن آف کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

''یس۔ گوخ اٹنڈنگ یو۔ کوئی خاص بات''...... گوخ نے کہا۔

''باس۔ ایک نئے ماڈل کی جیپ شہر کی طرف سے ٹاپ ہاؤس کی طرف آ رہی ہے۔ جیپ میں صرف ایک ڈرائیور ہے اور کوئی آدمی نہیں ہے''...... براڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ایک آدمی۔ اوہ۔ یہ وہی ایجنٹ نہ ہو جس کا ہمیں بتایا گیا ہے۔ تم اسے چیک کرتے رہو اور ساتھ ساتھ مجھے رپورٹ دیتے رہنا''...... گوخ نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر ٹرانسمیٹر آف ہو گیا۔

''تو آخرکار وہ آ ہی گیا۔ دیکھو موجودہ صورت حال میں وہ کیا کرتا ہے''...... گوخ نے دائیں طرف بیٹھے اپنے ساتھی سے کہا۔

''اسے اس جیپ سمیت میزائل سے کیوں نہ اڑا دیا جائے باس''۔ اس کے ساتھی نے کہا۔

''ہلاک تو بہرحال اسے ہونا ہے۔ اب بچ کر تو نہیں جا سکتا لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ ایجنٹ موجودہ حالات میں کیا کرتا ہے کیونکہ بتایا گیا ہے کہ یہ انتہائی خطرناک ایجنٹ ہے''...... گوخ نے کہا تو اس کے دونوں ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ اسی لمحے ٹرانسمیٹر کی سیٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو گوخ نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

''براڈ بول رہا ہوں باس۔ جیپ ٹاپ ہاؤس کے سامنے رک چکی ہے اور وہ آدمی نیچے اتر کر آگے بڑھ رہا ہے''...... براڈ کی آواز سنائی دی۔

''دیکھتے رہو کہ وہ کیا کرتا ہے''...... گوخ نے کہا۔

''باس۔ وہ سرمئی چادر کو ہاتھ لگا کر دیکھ رہا ہے''...... براڈ کی

آواز سنائی دی۔

''باس۔ اب وہ بائیں طرف جا رہا ہے۔ شاید اس کا ارادہ عقبی طرف آنے کا ہے'' ...... براڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ بے فکر رہو۔ یہاں ہم موجود ہیں'' ..... گوخ نے جواب دیا۔

''باس۔ وہ جنگل میں داخل ہو گیا ہے اور میری نظروں سے اوجھل ہے'' ...... براڈ نے کہا۔

''اس کی جیپ کا خیال رکھنا'' ...... گوخ نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اسی لمحے سیٹی کی آواز دوبارہ سنائی دی تو گوخ نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

''رابرٹ بول رہا ہوں باس۔ ایک آدمی ٹاپ ہاؤس کی طرف سے جنگل میں داخل ہوا ہے'' ...... ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ براڈ نے پہلے بتایا ہے۔ تم اسے چیک کرتے رہو''۔ گوخ نے کہا۔

''وہ عقبی طرف کو جا رہا ہے باس'' ...... رابرٹ نے کہا۔

''آنے دو اسے۔ ہم عقبی طرف موجود ہیں'' ...... گوخ نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور اسے نیچے رکھ کر اس نے سامنے رکھی ہوئی دوربین اٹھا کر آنکھوں سے لگا لی۔ پھر اس نے دوربین کو تسموں کی مدد سے باقاعدہ باندھ لیا تاکہ ہاتھ ہٹا لینے کے باوجود وہ دوربین سے دیکھتا رہے اور پھر چند لمحوں بعد اسے جنگل میں سے ایک آدمی

نکل کر آتا دکھائی دیا۔

''یہ تو پاکیشیائی یا ایشیائی نہیں ہے۔ مقامی آدمی ہے'' ...... گوخ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ دوربین کے ذریعے بڑے غور سے اس آدمی کو دیکھ رہا تھا کہ شاید یہ آدمی میک اپ میں ہے لیکن باوجود کوشش کے وہ میک اپ کو چیک نہ کر سکا جبکہ وہ آدمی خالی قطعے میں کھڑا ٹاپ ہاؤس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسے تھا جیسے وہ عمارت کا جائزہ لے رہا ہو۔ اس کی پشت گوخ اور اس کے ساتھیوں کی طرف تھی اور گوخ انتہائی آسانی سے اسے گولی مار سکتا تھا لیکن میک اپ چیک نہ ہونے کی وجہ سے اس نے فیصلہ کیا کہ اس آدمی کو فوری گولی مارنے کی بجائے صرف زخمی کیا جائے تاکہ بعد میں اس سے پوچھ گچھ کر کے حتمی طور پر یہ معلوم کیا جا سکے کہ کیا یہی وہ آدمی ہے جس کا ذکر لارڈ مانلو نے کیا تھا یا یہ کوئی اور آدمی ہے۔ اس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنے ساتھی کالوج سے کہا کہ وہ ٹی ٹی ون پسٹل تھیلے سے نکال کر اسے دے۔ یہ مخصوص پسٹل تھا جس میں سے نکلنے والی گولی جب پھٹتی تھی تو اس میں سے بے شمار چھرے نکل کر چاروں طرف پھیل جاتے تھے۔ اس طرح اس دائرے کے اندر موجود آدمی زخمی ہو جاتا تھا لیکن زندہ رہتا تھا۔

گوخ کے ساتھی نے اسے ایک پسٹل دیا تو گوخ نے اسے چیک کیا اور پھر اس کا رخ سامنے کی طرف کر دیا۔ اسی لمحے اس

نے اس آدمی کو جھک کر گہرائی میں جھانکتے ہوئے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی گوخ نے ٹریگر دبا دیا۔ پسٹل سے نکل کر گولی ٹھیک اس آدمی کے قدموں میں جا کر پھٹی اور اس کے ساتھ ہی وہ آدمی اس طرح اوپر کی طرف اچھلا جیسے اسے کسی نے غبارے کی طرح ہوا میں اچھال دیا ہو اور پلک جھپکنے میں وہ آدمی ہوا میں قلابازی کھا کر نیچے گہرائی میں جاتا دکھائی دیا لیکن دوسرے لمحے گوخ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس آدمی کے دونوں ہاتھ پہاڑی سے نکلنے والے ایک درخت کی موٹی شاخ پر پڑے اور اس کا جسم وہیں جھولنے لگا۔

''اب یہ بچ تو سکتا نہیں اس لئے جانے دو اسے''...... گوخ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے گولی اس شاخ پر عین اسی جگہ پڑی جہاں سے وہ پہاڑ سے نکل رہی تھی اور ہزاروں چھروں نے اس شاخ کو ایک لحاظ سے چھلنی کر دیا اور چونکہ وہ آدمی اس سے لٹک رہا تھا اور اس کے جھولتے ہوئے جسم کا پورا بوجھ اس شاخ پر تھا اس لئے وہ فوراً ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی وہ آدمی بھی نیچے عمیق گہرائی میں گرتا چلا گیا۔

''یہ تو گیا۔ اب کسی اور کا انتظار کرنا ہو گا''...... گوخ نے پسٹل واپس اپنے ساتھی کالوج کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''باس۔ اس کی لاش اٹھا لائیں نیچے سے''...... کالوج نے پسٹل لیتے ہوئے کہا۔

''ارے ہاں۔ ہمیں لارڈ صاحب کے سامنے اس کی لاش رکھنی ہو گی۔ ٹھیک ہے۔ تم دونوں نیچے جاؤ اور اس کی لاش اٹھا لاؤ''۔ گوخ نے کہا۔

''یس باس''...... دونوں نے کہا اور پھر اٹھ کر وہ عقبی طرف کی جھاڑیوں میں غائب ہو گئے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کرنل براؤن اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل پر کچھ لکھنے میں مصروف تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر سامنے دروازے پر کھڑے ایک لمبے قد اور بھاری ورزشی جسم کے آدمی کو دیکھ کر وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ آنے والے نے نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا جبکہ سفید شرٹ پر سرخ رنگ کی ٹائی اس نے لگائی ہوئی تھی۔

”میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا“...... آنے والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لہجے میں خاصی بے تکلفی نمایاں تھی۔

”آؤ ڈیمرل۔ تم اچانک کیسے آ گئے ہو“...... کرنل براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فائل بند کر کے ایک طرف رکھ دی۔ ڈیمرل آگے بڑھ کر میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ کرنل براؤن نے کرسی سے اٹھ کر سائیڈ پر موجود ریک سے شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال کر اس نے میز پر رکھے اور پھر خود بھی کرسی پر بیٹھ کر اس نے بوتل کھولی اور دونوں گلاس آدھے سے زیادہ بھر کر ایک گلاس ڈیمرل کے سامنے رکھ دیا اور دوسرا گلاس اس نے اپنے سامنے رکھ لیا۔

”کہاں رہے۔ بڑے عرصے بعد آنا ہوا ہے“...... کرنل براؤن نے گلاس اٹھا کر ایک بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”کافرستان میں ایک مشن تھا۔ وہاں کافی وقت لگ گیا۔ اب فارغ ہو کر آیا ہوں“...... ڈیمرل نے بھی شراب کا بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”تم ایشیا میں کام کرتے رہتے ہو“...... کرنل براؤن نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ کیوں۔ کوئی خاص بات ہے“...... ڈیمرل نے بھی چونک کر کہا۔

”یہ بتاؤ کہ پاکیشیا میں بھی کبھی کام کیا ہے تم نے“...... کرنل براؤن نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ دو تین بار وہاں بھی کام کیا ہے۔ مسئلہ کیا ہے۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ کوئی خاص بات ہوگئی ہے“...... ڈیمرل نے کہا۔

”پاکیشیا کے خطرناک ایجنٹ علی عمران کو جانتے ہو“...... کرنل براؤن نے کہا تو ڈیمرل نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہارا ٹکراؤ عمران سے ہو چکا ہے۔ کیسے

اور کیوں۔ مجھے تفصیل بتاؤ''...... ڈیمرل نے کہا۔

''تم پہلے میری بات کا جواب دو''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''میرا آج تک عمران سے ٹکراؤ نہیں ہوا کیونکہ میں نے پاکیشیا میں دو تین بہت چھوٹے چھوٹے کام کئے ہیں۔ ویسے میں اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ وہ انتہائی خطرناک ایجنٹ ہے۔ اس سے تو لوگ ایسے ڈرتے ہیں جیسے موت سے آدمی ڈرتا ہے''...... ڈیمرل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس عمران سے لوگ اس قدر ڈرتے کیوں ہیں۔ کیا وہ ماورائی صلاحیتوں کا مالک ہے''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''ارے نہیں کرنل۔ وہ تو ایک عام سا مزاحیہ باتیں کرنے والا اور اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے والا آدمی ہے۔ وہ اپنے آپ کو احمق پوز کرتا ہے لیکن اس سے ٹکرانے والے کہتے ہیں کہ وہ میمنے کی کھال میں خوفناک بھیڑیا ہے۔ وہ خود احمق بن کر دراصل دوسروں کو احمق بناتا ہے اور جب اس کی اوٹ پٹانگ حرکتوں کا نتیجہ سامنے آتا ہے تو وہی فاتح ہوتا ہے، لیکن تمہارے ساتھ اس کا کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے''...... ڈیمرل نے کہا۔

''ہم نے مائلو گروپ سے ایک سائنسی دھات پلونم خریدی ہے اور سنا گیا ہے کہ مائلو گروپ نے یہ دھات پاکیشیا کی سرحد کے قریب ملک بہادرستان سے حاصل کی ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات کی واپسی کے لئے کسی بھی وقت

حرکت میں آ سکتی ہے''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''اگر تم نے یہ دھات مائلو گروپ سے خریدی ہے تو پھر بے فکر ہو جاؤ۔ انہیں کسی صورت یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ لارڈ مائلو نے یہ دھات کسے فروخت کی ہے۔ لارڈ مائلو اس معاملے میں پوری دنیا میں مشہور ہے۔ تمہارے بارے میں صرف لارڈ مائلو کو ہی علم ہو گا یا اس کے کسی ایک خاص آدمی کو اور لارڈ مائلو اور اس کے کسی خاص آدمی تک وہ کسی صورت پہنچ ہی نہیں سکتے اس لئے انہیں معلوم ہی نہ ہو سکے گا اور اگر وہ معلوم کرنے بھی نکلیں گے تو تب بھی انہیں کافی عرصہ لگ سکتا ہے اور اس دوران تم اس دھات کو استعمال کر چکے ہو گے''...... ڈیمرل نے کہا۔

''چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر ابھی ہم تین ماہ تک اس دھات کو استعمال میں نہیں لا سکتے۔ یہ تین ماہ اگر گزر جائیں تو پھر ہمیں کوئی فکر نہ ہو گی''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ دھات پاکیشیا کی ملکیت نہیں ہے بلکہ بہادرستان کی ملکیت ہے اور بہادرستان ایسا ملک ہے جسے سائنسی دھاتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ لوگ ابھی اس سطح پر نہیں پہنچے کہ سائنسی دھاتوں کو استعمال کر سکیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر تمہیں زیادہ خطرہ ہے تو تم بہادرستان حکومت سے بات کر کے انہیں کچھ رقم دے دو۔ وہ ویسے ہی اسے تمہاری ملکیت قرار دے دے گی''...... ڈیمرل نے کہا۔

”نہیں۔ ہم اس سلسلے میں بہادرستان سے بات نہیں کر سکتے ورنہ پاکیشیا والوں کو علم ہو جائے گا کہ یہ دھات ہمارے پاس ہے۔ البتہ ہم نے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کیا ہے کہ وہ کسی صورت اس تک پہنچ ہی نہیں سکتے“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”تمہاری بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے باوجود تمہیں ان لوگوں سے ہوشیار رہنا ہو گا“...... ڈیمرل نے کہا۔

”کیا تم ہماری مدد کر سکتے ہو“...... کرنل براؤن نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

”کیسی مدد“...... ڈیمرل نے چونک کر پوچھا۔

”یہی کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات کے پیچھے یہاں آئے تو تم اس کا خاتمہ کر دو۔ تم جو معاوضہ کہو گے حکومت تمہیں ادا کرے گی“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”ہمارا تو کام ہی یہی ہے۔ لیکن ہم یہاں پہرہ نہیں دے سکتے۔ البتہ تم ہمارے ساتھ معاوضہ طے کر لو۔ آدھی رقم ادا کر دو اور اس کے بعد جیسے ہی اس سروس کے بارے میں تمہیں اطلاع ملے کہ وہ یہاں پہنچ گئی ہے یا پہنچنے والی ہے تو ہمیں اطلاع دے دینا۔ ہم فوراً یہاں پہنچ کر اسے ٹریس بھی کریں گے اور ہلاک بھی کر دیں گے“۔ ڈیمرل نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ بولو کتنی رقم چاہئے تمہیں“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”پچاس لاکھ ڈالرز“...... ڈیمرل نے کہا۔

”نہیں۔ یہ بہت زیادہ ہے۔ ہماری حکومت صرف دس لاکھ ڈالر سے زیادہ ادا نہیں کر سکتی“...... کرنل براؤن نے کہا تو ڈیمرل بے اختیار ہنس پڑا۔

”مجھے معلوم تھا کہ تمہارا یہی جواب ہو گا۔ ٹھیک ہے۔ تمہاری دوستی کی خاطر مجھے یہ آفر منظور ہے“...... ڈیمرل نے کہا تو کرنل براؤن نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے۔

”یس سر“...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”چیف سیکرٹری صاحب جہاں بھی ہوں میری بات کراؤ“۔ کرنل براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”میں تمہارے سامنے معاوضہ کنفرم کرا دیتا ہوں“...... کرنل براؤن نے کہا تو ڈیمرل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی کی آواز سنائی دی تو کرنل براؤن نے رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”چیف سیکرٹری صاحب کی پرسنل سیکرٹری لائن پر ہے جناب“۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ کرنل براؤن بول رہا ہوں“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”یس سر۔ میں چیف سیکرٹری صاحب سے آپ کی بات کراتی ہوں“...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ نسوانی آواز سنائی دی۔

”ہیلو“...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"سر۔ میں کرنل براؤن بول رہا ہوں"...... کرنل براؤن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا۔

"کیسے کال کی ہے۔ کوئی خاص بات"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور لاؤڈر کی وجہ سے آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"جناب۔ ہمارے ملک کی مشہور پرائیویٹ ایجنسی ریڈ روز کے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہوں گے"...... کرنل براؤن نے سامنے بیٹھے ہوئے ڈیمرل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو مسکرا دیا۔

"ہاں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ لوگ اپنے کام سے بہت کمٹڈ ہیں اور جو کام ہاتھ میں لیتے ہیں وہ ہر قیمت پر پورا کرتے ہیں لیکن آپ کیوں ان کا تذکرہ کر رہے ہیں"...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

"جناب۔ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس مسلسل پلونم کے خلاف حرکت کر رہی ہے اور کسی بھی وقت وہ یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ گو میرے سپر ایجنٹ رچرڈ اور آئرش آئی لینڈ پر اس کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن میری تجویز ہے کہ یہاں ان کے مقابلے پر ریڈ روز کو لایا جائے۔ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا مقابلہ باآسانی کر سکتے ہیں"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"کرنل براؤن۔ آپ جس سرکاری ایجنسی کے سربراہ ہیں وہ بھی تو اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ آپ خود مقابلے پر کیوں نہیں آتے"...... چیف سیکرٹری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہم تو مقابلے پر موجود ہیں جناب۔ میں تو ان لوگوں کی یقینی

ہلاکت چاہتا تھا تاکہ روسیاہ اور ایکریمیا جیسی سپر پاورز کو بھی معلوم ہو جائے کہ جو کام وہ نہیں کر سکے وہ کیرون حکومت نے کر دکھایا ہے"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"آپ کی بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن یہ لوگ کتنا معاوضہ طلب کریں گے"...... چیف سیکرٹری نے پوچھا۔

"میں نے ان سے بات کر لی ہے۔ وہ پچاس لاکھ ڈالرز طلب کر رہے تھے لیکن میں نے دس لاکھ ڈالرز میں طے کر لیا ہے اور نصف رقم انہیں پیشگی دینا ہو گی۔ باقی کامیابی کے بعد۔ اس طرح جیسے ہی ہم انہیں کال کریں گے وہ فوراً حرکت میں آ جائیں گے"۔ کرنل براؤن نے کہا۔

"او کے۔ میں اس کی سرکاری طور پر منظوری دے رہا ہوں لیکن مجھے کامیابی چاہئے۔ ناکامی کی رپورٹ میں نہیں سنوں گا"...... چیف سیکرٹری نے کہا تو کرنل براؤن اور سامنے بیٹھے ہوئے ڈیمرل دونوں کے چہرے کھل اٹھے۔

"یس سر۔ تھینک یو سر"...... کرنل براؤن نے کہا اور پھر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوتے ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے ڈیمرل۔ اب اس سروس کو ہر صورت میں ختم ہونا چاہئے"...... کرنل براؤن نے رسیور رکھ کر میز کی دراز کھولتے ہوئے کہا۔

"تم بے فکر رہو کرنل۔ اب یہ میری ذمہ داری بن چکی ہے اور

ہم اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا جانتے ہیں“...... ڈیمرل نے کہا جبکہ کرنل براؤن نے دراز سے چیک بک نکال کر ایک چیک پر اندراجات کئے اور پھر دستخط کر کے اس نے چیک کو بک سے علیحدہ کیا اور ڈیمرل کی طرف بڑھا دیا۔

”تھینک یو۔ اب یہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ تمہیں جیسے ہی ان لوگوں کے بارے میں یہاں پہنچنے کی کوئی اطلاع ملے تو تم نے فوراً مجھے فون کر دینا ہے“...... ڈیمرل نے چیک کو بغور دیکھ کر تہہ کرتے ہوئے کہا اور پھر تہہ شدہ چیک کو جیب میں ڈال کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اوکے۔ میں تمہیں اطلاع دے دوں گا“...... کرنل براؤن نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”تم مطمئن رہو کرنل براؤن۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔ اوکے۔ گڈ بائی“...... ڈیمرل نے کہا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

”میں اب واقعی مطمئن ہوں کیونکہ مجھے تمہاری صلاحیتوں کا بخوبی علم ہے“...... کرنل براؤن نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ایک بات۔ پلونم دھات تم نے ساران آئی لینڈ پر رکھی ہوئی ہے“...... ڈیمرل نے کہا۔

”تمہیں کس نے بتایا ہے۔ میں نے تو یہ نام ہی نہیں لیا“۔ کرنل براؤن نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے اپنی باتوں میں آئی لینڈ کہا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تمہاری ایجنسی کی مشقیں ساران آئی لینڈ پر مسلسل ہوتی رہتی ہیں اور

یہ پورا جزیرہ مستقل طور پر تمہارے قبضے میں ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ تم نے پلونم کو بھی وہیں رکھا ہو گا“...... ڈیمرل نے کہا۔

”تم واقعی ذہین آدمی ہو۔ اب بہرحال مجھے اور زیادہ اطمینان ہو گیا ہے کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کا مقابلہ آسانی سے کر لو گے“۔ کرنل براؤن نے کہا۔

”شکریہ۔ کامیابی ہماری ہی ہو گی۔ گڈ بائی“...... ڈیمرل نے کہا اور پھر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ٹائیگر کے تاریک ذہن میں روشنی نمودار ہوئی تو اس کے ساتھ ہی اس کے جسم میں درد کی شدید ترین لہریں سی دوڑنے لگیں تو اس کے ذہن میں روشنی پھیلنے کی رفتار تیز ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے کراہ سی نکل گئی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اچانک اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی درخت کی شاخوں میں بری طرح پھنسا ہوا ہے اور شاید اسی وجہ سے اس کے جسم میں درد کی تیز لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اس نے کروٹ بدل کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی اس نے کروٹ بدلی اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی وہ پہلو کے بل ایک بار پھر گہرائی میں گرتا چلا گیا لیکن یہ گہرائی زیادہ نہ تھی بلکہ تھوڑا سا نیچے جاتے ہی وہ جھاڑیوں میں ایک دھماکے سے گرا اور ایک لمحے کے لئے تو اس کا ذہن سن سا ہو گیا کیونکہ اسے یوں محسوس ہوا تھا کہ جیسے اس کے جسم میں بیک وقت لاکھوں برچھیاں اتار دی گئی ہوں۔

درد کی تیز لہریں اس کے جسم کے ایک ایک حصے میں اس قدر زور سے اٹھ رہی تھیں کہ اس کے ذہن پر تکلیف کی شدت سے بار بار اندھیرے جھپٹنے لگ گئے تھے لیکن وہ جس پہلو پر گرا تھا ویسے ہی پڑا تھا اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد جب اس کا ذہن پوری طرح قابو میں آ گیا تو اس نے آہستہ سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کوشش سے ایک بار پھر درد کی لہریں اس کے پورے جسم میں دوڑنے لگیں اور جسم کے تقریباً ہر حصے میں ٹیسیں سی اٹھنے لگیں تھیں لیکن ٹائیگر نے ہونٹ بھینچ کر اس درد کی شدت کو برداشت کیا اور پھر ایک جھٹکے سے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

گو ایک بار پھر درد کی تیز لہروں نے اسے ایک لحاظ سے بے دم سا کر دیا تھا لیکن ساتھ ساتھ اسے یہ خوشی بھی ہو رہی تھی کہ اس قدر گہرائی میں گرنے کے باوجود وہ نہ صرف بچ گیا ہے بلکہ اس کے جسم کی کوئی ہڈی بھی نہیں ٹوٹی۔ اس نے بے اختیار سر اوپر کو اٹھایا تو اسے اوپر سبز رنگ کے پتوں کا جال سا تنا ہوا نظر آیا اور وہ سمجھ گیا کہ وہ نیچے گرتے ہوئے درختوں کے تنوں اور شاخوں سے ٹکراتا ہوا نیچے گرا اور ان درختوں کے تنوں اور شاخوں میں پھنس کر رک گیا تھا اور پھر کروٹ بدلنے پر وہ ان شاخوں میں موجود خلاء سے نیچے جھاڑیوں میں آ گرا تھا۔

”اب مجھے دوبارہ اوپر جانا ہو گا۔ نجانے میں اس وقت کتنی

گہرائی میں ہوں“...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اٹھنے کی کوشش شروع کر دی اور بے پناہ تکلیف اور درد کے باوجود آخرکار وہ اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ یہاں خاصا اندھیرا سا تھا لیکن اس کے باوجود اسے اپنا لباس بھی پھٹا ہوا نظر آ رہا تھا اور ہاتھوں، بازوؤں اور پورے جسم پر موجود خراشیں بھی اسے نظر آ رہی تھیں لیکن اسی لمحے جیسے اچانک بجلی کوندتی ہے اس طرح اس کے ذہن میں بھی ایک خیال آیا اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ وہ دھماکے جن سے میرے قدم اکھڑے تھے اور پھر درخت کی شاخ بھی ٹوٹی تھی وہ دھماکے کسی ہتھیار کے تھے“۔ ٹائیگر نے چونک کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دونوں پیروں کو اوپر کیا تو اس کی دونوں پنڈلیوں پر چھوٹے چھوٹے زخموں کے نشانات نظر آنے لگے۔

”تو ٹی ٹی ون کا استعمال کیا گیا ہے۔ چھرے مار کر“۔ ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ وہاں کچھ لوگ موجود تھے“...... ٹائیگر نے کہا اور ابھی وہ مسلسل اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے دور سے کسی آدمی کی ہلکی سی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا اور پھر تیزی سے ایک اونچی جھاڑی کے پیچھے سمٹ گیا۔ انسانی آواز سن کر اس کی تمام حسیات جیسے جاگ اٹھی تھیں۔

”یہیں گرا ہو گا۔ یہیں کہیں پڑا ہو گا لاش کی صورت میں“۔ کچھ فاصلے سے ایک بار پھر اسے ایک آواز سنائی دی اور اس بار نہ صرف آواز سنائی دی بلکہ الفاظ بھی اس کی سمجھ میں آ گئے تھے۔ بولنے والا کرانسی زبان میں مقامی لہجے میں بات کر رہا تھا۔

”یہ تو وسیع جنگل ہے۔ کہاں اور کیسے تلاش کریں اسے“۔ ایک دوسری آواز سنائی دی۔ اب وہ لوگ خاصے قریب آ چکے تھے اور پھر چند لمحوں بعد ٹائیگر نے دو آدمیوں کو دیکھ لیا۔ وہ دونوں بڑے ہی لاپرواہ انداز میں آگے بڑھ رہے تھے اور ادھر ادھر دیکھ رہے تھے جیسے انہیں سو فیصد یقین ہو کہ یہاں لاش ہی انہیں مل سکتی ہے۔ ٹائیگر نے فوراً اپنی جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں۔ اسے یاد تھا کہ اس نے تھیلے میں سے سارا ضروری اسلحہ نکال کر اپنی جیبوں میں ڈالا تھا لیکن اب ٹٹولنے پر اسے ایک مشین پسٹل مل گیا جو جیب میں ترچھا ہو کر پھنسا ہوا تھا۔ باقی سب سامان گرتے ہوئے اس کی جیبوں سے نکل کر اس جنگل میں کہیں گر گیا تھا اور ظاہر ہے اب اس سامان کی تلاش کا سوچنا ہی حماقت تھی۔ ٹائیگر نے مشین پسٹل جیب سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور انگلیوں کی مدد سے اس کا میگزین چیک کرنے لگا لیکن دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ اسے یہاں فائرنگ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ نجانے یہاں ان کے اور کتنے ساتھی موجود ہوں اور وہ خود شدید زخمی ہونے کی وجہ سے پھنس بھی سکتا ہے اس لئے اس نے مشین پسٹل کو نال سے پکڑا اور پھر چوکنے انداز میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اسے وہ دونوں ہی جھاڑیوں

کو ہٹا ہٹا کر دیکھتے ہوئے اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔ گو ان کے انداز میں احتیاط کا پہلو موجود نہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ دونوں خاصے چوکنا انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ ٹائیگر سانس روکے بیٹھا رہا۔

”اس طرح تو ہم اسے ساری عمر بھی تلاش نہیں کر سکیں گے کالوج“...... ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے کہا۔

”تو پھر کیا کریں“...... دوسرے آدمی نے کہا۔

”تم ادھر شمال میں تلاش کرو میں ادھر جنوب میں شروع ہوتا ہوں اور راؤنڈ لگا کر جب ہم آپس میں ملیں گے تو پھر پورا علاقہ چیک کر چکے ہوں گے“...... دوسرے آدمی نے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو مائیکل اور پھر چیف گوخ بھی ہمارا انتظار کر رہا ہو گا“...... کالوج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑ کر مخالف سمت میں آگے بڑھتا چلا گیا جبکہ دوسرا آدمی جس کا نام مائیکل تھا، اس کی مخالف سمت میں چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور جس راستے پر وہ چل رہا تھا اسی راستے پر چلتے ہوئے اس نے لامحالہ ٹائیگر کے قریب سے گزرنا تھا۔ ٹائیگر کے لئے اب آسانی ہو گئی تھی۔ بیک وقت دو کی بجائے ایک سے نمٹنا آسان تھا۔ اس نے مشین پسٹل کو واپس جیب میں ڈالا اور چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد مائیکل قریب آ گیا تو وہ یکلخت ٹھٹھک کر رک گیا۔ شاید اسے کوئی کھٹکا سنائی دیا تھا یا پھر اس کی چھٹی حس نے اسے چوکنا کر دیا تھا لیکن ٹائیگر اسے سنبھلنے کا موقع نہ دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ بالکل اس طرح جس طرح گھات میں بیٹھا ہوا کوئی چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اسی طرح ٹائیگر نے چھلانگ لگائی اور اس کے ساتھ ہی وہ آنے والے مائیکل نامی آدمی کو جھاڑیوں میں نہ صرف گرا لینے میں کامیاب ہو گیا بلکہ اس نے اس کے منہ پر بھی ہاتھ اس انداز میں رکھ دیا تھا کہ اس کے منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکلی تھی۔ ٹائیگر کے جسم میں درد کی تیز لہریں بدستور اٹھ رہی تھیں لیکن ٹائیگر ایک لحاظ سے اس وقت اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا تھا۔

مائیکل تربیت یافتہ ضرور تھا اور خاصے مضبوط جسم کا مالک تھا لیکن وہ اچانک حملے کی وجہ سے کچھ نہ کر سکا تھا اور ٹائیگر چند لمحوں کی کوشش کے بعد اس کی گردن توڑنے میں کامیاب ہو گیا اور مائیکل کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ ٹائیگر کے لئے یہ ضروری تھا کیونکہ وہ دو آدمیوں کو بیک وقت سنبھال نہ سکتا تھا۔ البتہ اب اکیلا کالوج باقی رہ گیا تھا اس لئے وہ آسانی سے اس کو کور کر کے اس سے پوچھ گچھ کر سکتا تھا۔ مائیکل کی لاش کو جھاڑیوں کے اندر ڈال کر وہ مڑا اور تیزی سے پنجوں کے بل دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھ گیا جدھر کالوج گیا تھا۔ پھر اسے آواز سنائی دی تو وہ قریب ہی ایک جھاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔

”باس۔ یہاں ہم دونوں بیک وقت اسے تلاش کر رہے ہیں لیکن وسیع و عریض علاقہ ہے اور پورا علاقہ جھاڑیوں سے پُر ہے اس

لئے اس کی لاش کی تلاش خاصی مشکل ہو رہی ہے“...... کالوج کی آواز سنائی دی۔

”تم دونوں بکھر کر تلاش کرو اور سنو۔ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہلاک نہ ہوا ہو“...... ایک سخت سی اور قدرے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”باس۔ وہ لازماً مر چکا ہے ورنہ اس کے کراہنے کی آواز تو ہم دور سے ہی سن لیتے۔ اب مائیکل اور میں پھیل کر اسے تلاش کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم جلد ہی اسے تلاش کر لیں گے“۔ کالوج کی آواز سنائی دی۔

”جیسے ہی وہ ٹریس ہو مجھے اطلاع دے دینا۔ اوور اینڈ آل“۔ باس کی طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی خاموشی طاری ہو گئی۔ چند لمحوں بعد کالوج جو بیٹھ کر کال کر رہا تھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بیٹھ کر کال کرنا یا سننا اس کا لاشعوری فعل تھا کیونکہ یہاں بظاہر تو کوئی ایسا موقع نہ تھا کہ وہ چھپ کر کال سنتا یا کرتا۔

”اب کہاں اسے ڈھونڈوں۔ اوہ۔ مجھے مائیکل کو ادھر بھیجنا چاہے جہاں سے وہ گرا تھا۔ عین اس کے نیچے دیکھا جائے“۔ کالوج نے خودکلامی کے سے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”مائیکل“...... اچانک اس نے خاصی اونچی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔

”مائیکل حاضر ہے“...... اچانک ٹائیگر نے اٹھ کر کھڑے ہوتے

ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سامنے کھڑے کالوج پر یکلخت چھلانگ لگا دی اور کالوج چیختا ہوا نیچے جھاڑی میں گرا ہی تھا کہ ٹائیگر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اٹھتے ہوئے کالوج کی کنپٹی پر اس کی مڑی ہوئی انگلی کا ہک اس قدر قوت سے پڑا کہ کالوج ایک جھٹکا کھا کر واپس نیچے گرا ہی تھا کہ یکلخت وہ اس طرح اچھلا جیسے بند سپرنگ اچانک کھلتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ اس کا اچھلتا ہوا جسم پوری طرح اٹھتا ٹائیگر کی دوسری ضرب اس کی کنپٹی پر پڑی اور وہ دوبارہ واپس گر کر ایک دو لمحے کے لئے لوٹ پوٹ ہوا۔ پھر یکلخت اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تو ٹائیگر نے بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔ اس کے جسم میں درد کی لہریں بدستور چل رہی تھیں لیکن اس قدر زخمی ہونے کے باوجود اس نے مائیکل کا خاتمہ کر دیا تھا اور اس کالوج کو بے ہوش کر دینے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا حالانکہ عام حالات میں ان دونوں سے لڑتے ہوئے ٹائیگر کو دانتوں پسینہ آ جاتا لیکن ٹائیگر سمجھتا تھا کہ دونوں اچانک حملوں کی وجہ سے بروقت اور بھرپور دفاع نہ کر سکے تھے۔

کالوج کے بے ہوش ہوتے ہی ٹائیگر اسے گھسیٹ کر ایک کھلی جگہ پر لے آیا اور پھر اس نے تھوڑی سی کوشش سے ایک جھاڑی پر پھیلی ہوئی ایک ایسی بیل تلاش کر لی جو نائیلون کی رسی سے بھی زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ اس نے اس بیل کی مدد سے کالوج کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں کر کے باندھ دیئے اور باقی ماندہ بیل

سے اس نے اس کے دونوں پاؤں باندھ دیئے تا کہ وہ زیادہ تگ دو نہ کر سکے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب کالوج کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹا لئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد کالوج نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں کھولتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ کر بیٹھنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو ٹائیگر نے اسے بازو سے پکڑا اور جھٹکے سے اس نے ایک جھاڑی کے ساتھ اس کی پشت لگا کر اسے بٹھا دیا۔ البتہ اس کی بندھی ہوئی دونوں ٹانگیں سامنے کی طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ ہونٹ بھینچے اور آنکھیں سکوڑے قدرے حیرت سے سامنے کھڑے ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔

”تم۔ تم اس قدر اونچائی سے گرنے کے باوجود زندہ ہو۔ حیرت ہے“...... اچانک کالوج نے رک رک کر کہا۔

”درختوں کی شاخوں نے مجھے راستے میں ہی سنبھال لیا تھا اور پھر نیچے موجود گھنی جھاڑیوں نے مجھے مرنے سے بچا لیا۔ البتہ میں زخمی ضرور ہوں“...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ۔ وہ میرا ساتھی کہاں ہے“...... کالوج نے ایک بار پھر ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تم مائیکل کا پوچھ رہے ہو۔ اس کی لاش ایک جھاڑی کے نیچے پڑی ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم۔ تم۔ اس کا نام بھی جانتے ہو۔ کیا مطلب۔ کیسے“۔ کالوج نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اس کا نام مائیکل اور تمہارا نام کالوج ہے اور یہ بھی سن لو کہ تم بازوؤں کو حرکت دے کر اپنے ہاتھ کھولنے کی جو کوشش کر رہے ہو تمہیں اس میں ناکامی ہو گی“...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم کیا چاہتے ہو۔ سنو۔ مجھے چھوڑ دو اور میں تمہیں اس راستے پر چھوڑ آتا ہوں جہاں سے تم بچ کر واپس جا سکو گے ورنہ اوپر باس اور ہمارے ساتھی موجود ہیں جو ایک لمحے میں تمہیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے“...... کالوج نے کہا۔

”تمہارے باس کا نام کیا ہے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”گوخ۔ سپیشل سیکشن کا چیف ہے“...... کالوج نے ایسے لہجے میں کہا جیسے بچوں کو کسی فرضی بھوت پریت سے ڈرایا جاتا ہے۔

”لارڈ مائلو کہاں ہے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ چیف کو معلوم ہو گا۔ اس کا رابطہ ہے سپر چیف سے“...... کالوج نے جواب دیا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔

”گوخ کا حلیہ اور قدوقامت بتاؤ“...... ٹائیگر نے کہا تو کالوج نے حلیہ اور قدوقامت کی تفصیل بتا دی۔

”گوخ کے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”باقی دو ہیں۔ ایک ٹاپ ہاؤس کے دائیں طرف اور دوسرا

بائیں طرف۔ ان دونوں نے تمہارے بارے میں چیف کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی تھی''...... کالوج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کالوج کی جیب سے سیٹی کی آواز سنائی دینے لگی تو ٹائیگر نے جھک کر اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکال لیا۔

''اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنے چیف کو بتاؤ کہ تم میری لاش اٹھا کر لا رہے ہو''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ گوخ کالنگ''...... وہی سرد اور قدرے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ جدید ٹرانسمیٹر ہے جس پر بار بار اوور کہہ کر بٹن آن آف نہیں کرنا پڑتا۔ پہلے بھی کالوج اور گوخ کے درمیان جو بات ہوئی تھی وہ عام فون کے سے انداز میں ہوئی تھی اور آخر میں صرف اوور اینڈ آل کے الفاظ کہے گئے تھے۔ درمیان میں کہیں بھی اوور کا لفظ نہیں بولا گیا تھا۔

''یس باس۔ کالوج اٹنڈنگ یو باس''...... کالوج نے اپنے منہ سے لگے ہوئے ٹرانسمیٹر میں بولتے ہوئے کہا۔

''تم دونوں سے ایک زخمی آدمی یا اس کی لاش تلاش نہیں کی جا رہی۔ کیا کر رہے ہو تم دونوں''...... دوسری طرف سے چیخ کر کہا گیا۔

''ابھی تک لاش نہیں ملی باس۔ ہم کوشش کر رہے ہیں''۔ کالوج نے کہا۔

''اگر تم کہو تو میں باقی دو ساتھیوں کو بھی تمہارے پاس بھجوا دوں''...... گوخ نے کہا۔

''نہیں آنے میں دیر لگ جائے گی باس۔ ہم جلد ہی اسے تلاش کر لیں گے''...... کالوج نے کہا۔

''اوکے۔ اوور اینڈ آل''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر سیٹی کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے ٹرانسمیٹر ہٹایا اور اسے آف کر دیا۔

''اب مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں ایک محفوظ راستے پر پہنچا دیتا ہوں''...... کالوج نے کہا۔

''تم کس راستے سے واپس جاؤ گے''...... ٹائیگر نے اس سے پوچھا۔

''تم نہیں سمجھ سکو گے''...... کالوج نے کہا۔

''پھر تمہیں مرنا پڑے گا''...... ٹائیگر نے جیب سے مشین پسٹل نکالتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

''اچھا۔ اچھا۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ''...... کالوج نے کہا اور پھر اس نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

''میں تمہاری ٹانگوں کی رسی کھول دیتا ہوں۔ تم میرے ساتھ واپس چلو گوخ کے پاس لیکن تمہارے ہاتھ ایسے ہی بندھے رہیں گے اور سنو۔ اگر تم نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو بارہ پلک نہ جھپک سکو گے''... ٹائیگر نے کہا اور کالوج کے اثبات میں سر ہلانے پر ٹائیگر نے جھک کر اس کی ٹانگوں کی بندھی ہوئی بیل کھول

دی اور پھر بازو سے پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔

''چلو آگے آگے۔ لیکن تیز چلو۔ مگر خیال رکھنا میرے ہاتھ میں مشین پسٹل ہے''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا''...... کالوج نے کہا اور آگے کی طرف چل پڑا۔ ٹائیگر اس کے پیچھے تھا۔ پھر وہ ایک لمبا راؤنڈ لگا کر ایک جگہ پہنچ گئے جہاں سے اوپر تک سپاٹ پہاڑی تھی۔

''اس کے اندر ایک قدرتی کریک ہے۔ اسے کراس کر کے ہم دوسری طرف جائیں گے تو وہاں اوپر چڑھنے کے لئے جگہیں موجود ہیں''...... کالوج نے کہا اور پھر وہ اسے لے کر کریک کی طرف بڑھ گیا۔

''تیز چلو۔ میں زخمی ہوں تب بھی تیز چل رہا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا تو کالوج تیز تیز چلنے لگا۔ پھر وہ دونوں کریک میں داخل ہو گئے۔ کریک خاصا طویل تھا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد دوسرے سرے پر روشنی نظر آنے لگی اور کالوج کے قدم اور زیادہ تیزی سے اٹھنے لگے۔ ٹائیگر خاموشی سے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ دہانے کے قریب اچانک کالوج یکلخت پلٹا اور دوسرے لمحے اس کا جسم فضا میں قلابازی کھا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں پیر پوری قوت سے ٹائیگر کے سینے پر پڑے اور ٹائیگر اچھل کر پشت کے بل نیچے پتھروں پر جا گرا۔ اس کے ہاتھ سے مشین پسٹل نکل کر دور جا گرا تھا جبکہ کالوج نے حیرت انگیز طور پر دونوں پیروں سے ضرب لگا کر ایک بار پھر قلابازی کھائی اور پھر وہ دوبارہ دونوں پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اس کی پھرتی اور اس کا اعتماد واقعی حیرت انگیز تھا۔

ٹائیگر نے یکلخت اٹھنے کی کوشش کی تو کالوج ایک بار پھر اچھلا اور اس بار اس کے دونوں پیر اٹھتے ہوئے ٹائیگر کے سینے پر پڑے اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کا دل پھٹ گیا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے اوغ کی آواز نکلی جبکہ کالوج ضرب لگا کر اچھلا اور واپس اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ ٹائیگر نے اس طرح سر سائیڈ پر ڈال دیا جیسے وہ بے ہوش ہو گیا ہو۔ ویسے یہ ضرب اس قدر خوفناک تھی کہ ٹائیگر اگر مرنے سے بچ نکلتا تو بے ہوش لازماً ہو جاتا لیکن ٹائیگر نہ ہی ہلاک ہوا تھا اور نہ ہی بے ہوش۔ اس کی وجہ تھی۔

وہ جانتا تھا کہ جس وقت ضرب لگائی تھی اس وقت ٹائیگر کی پشت زمین سے لگی ہوئی نہ تھی ورنہ اس کا دل لازماً پھٹ جاتا۔ وہ چونکہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اس لئے اس کی پشت اوپر کو اٹھی ہوئی تھی اس لئے ویسی بھرپور ضرب نہ لگی تھی جیسی کہ اس وقت لگتی جب اس کی پشت زمین سے لگی ہوئی ہوتی لیکن ٹائیگر نے سر سائیڈ پر ڈال دیا تھا کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ کالوج ہاتھ عقب میں بندھے ہونے کے باوجود انتہائی پھرتیلا اور ماہرانہ انداز میں لڑ رہا تھا جبکہ ٹائیگر کے جسم پر موجود زخموں کی وجہ سے اس کے جسم میں وہ تیزی اور پھرتی نہ تھی جو ایسی فائٹس کو جیتنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔

کالوج ایک لمحے کے لئے کھڑا غور سے ٹائیگر کو دیکھتا رہا جیسے وہ،

یقین کر رہا ہو کہ کیا واقعی ٹائیگر بے ہوش ہو چکا ہے۔ چونکہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اس لئے وہ نبض یا سانس چیک نہ کر سکتا تھا اس لئے صرف نظروں سے ہی دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دہانے سے باہر جا کر سائیڈ پر غائب ہو گیا۔ ٹائیگر نے آنکھوں میں جھری کر رکھی تھی اور اس کا رخ ایسا تھا کہ اسے دہانہ بخوبی نظر آ رہا تھا۔ کالوج کے دہانے سے باہر جا کر غائب ہوتے ہی اس نے اپنی پوزیشن نہ بدلی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کالوج لازماً چیک کرنے کے لئے اندر جھانکے گا اور وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد کالوج کا چہرہ دہانے کی سائیڈ سے نظر آنے لگا۔ وہ غور سے ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ٹائیگر نے آنکھوں کی جھری سے دیکھا کہ اس بار کالوج کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے اور پھر یکلخت اس کا چہرہ غائب ہو گیا اس بار ٹائیگر ایک جھٹکے سے اٹھا اور اس نے سب سے پہلے وہ مشین پسٹل ڈھونڈنے کی کوشش کی جو اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا لیکن ملگجے اندھیرے میں وہ اسے تلاش نہ کر سکا تو وہ دہانے سے باہر آیا تو یہاں واقعی پہاڑی ایک ڈھلوانی صورت میں اوپر کو چلی گئی تھی جبکہ دوسری طرف بھی پہاڑ سلیٹ کی طرح سیدھا تھا۔

ٹائیگر اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ کالوج جا کر گوخ سے ملے گا اور پھر وہ دونوں اس کے خلاف کارروائی کرنے اکٹھے آئیں گے اس لئے اب اوپر جانے کی بجائے وہ کچھ فاصلے پر ایک

سائیڈ پر موجود جھاڑیوں کی اوٹ میں اس انداز میں بیٹھ گیا کہ اوپر اور سائیڈوں سے ہر طرف نظر رکھ سکتا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ ٹرانسمیٹر تو اس کی جیب میں ہے۔ اس نے ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے مکمل آف کر کے واپس جیب میں رکھ لیا کہ عین موقع پر کہیں گوخ کا کوئی اور ساتھی اسے کال کر دے اور سیٹی کی آواز بہرحال اس ٹرانسمیٹر سے بھی نکل سکتی تھی۔ ٹائیگر وہاں کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر اس نے اوپر سے کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں سنیں اور دبک گیا۔ البتہ اس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا اور پھر اسے دو آدمی نیچے اترتے نظر آئے۔ ایک تو کالوج تھا اور اس کے ہاتھ آزاد ہو چکے تھے جبکہ دوسرا یقیناً گوخ تھا کیونکہ وہ اس کا حلیہ اور قدوقامت کی تفصیل کالوج سے معلوم کر چکا تھا۔

”تم سے ایک زخمی نہیں سنبھالا گیا۔ تم نے نااہلی کا ثبوت دیا ہے“...... گوخ کی ہلکی سی آواز ٹائیگر کے کانوں میں پڑی۔

”باس۔ ہاتھوں کی بندش کی وجہ سے میں مجبور ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے“...... کالوج کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ واقعی یہ تم نے مہارت کا ثبوت دیا ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اب تک بے ہوش پڑا ہو گا“...... گوخ نے کہا۔

”اس کی حالت بتا رہی تھی باس کہ چار پانچ گھنٹوں سے پہلے ازخود کسی طرح بھی وہ ہوش میں نہیں آ سکتا۔ میرے ہاتھ بندھے

ہوئے نہ ہوتے تو میں اسے وہاں چھوڑنے کی بجائے کاندھوں پر لاد کر آپ کے پاس لے آتا“...... کالوج نے جواب دیا۔ چونکہ یہاں گہری خاموشی تھی اور وہ دونوں اوپر سے نیچے آ رہے تھے اس لئے آوازیں اس خاموشی میں اوپر سے نیچے اس انداز میں سفر کر رہی تھیں کہ ٹائیگر کو دونوں کے درمیان ہونے والی باتیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ پھر وہ دونوں کچھ فاصلے پر رک گئے۔

”کالوج۔ سائیڈ سے چکر کاٹ کر دوسری طرف سے نیچے جاؤ جبکہ میں یہاں سے نیچے جاؤں گا۔ پھر ہم دونوں نے اکٹھے ہی اندر داخل ہونا ہے اور پوری طرح ہوشیار اور محتاط رہنا ہے“...... گوخ نے کہا۔

”یس باس۔ لیکن آپ یہیں رکیں۔ میں اسے چیک کر کے آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ پھر میں خود ہی اسے اٹھا کر اوپر لے آؤں گا“...... کالوج نے شاید اپنی سابقہ نااہلی کا مداوا کرنے کے لئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہمیں بہرحال محتاط رہنا چاہئے۔ یہ خطرناک آدمی ہے“...... گوخ نے کہا تو کالوج تیزی سے دائیں طرف کو مڑ گیا۔ وہ ظاہر ہے ایک لمبا چکر کاٹ کر نیچے اترے گا جبکہ گوخ ایک درخت کے چوڑے تنے کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ ٹائیگر اس وقت تک جھاڑی کے پیچھے چھپا رہا جب تک اسے یقین نہ ہو گیا کہ اب وہ جھاڑی سے باہر آنے پر چیک نہ ہو سکے گا تو وہ اسی طرح جھاڑیوں کی اوٹ لیتا ہوا اوپر کی طرف چڑھتا چلا گیا۔ گوخ جہاں موجود تھا وہ

جگہ یہاں سے کافی فاصلے پر تھی جہاں سے ٹائیگر اوپر چڑھ رہا تھا اور جب تک وہ اس سیدھ میں نہ آتا جہاں گوخ موجود تھا۔ اسے دیکھے جانے کا خطرہ لاحق تھا۔ ٹائیگر نے بے حد احتیاط سے کام لیا تھا لیکن جب وہ اس سطح کو کراس کر گیا تو اب وہ قدرے آزادی محسوس کر رہا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گوخ نیچے اور سامنے ہی دیکھ رہا ہو گا۔ وہ اوپر اس لئے گیا تھا کہ پشت سے گوخ پر حملہ کر کے اسے گرا سکتا تھا ورنہ اگر وہ وہیں سے اس کی طرف بڑھتا تو لامحالہ اس کی معمولی سی حرکت بھی اس کی نظروں میں آ سکتی تھی کیونکہ اسے گوخ تک پہنچنے کے لئے کافی فاصلہ طے کرنا پڑتا۔ اب وہ چونکہ گوخ سے کافی پیچھے آ گیا تھا اس لئے اب وہ یہ فاصلہ اطمینان سے کراس کر سکتا تھا بشرطیکہ کوئی پتھر نہ لڑھکتا یا کوئی غیر معمولی آہٹ نہ پیدا ہو جاتی۔

مزید کچھ پیچھے جاتے ہی ٹائیگر نے اب احتیاط سے درمیانی فاصلہ طے کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ گوخ کے بالکل عقب میں آ گیا۔ اب گوخ اس کے سامنے نیچے ایک درخت کے چوڑے تنے کی اوٹ میں کھڑا ہوا اسے صاف نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے اپنی طرف سے تو بہت احتیاط کی لیکن شاید یا تو کوئی ہلکا سا کھٹکا گوخ کے کانوں تک پہنچ گیا تھا یا پھر ویسے ہی اس کی چھٹی حس نے کام دکھایا تھا کہ وہ اچانک اس طرح مڑا جیسے اسے اپنے عقب میں آہٹ سنائی دی ہو لیکن ٹائیگر اس وقت ایک اونچی جھاڑی کی اوٹ میں تھا۔ وہ گوخ کے مڑتے ہی وہیں رک گیا تھا۔ گوخ کافی دیر تک

عقب میں دیکھتا رہا اور پھر سامنے دیکھنے لگا۔ ٹائیگر نے اب ایک اور طریقہ سوچا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں کالوج وہاں سے ات کال نہ کر دے اور اسے بتا دے کہ کریک خالی پڑا ہے اور یہ بھاگ کر نیچے نہ چلا جائے۔ اس نے ایک درمیانے سائز کا پتھر اٹھایا اور اسے ہاتھ میں تولا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

دوسرے لمحے ٹائیگر کا بازو گھوما اور اس کے ساتھ ہی پہاڑی ڈھلوان انسانی چیخ سے گونج اٹھی۔ ٹائیگر نے پتھر اس کی پشت پر مارا تھا۔ اس کے دو مقاصد تھے۔ ایک تو یہ کہ پتھر بہرحال اسے لگ جائے اور دوسرا یہ کہ اگر پتھر اس کے سر پر قوت سے لگا تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اور وہ اسے ہلاک نہ کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے پتھر اس کی پشت پر مارا تھا اور پتھر لگتے ہی وہ چیختا ہوا منہ کے بل درخت کے چوڑے تنے سے ایک دھماکے سے ٹکرایا اور پھر پہلو کے بل نیچے گرا اور چونکہ وہاں ڈھلوان تھی اس لئے وہ ہاتھ پیر مارتا ہوا نیچے لڑھکتا چلا گیا۔ ٹائیگر پتھر مارتے ہی تیزی سے دوڑ پڑا تھا اور ڈھلوان کی وجہ سے اس کی حرکت میں تیزی آ گئی اور پھر جیسے ہی گوخ کا بھاری جسم ایک جھاڑی سے ٹکرا کر رکا ٹائیگر کی لات اٹھی اور دوسرے لمحے گوخ کی کھوپڑی پر پوری قوت سے پڑی۔

گوخ نے تیزی سے پلٹ کر ٹائیگر کی لات پکڑنے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر تو بجلی بنا ہوا تھا۔ اس کی دوسری ٹانگ ایک بار پھر پوری قوت سے گوخ کے سر پر پڑی لیکن چونکہ یہ ڈھلوان تھی اس لئے

ٹائیگر بھی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور دوسری ٹانگ کی ضرب لگاتے ہی وہ ایک دھماکے سے نیچے گرا لیکن گوخ کا جسم اور اس کے بعد موجود اونچی جھاڑی کی وجہ سے نیچے کی طرف نہ لڑھک سکا تھا لیکن نیچے گرتے ہی دو بھرپور ضربیں کھانے کے باوجود گوخ تیزی سے پلٹا اور دوسرے لمحے اس کی دونوں ٹانگیں ایک دوسرے سے جڑ کر پوری قوت سے ٹائیگر کے سینے پر پڑیں اور ٹائیگر اچھل کر پشت کے بل نیچے گرا تو گوخ نے تیزی سے ٹائیگر کی طرف جھک کر جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن یہیں وہ مار کھا گیا۔ نتیجہ یہ کہ ٹائیگر نے موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور اس کی دونوں جڑی ہوئی ٹانگیں پوری قوت سے اٹھتے ہوئے گوخ کے سینے پر پڑیں اور گوخ چیختا ہوا جھاڑی میں گرا لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا ٹائیگر کا جسم کسی سپرنگ کی طرح سمٹا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر گوخ پر جا گرا۔

گوخ نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر کی بند مٹھی کی ضرب پوری قوت سے گوخ کی ناک پر پڑی اور گوخ کے منہ سے نہ صرف خرخراہٹ سی نکلی بلکہ اس کا جسم ایک لمحے کے لئے اس طرح پھڑکا جیسے ذبح ہوتے ہوئے جانور کا جسم پھڑکتا ہے اور عین اسی لمحے ٹائیگر نے بند مٹھی کی دوسری بھرپور ضرب اس کی ناک پر جما دی اور اس کے ساتھ ہی گوخ کا جسم زور دار انداز میں تڑپا اور پھر ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا۔ ٹائیگر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اسی لمحے جھاڑی میں بے ہوش پڑے

ہوئے گوخ کی جیب سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ سیٹی کی آواز اس میں سے نکل رہی تھی۔ ٹائیگر نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ کالوج۔ کالنگ باس“...... ٹرانسمیٹر سے کالوج کی متوحش سی آواز سنائی دی۔

”یس۔ کیا ہوا“...... ٹائیگر نے مختصر الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا۔ اس نے آواز اور لہجہ گوخ جیسا ہی بنا لیا تھا۔

”وہ۔ وہ بھاگ گیا ہے۔ میں کریک کی دوسری طرف سے جا کر دیکھ آیا ہوں باس۔ وہ نجانے کس طرح ہوش میں آ کر فرار ہو گیا“...... کالوج نے متوحش سے لہجے میں کہا۔

”تم واپس آ جاؤ۔ پھر بات ہو گی۔ اوور اینڈ آل“...... ٹائیگر نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے زمین پر پڑے ہوئے گوخ کی تلاشی لینا شروع کر دی اور چند لمحوں بعد جب اس کی جیب سے مشین پسٹل نکل آیا تو ٹائیگر کے ستے ہوئے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ اسے اصل فکر یہ تھی کہ گوخ جلد ہوش میں نہ آ جائے یا اس کا کوئی اور ساتھی اوپر سے یہاں نہ پہنچ جائے لیکن یہاں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس کی مدد سے وہ گوخ کو باندھ دیتا۔ اب وہ اسی درخت کے چوڑے تنے کی اوٹ میں کھڑا تھا جس کی اوٹ میں پہلے گوخ کھڑا تھا جبکہ گوخ اب اس درخت

سے کچھ نیچے ایک بڑی اور اونچی جھاڑی کی اوٹ میں پڑا تھا۔

ٹائیگر کی نظریں ہر طرف کا جائزہ لے رہی تھیں جبکہ وہ کچھ دیر بعد سر موڑ کر عقبی طرف بھی دیکھ لیتا تھا اور پھر اسے دور سے کالوج اوپر آتا دکھائی دیا تو ٹائیگر نے گوخ کے مشین پسٹل کا رخ اس کی طرف کر دیا اور اب وہ اس کی رینج میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ کالوج ادھر ادھر دیکھتا ہوا اوپر کو چڑھتا آ رہا تھا اور پھر جیسے ہی وہ مشین پسٹل کی رینج میں آیا ٹائیگر نے ٹریگر دبا دیا اور مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ سے پہاڑ کی خاموشی یکلخت گونج میں تبدیل ہو گئی جبکہ کالوج چیختا ہوا نیچے گرا اور پھر ڈھلوان زیادہ ہونے کی وجہ سے الٹتا پلٹتا نیچے کی طرف گرتا چلا گیا۔ جب اس کا جسم ایک درخت کی لمبی سی اور باہر کو نکلی ہوئی جڑ سے ٹکرا کر رک گیا تو ٹائیگر نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور چونکہ ابھی تک وہ مشین پسٹل کی رینج میں تھا اس لئے گولیاں اس کی پشت پر لگیں اور وہ ایک بار پھر اچھل کر بری طرح تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا تو ٹائیگر اس کی موت کو کنفرم کرنے کے لئے دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اس نے پیر کی مدد سے اس کو سیدھا کیا تو کالوج کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں۔

ٹائیگر نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور واپس اس طرف بڑھنے لگا جہاں گوخ جھاڑی میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ قریب پہنچنے سے پہلے اسے خیال آ گیا کہ کہیں وہ اچانک ہوش میں نہ آ چکا ہو اس لئے وہ محتاط ہو گیا لیکن جب قریب پہنچ کر اس نے اسے بدستور

بے ہوش دیکھا تو اس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ ایک بار اسے خیال آیا کہ اسے اٹھا کر اوپر لے جائے تاکہ اس کا کوئی اور ساتھی وہاں موجود ہو تو اس کا خاتمہ بھی کر دے لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا کیونکہ اسے کالوج کی بات یاد آ گئی تھی کہ باقی دو ساتھی رہ گئے ہیں لیکن وہ ٹاپ ہاؤس کے دائیں اور بائیں طرف ہیں۔ اسے معلوم تھا کہ ٹاپ ہاؤس کے ایک طرف گہرائی ہے جبکہ دوسری طرف جنگل ہے لیکن کچھ فاصلے کے بعد وہاں بھی گہرائی موجود ہے اور عقبی طرف بھی گہرائی ہے اس لئے اب یہاں سے اوپر جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہ واپس اپنی جیپ تک اس کریک سے گزر کر اس جنگل سے ہی کہیں دوسری طرف جانے کا راستہ تلاش کر سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے گوخ سے یہیں پوچھ گچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنی بیلٹ اتاری اور پھر اس بیلٹ کی مدد سے اس نے گوخ کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں کر کے باندھ دیئے۔ البتہ اس کے پاس گوخ کے پیر باندھنے کے لئے کوئی ذریعہ نہ تھا اور اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ گوخ نے جس حالت میں مزاحمت کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بے حد مضبوط اعصاب کا مالک ہے اور لڑنے بھڑنے میں بھی خاصی مہارت رکھتا ہے اس لئے۔ اسے یقین تھا کہ وہ قلابازی کھا کر اٹھنے یا ٹائیگر کو ٹانگوں کی ضرب لگا کر گرانے کی کوشش ضرور کرے گا۔ چنانچہ اس نے اس سے بچنے کی ایک ترکیب سوچ لی۔ اس نے گوخ کے دونوں بوٹوں کے تسمے کھولنے شروع کر دیئے اور پھر اس نے دونوں تسموں کو آپس میں باندھ کر مضبوط گانٹھ دے دی۔ اس کے بعد اس نے اس کے دونوں پیر اکٹھے کر کے اس تسمے کی مدد سے نہ صرف اس کے پیر باندھ دیئے بلکہ اس نے اس کے دونوں بندھے ہوئے پیروں کو جھاڑی میں کافی اندر تک گھسیڑ دیا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ تسمہ اتنا مضبوط نہیں تھا اس لئے گوخ زور دار جھٹکے سے پیروں کو آسانی سے آزاد کرا سکتا تھا اس لئے اس نے دونوں کام اکٹھے کر دیئے تھے۔

اس کے بعد اس نے جھک کر گوخ کے منہ اور ناک پر دونوں ہاتھ رکھے اور انہیں دبا دیا۔ چند لمحوں بعد ہی گوخ کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو اس نے دونوں ہاتھ ہٹا لئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد گوخ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور پھر اس کی نظریں ساتھ ہی کھڑے ٹائیگر پر پڑیں تو اس نے جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی مگر ٹائیگر نے ایک پیر اٹھا کر اس کی گردن پر رکھا اور پھر آہستہ آہستہ موڑ دیا۔ اس کے پیر موڑتے ہی گوخ کا چہرہ یکلخت مسخ ہونے لگ گیا اور اس کے پورے جسم میں ایسی تھرتھراہٹ شروع ہو گئی جیسے اس کے جسم میں سے ہزاروں وولٹیج کرنٹ گزر رہا ہو۔ اس کے منہ سے خرخراہٹ کی ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ رہی ہو۔ ٹائیگر نے پیر کو واپس موڑ لیا لیکن اس کی ایڑی وہیں رہی

اور پنجہ گوخ کی شہ رگ پر ہی رکھا ہوا تھا۔

’’تمہارا نام گوخ ہے۔ بولو۔ ورنہ‘‘...... ٹائیگر نے پیر کو تھوڑا سا موڑتے ہوئے کہا۔

’’ہا۔ ہاں۔ مم۔ مم۔ میرا نام گو۔ گوخ ہے۔ گوخ ہے۔ پپ۔ پپ۔ پیر ہٹا لو۔ یہ عذاب ہے‘‘...... گوخ نے رک رک کر اور تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا۔

’’لارڈ مائلو کہاں ہے۔ بولو۔ سچ بولو۔ کہاں ہے لارڈ مائلو‘‘۔ ٹائیگر نے پیر کو موڑ کر پھر واپس لاتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز تحکمانہ اور انتہائی سرد تھا۔ اسے معلوم تھا کہ شہ رگ کچلنے کے ساتھ ساتھ ایسا لہجہ رکھنا بھی ضروری تھا۔ اس طرح دوسرے کا لاشعور بھی اس کی گرفت میں رہتا تھا۔

’’بولو۔ کہاں ہے لارڈ مائلو۔ بولو‘‘...... ٹائیگر نے ایک بار پھر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

’’زیر ہاؤس۔ زیرو ہاؤس میں۔ ایک ہفتے کے لئے زیرو ہاؤس میں گیا ہے‘‘...... گوخ کے منہ سے اس طرح الفاظ نکل رہے تھے جیسے کسی ٹیکسال سے سکے ڈھل ڈھل کر باہر نکل رہے ہوں۔

’’کہاں ہے یہ زیرو ہاؤس۔ بولو۔ جلدی بتاؤ‘‘...... ٹائیگر نے اور زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

’’ہاسٹن کالونی۔ ٹرپل ون‘‘...... گوخ نے اس بار مدھم لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے تیزی سے پیر پیچھے ہٹایا تا کہ گوخ کی سانس کی آمد

درفت بحال ہو سکے ورنہ اسے خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ گوخ ختم نہ ہو جائے۔

’’کہاں ہے یہ ہاسٹن کالونی۔ بولو کہاں ہے‘‘...... ٹائیگر نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

’’زا۔ زاروس۔ زاروس میں‘‘...... گوخ کی آواز مزید مدھم پڑ گئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک زوردار ہچکی لی اور اس کا جسم یکلخت تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں۔ ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیا اور پھر جھک کر اس کے جسم کو پلٹا اور پھر اس نے اس کی کلائیوں میں بندھی ہوئی اپنی بیلٹ کھولی اور اسے سیدھا کر کے اس نے اس کی جیب سے نکالا ہوا ٹرانسمیٹر اپنی جیب سے نکالا اور اسے مکمل آف کر کے اس نے اسے گوخ کی جیب میں ڈال دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ بعض جدید ٹرانسمیٹروں میں ایسے آلات موجود ہوتے ہیں جن کی مدد سے ٹرانسمیٹر کی لوکیشن معلوم کی جا سکتی ہے اس لئے وہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جا سکتا تھا۔ البتہ گوخ کا مشین پسٹل اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا تھا اور پھر وہ تیزی سے اس کریک کی طرف بڑھتا چلا گیا تا کہ وہاں سے شہر جانے والے کسی راستے پر پہنچ سکے تا کہ اس لارڈ مائلو کو کور کر کے اس سے معلومات حاصل کی جا سکیں۔

جولیا کے فلیٹ میں اس وقت صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر اور صالحہ موجود تھے۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سب چائے پینے اور باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ ان کی گفتگو کا ٹاپک عمران تھا۔ صفدر کے فلیٹ میں اس سے ہونے والی بات چیت کے بعد تقریباً ایک ہفتہ گزر گیا تھا لیکن پھر دوبارہ نہ ان کی عمران سے ملاقات ہوئی تھی اور نہ ہی کوئی ایسا مشن سامنے آیا تھا جس میں وہ مصروف ہو جاتے۔

”مس جولیا۔ ہمیں صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو بھی اپنی اس میٹنگ میں شامل کرنا چاہئے۔ وہ بھی ہمارے ساتھی ہیں“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ ہم اے ٹیم اور وہ بی ٹیم ہے“...... جولیا نے چونک کر کہا۔

”چیف نے بنایا ہو یا نہیں ہم نے بہرحال انہیں بی ٹیم سمجھ لیا ہے“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اور اگر عمران صاحب اس بی ٹیم میں شامل ہو گئے تو پھر ہم اے سے زیڈ پر پہنچ جائیں گے“...... صفدر نے کہا۔

”وہ کیسے“...... صالحہ نے چونک کر کہا۔

”دیکھیں۔ ہندسہ ایک ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ زیرو لگا دو تو اس کی طاقت بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح جتنے زیرو کا اضافہ کرتے جاؤ اس ہندسہ کی طاقت بڑھتی جاتی چلی جائے گی لیکن زیرو بہرحال زیرو ہی ہوتے ہیں۔ اگر اس ہندسے کو ہٹا دیا جائے تو باقی چاہے دس زیرو بھی رہ جائیں ان کی سرے سے کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور زیرو چاہے اس ہندسے کی وجہ سے کتنے ہی طاقتور ہو جائیں رہتے زیرو کے زیرو ہی ہیں“...... صفدر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تم نے کیا گورکھ دھندہ بنا دیا ہے۔ سیدھی بات کرو“۔ جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو سیدھی بات یہ ہے کہ ہندسہ عمران صاحب ہیں اور ہم سب زیرو ہیں۔ جب عمران صاحب ساتھ ہوں تو ہماری طاقت بھی بڑھ جاتی ہے ورنہ نہیں اور یہی حالت صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی ہے۔ انہیں مشن پر نہیں بھیجا جاتا۔ مطلب ہے کہ انہیں عمران صاحب کا ساتھ نہیں ملتا اسی لئے آج ہم انہیں بی ٹیم کہہ رہے ہیں لیکن کل اگر ہماری بجائے وہ عمران صاحب کے ساتھ مشن پر چلے

گئے تو وہ اے ٹیم ہو گی اور ہم بی ٹیم۔ اب بتاؤ کہ اصل اہمیت کس کی ہے۔ ہماری یا عمران صاحب کی'' ...... صفدر نے مسکراتے ہوئے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تمہاری ایسی باتیں تو اس کا دماغ خراب کر دیتی ہیں۔ خواہ مخواہ اسے تم نے اہمیت دے رکھی ہے۔ اب دیکھنا جس مشن میں وہ شامل نہیں ہو گا وہ کتنی جلدی مکمل ہوتا ہے'' ...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''لیکن مشن اب ملے گا کب'' ...... صالحہ نے کہا۔

''مشن کو ٹریس کیا جا سکتا ہے۔ مشن کسی سڑک پر پڑا ہوا نہیں ملا کرتا اور مجھے یقین ہے کہ عمران لازماً کسی مشن کے پیچھے ہو گا''۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جولیا نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''یس۔ جولیا بول رہی ہوں'' ...... جولیا نے کہا۔

''ایکسٹو'' ...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی تو وہ سب بے اختیار چونک کر سیدھے ہوئے گئے۔

''یس باس۔ یہاں صفدر اور دوسرے ساتھی بھی موجود ہیں''۔ جولیا نے کہا۔

''مجھے عمران نے رپورٹ دی ہے کہ آپ سب نے اسے کام کرنے سے روکنے کی کوشش کی ہے'' ...... ایکسٹو کے لہجے میں سختی کا عنصر بڑھ گیا تھا۔

''باس۔ ہم سب کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ عمران کے ساتھ کام کرتے ہوئے ہمیں کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ سب کچھ عمران خود کرتا ہے کیونکہ وہ لیڈر ہوتا ہے اور ہم صرف ہوٹلوں میں رہ کر اور جہازوں میں سفر کر کے واپس آ جاتے ہیں اس لئے ہم نے عمران پر زور دیا تھا کہ وہ ہمیں کام کرنے کا موقع دے جس پر اس نے کہا کہ اب جو مشن ہو گا اس میں وہ کام نہیں کرے گا بلکہ ہم سے کام کرائے گا'' ...... جولیا نے تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اس کی کارکردگی کی وجہ سے ہی اسے لیڈر بنایا جاتا ہے اور اس کی اس کارکردگی نے آج پاکیشیا سیکرٹ سروس کو دنیا کی نمبر ون سیکرٹ سروس بنا دیا ہے لیکن عمران کی خدمات مجھے ہائر کرنا پڑتی ہیں جبکہ آپ میری ٹیم کے مستقل ممبرز ہیں اس لئے میں نے بہرحال عمران پر آپ کو ترجیح دینی ہے۔ آپ تیار رہیں۔ آپ کو کسی بھی وقت ایک انتہائی اہم مشن پر روانہ کیا جا سکتا ہے۔ عمران کے بغیر'' ...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے تھے جیسے اسے چیف کے اس فیصلے سے دلی تکلیف پہنچی ہو۔

''یہ بات ہوئی نا۔ عمران کی عدم موجودگی میں اب کام کرنے کا

لطف آئے گا"...... تنویر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جبکہ میرا خیال ہے کہ اس مشن کی نوبت ہی نہیں آئے گی"۔ کیپٹن شکیل نے کہا تو سب ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

"کیا مطلب۔ چیف نے تو ابھی تمہارے سامنے کہا ہے کہ عنقریب ہمیں وہ مشن پر بھجوانے والا ہے"...... جولیا نے چونک کر کہا۔

"مس جولیا۔ اس اہم مشن پر چیف نے ہمیں فوری نہیں بھجوایا بلکہ ہمیں صرف یہ کہا ہے کہ جلد ہی وہ ہمیں اس اہم مشن پر بھجوائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ مشن پر ابتدائی کام ہو رہا ہے اور ابتدائی کام مکمل ہونے کے بعد وہ ٹیم بھجوائے گا اور یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ابتدائی کام لازماً عمران ہی کر رہا ہوگا۔ ہم میں سے تو کسی کو بھی اس مشن کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے اور چونکہ ہم نے عمران کو آؤٹ کرنے کی بات اس سے کر دی ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ عمران اپنے شاگرد ٹائیگر، جوزف اور جوانا کے ساتھ مل کر مشن مکمل کر کے رپورٹ چیف کے سامنے رکھ دے گا۔ اس طرح ہم مشن کا انتظار کرتے ہی رہ جائیں گے"...... کیپٹن شکیل نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ضروری تو نہیں کیپٹن شکیل کہ سارا ابتدائی کام عمران ہی کرے۔ چیف کے اپنے بھی ذرائع ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"کیوں نہ عمران صاحب سے بات کر لی جائے۔ کم از کم مشن

کے بارے میں کچھ اشارہ تو مل جائے گا"...... صالحہ نے کہا۔

"تم اشارہ کہہ رہی ہو۔ اس نے پروں پر پانی نہیں پڑنے دینا"...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نمبر ملاؤ۔ میں کرتی ہوں اس سے بات"...... صالحہ نے کہا تو جولیا نے رسیور اٹھا کر اسے دے دیا اور پھر تیزی سے عمران کے فلیٹ کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود ان فلیٹ سوپر فیاض بول رہا ہوں"...... عمران کی زندگی سے بھرپور اور شگفتہ آواز سنائی دی۔

"یہ ان فلیٹ سوپر فیاض کا کیا مطلب ہوا عمران صاحب۔ میں صالحہ بول رہی ہوں"...... صالحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایسی باتیں صالحین کو نہیں بتائی جا سکتیں کہ فلیٹ سوپر فیاض کا ہے اور میں نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو یہ فلیٹ بھی آپ کا نہیں ہے۔ حیرت ہے۔ میں تو سمجھی تھی کہ یہ آپ کا اپنا فلیٹ ہے"...... صالحہ نے حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے شاید پہلی بار اس بات کا علم ہوا تھا۔

"میرا تو کچھ بھی نہیں ہے اس دنیا نامدار میں۔ نہ کوئی دوست، نہ کوئی ہمدرد اور اب آغا سلیمان پاشا کے قرضے کا پہاڑ ہے۔ یہ

پہاڑ اٹھاتے اٹھاتے میں تھک گیا ہوں اس لئے اب میں نے یہی سوچا ہے کہ کسی روز اس پہاڑ کو آغا سلیمان پاشا کے سر پر مار دوں اور خود سڑکوں پر چٹکیاں بجاتا گھومتا رہوں''...... عمران کی زبان رواں ہو جائے تو پھر اس کا رکنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس کی باتیں سن کر سب کے چہروں پر مسکراہٹ رینگنے لگی تھی۔

''عمران صاحب۔ میں اس وقت جولیا کے فلیٹ میں موجود ہوں۔ میرے ساتھ صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر بھی موجود ہیں اور چیف نے ابھی جولیا کو فون کیا ہے کہ جلد ہی ہمیں کسی اہم مشن پر بھجوایا جائے گا اور آپ اس مشن میں شامل نہیں ہوں گے جبکہ ہمارا خیال ہے کہ جو بھی مشن ہو گا اس کا ابتدائی کام آپ کرتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ کون سا مشن ہے جس پر آپ آج کل کام کر رہے ہیں''...... صالحہ نے کہا۔

''بہت بڑا مشن ہے بلکہ آل ورلڈ مشن ہے۔ اب کیا بتاؤں۔ بس یوں سمجھ لو کہ بہت بڑا مشن ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس پر ابتدائی کام مکمل ہوتے ہی جب یہ مشن آپ کے سپرد کیا جائے گا تو آپ لوگ چند لمحوں میں اسے مکمل کر دیں گے''...... عمران نے کہا تو صالحہ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''چند لمحوں میں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کس مشن کی بات کر رہے ہیں''...... صالحہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آغا سلیمان پاشا کے قرضے کا مشن۔ آغا سلیمان پاشا چونکہ

آل ورلڈ باورچی ایسوسی ایشن کا صدر ہے اس لئے اس کا مشن بھی آل ورلڈ مشن ہوا اور ابتدائی کام صرف اتنا ہے کہ میں کسی موٹے سے رجسٹر میں اس کی تمام سابقہ تنخواہوں اور الاؤنسز لکھ لوں اور پھر چیف یہ مشن آپ کے حوالے کر دے اور آپ چند لمحوں میں اسے مکمل کر دیں''...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ اپنی چھوٹی بہن سے تو کم از کم ایسا مذاق نہ کیا کریں۔ میں سیکرٹ سروس کے مشن کی بات کر رہی ہوں اور آپ آغا سلیمان پاشا کا قرضہ لے بیٹھے''...... صالحہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اس مشن کی فکر مت کرو۔ ٹائیگر اس پر کام کر رہا ہے۔ مجھے اس کی رپورٹ کا انتظار ہے۔ امید ہے کہ وہ مشن مکمل کر کے ہی آئے گا۔ تم آغا سلیمان پاشا کے مشن کی بات کرو''...... عمران نے کہا تو صالحہ نے غصے سے بغیر کچھ کہے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''عمران صاحب سے بات کرنا اپنا خون جلانے کے مترادف ہے''...... صالحہ نے غصیلے لہجے میں کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ مشن پر عمران یا اس کا شاگرد ٹائیگر کام کر رہا ہو گا اور میری بات درست نکلی''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''کیا۔ کیا۔ کیا مطلب۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ عمران صاحب

نے سنجیدگی سے یہ بات کی ہوگی“...... صالحہ نے چونک کر کہا۔

”اوہ صالحہ۔ فضول بکواس کرنی تو اس کی فطرت ہے لیکن وہ غلط بات نہیں کرتا۔ اگر اس نے یہ کہا ہے کہ مشن پر ٹائیگر کام کر رہا ہے تو پھر یقیناً وہ کر رہا ہوگا“...... جولیا نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ چیف کی نظروں میں اب ہم ٹائیگر سے بھی گئے گزرے ہو گئے ہیں“...... تنویر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”چیف کو تو معلوم ہی نہیں ہو گا۔ یہ سارا دھندہ عمران کا ہوتا ہے۔ وہ ادھر ادھر خود بھی کام کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں جوزف، جوانا اور ٹائیگر سے بھی کام کراتا رہتا ہے اور پھر جب کھیر پک جاتی ہے تو اٹھا کر چیف کے سامنے رکھ دیتا ہے“...... صفدر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جولیا نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

”جولیا بول رہی ہوں“...... جولیا نے کہا۔

”علی عمران ایم ایس۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔ لہجہ دیسے ہی شگفتہ تھا۔

”بولو“...... جولیا نے جواب دیا تو صفدر اور دوسرے ساتھی بے اختیار مسکرا دیئے۔

”کیا بولوں۔ اب بولنے کے لئے باقی رہ کیا گیا ہے“...... تنویر

جو میرا رقیب روسیاہ۔ اوہ سوری۔ رقیب روسفید ہے، اپنی سازش میں کامیاب ہو گیا ہے اور وہ میرے بغیر تمہیں ساتھ لے کر مشن پر کام کرے گا اور میں یہاں بیٹھا اونگھتا رہوں گا۔ اب تم بتاؤ کہ اس صورت میں کیا بولوں“...... عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی تھی۔

”تم نے فون کیوں کیا ہے۔ یہ بتاؤ“...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں خدا حافظ کہنا چاہتا تھا“...... عمران نے جواب دیا۔

”کیوں۔ کیا تم کہیں جا رہے ہو“...... جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں“...... عمران نے مختصر سا جواب دیا۔

”کہاں جا رہے ہو“...... جولیا نے چونک کر کہا۔

”جہاں قسمت لے جائے۔ ویسے کہتے ہیں کہ رشتے آسمانوں پر قائم ہوتے ہیں اس لئے اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ کہاں جانا پڑے گا۔ بہرحال اس سے انکار نہیں کہ جانا پڑے گا“...... عمران نے ایسے گول مول لہجے میں کہا تو جولیا کا چہرہ یکلخت سرخ پڑنے لگ گیا۔

”تم۔ تم بردکھاوے کے لئے جا رہے ہو اور تمہارا خیال ہے کہ اس بار تمہارا رشتہ ہو جائے گا اس لئے تم مجھے خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ کیوں“...... جولیا نے بات کرتے کرتے آخر میں یکلخت

جذباتی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ یہ کیا کہہ رہی ہو۔ دکھاوا تو اسلام میں سختی سے منع ہے۔ دکھاوے کی نماز اور دکھاوے کی خیرات تک قبول نہیں ہوتی''...... عمران نے تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر تم نے رشتے اور آسمانوں پر ہونے والے رشتوں کی بات کیوں کی تھی''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں نے تو رشتۂ حیات کی بات کی تھی۔ مطلب ہے کہ زندگی سے جب رشتۂ حیات منقطع ہو جائے تو آسمانوں کی طرف جانا پڑتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اب رشتۂ حیات ختم ہونے والا ہے اس لئے خدا حافظ کہہ لوں''...... عمران نے بات کو دوسرا رخ دیتے ہوئے کہا۔

''یہ تم نے کیا منحوس باتیں شروع کر دی ہیں۔ نانسنس''...... جولیا نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

''اب کیا کیا جائے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ جن پتوں پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے تو پھر تم بتاؤ کہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ تم سب میرے ہمدرد ہو۔ میرے چھوٹے سے چیک کے لئے تم میرے ساتھ کام کرتے رہو گے لیکن اب کیا کہوں۔ چیف نے ابھی مجھے فون کر کے صاف کہہ دیا ہے کہ چونکہ سیکرٹ سروس میرے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتی اس لئے مجھے اب آئندہ ہائر نہیں کیا جائے گا۔ اب تم بتاؤ کہ میں خدا حافظ نہ کہوں تو کیا کہوں''...

عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''تم ہمارے ساتھ جاؤ گے اور لیڈر بن کر جاؤ گے۔ بس۔ میں نے کہہ دیا ہے۔ میں خود چیف کو منا لوں گی''...... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''سنو۔ یہ میرا فیصلہ ہے کہ عمران ہی ہمارا لیڈر ہو گا۔ بس''۔ جولیا نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''میں نے کب کہا ہے کہ وہ لیڈر نہ ہو۔ بس ہمیں کام کرنے کا موقع دیا کرے''...... تنویر نے جولیا کو غصے میں دیکھ کر سب سے پہلے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا اور سب ساتھی حیرت بھری نظروں سے تنویر کی طرف دیکھنے لگے۔ ظاہر ہے تنویر نے جو کچھ کہا تھا وہ جولیا کے جذباتی ردعمل کا جواب تھا اس لئے کہ وہ جولیا کو ناراض نہ کرنا چاہتا تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ٹائیگر گوخ کی ہلاکت کے بعد اس کریک سے گزر کر واپس جنگل میں پہنچا جہاں وہ اوپر سے گرا تھا اور پھر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اسے اس راستے کا علم ہو گیا جس کے ذریعے وہ اوپر ایک اور سڑک پر پہنچ سکتا تھا۔ ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ وہ ٹاپ ہاؤس جا کر اپنی جیپ واپس لے آئے لیکن پھر اس نے ارادہ تبدیل کر دیا کیونکہ ابھی تک وہاں گوخ کے دو آدمی موجود تھے اور ہو سکتا ہے کہ اب تک گوخ، کالوج اور مائیکل کی لاشیں سامنے آ گئی ہوں۔ اس طرح وہ وہاں پھنس بھی سکتا تھا اس لئے وہ ٹاپ ہاؤس کی طرف جانے کی بجائے سڑک کے ذریعے واپس شہر کی طرف چل پڑا۔

گو اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور جسم زخمی تھا لیکن ظاہر ہے اس کے پاس نہ ہی مزید کپڑے تھے اور نہ ہی وہ فوری طور پر ان زخموں پر کوئی مرہم لگا سکتا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ ابھی تو وہ ایسی جگہ پر موجود ہے جہاں آبادی نہیں ہے لیکن جیسے ہی وہ آبادی والے علاقے میں داخل ہو گا تو لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر چونک پڑیں گے اور ہو سکتا ہے کہ پولیس اسے روک کر پوچھ گچھ شروع کر دے اس لئے اس نے اس معاملہ کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا۔ آخرکار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ قریب کسی ہوٹل میں جا کر کمرہ لے اور پھر لباس تبدیل کر کے ہی آگے بڑھے۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو روک کر اس سے قریبی ہوٹل کے بارے میں معلوم کیا تو اسے بتایا گیا کہ ایک بڑا ہوٹل یہاں سے قریب ہی موجود ہے۔ اس آدمی نے اسے ہوٹل کی باقاعدہ نشاندہی بھی کر دی۔

’’آپ تو خاصے زخمی ہیں۔ کیا ہوا ہے‘‘...... اس آدمی نے ٹائیگر سے پوچھا۔

’’میں پہاڑ سے گر گیا تھا اور جھاڑیوں میں گر کر بچ تو گیا لیکن زخمی ہو گیا ہوں۔ اب مجھے لباس بھی چاہئے اور ڈاکٹر بھی‘‘۔ ٹائیگر نے کہا۔

’’اوہ۔ آیئے میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔ میرا نام گارسن ہے اور میں یہاں سیاحوں کا گائیڈ ہوں‘‘...... اس آدمی نے کہا۔

’’میں بھی سیاح ہوں۔ میں آپ کو باقاعدہ پیمنٹ کروں گا‘‘۔ ٹائیگر نے کہا۔

’’آیئے میرے ساتھ‘‘...... گارسن نے کہا اور پھر وہ ٹائیگر کو

ساتھ لے کر ایک اور سڑک پر چل پڑا۔ ایک موڑ مڑتے ہی ٹائیگر نے اپنے آپ کو ایک ڈاکٹر کے کلینک کے سامنے موجود پایا۔ گارسن ٹائیگر کو اندر لے گیا اور پھر اس نے ڈاکٹر کو بتایا کہ یہ سیاح پہاڑ سے گر کر زخمی ہو گیا ہے اسے فرسٹ ایڈ دی جائے۔ ٹائیگر نے کوٹ کی اندرونی جیب سے چند بڑے نوٹ نکال کر گارسن کی طرف بڑھا دیئے۔

''میرا قدوقامت تو تم نے دیکھ لیا ہے۔ مجھے نیا لباس لا دو''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ فرسٹ ایڈ لیں میں لباس لے آتا ہوں''۔ گارسن نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ ڈاکٹر اور اس کا کمپاؤڈر اسے اندر لے گئے اور پھر ٹائیگر کا لباس اتار کر اسے لٹا دیا گیا۔

''آپ واقعی بے حد باہمت آدمی ہیں کہ اس قدر زخمی ہونے کے باوجود آپ اس طرح گھوم پھر رہے ہیں جیسے آپ معمولی زخمی ہوں''...... ڈاکٹر نے اس کی حالت دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ ہمت کئے بغیر تو کام نہیں چلتا اس لئے ہمت تو کرنی ہی پڑتی ہے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کمپاؤڈر نے تمام زخم اچھی طرح صاف کئے اور پھر اس کے زخموں پر اچھی طرح مرہم لگا دی۔

''ڈاکٹر صاحب۔ میں نے لباس پہننا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرہم

سے لباس خراب ہو جائے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''نہیں جناب۔ ہمیں معلوم ہے کہ ایسا مرہم لگایا جائے جو لباس کو خراب نہ کرتا ہو۔ آپ بے فکر رہیں''...... ڈاکٹر نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد گارسن واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک بیگ موجود تھا۔ ٹائیگر نے اپنا پرانا لباس بھی اٹھا لیا اور پھر ایک علیحدہ کمرے میں جا کر اس نے نیا لباس پہنا۔ لباس واقعی اس پر فٹ تھا۔ اس نے پرانے لباس میں موجود سامان نکال کر نئے لباس میں منتقل کیا اور پھر پرانے لباس کو اس بیگ میں ڈال کر باہر آ گیا۔ اس نے ڈاکٹر کو پیمنٹ کی اور پھر گارسن کے ساتھ باہر آ گیا۔

''اب آپ نے کہاں جانا ہے''...... گارسن نے پوچھا۔

''ہاسٹن کالونی یہاں سے کتنی دور ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''آپ نے ہاسٹن کالونی جانا ہے۔ وہ تو یہاں سے کافی دور ہے''...... گارسن نے کہا۔

''تم مجھے کوئی ٹیکسی منگوا دو۔ میں چلا جاؤں گا''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر گارسن کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''شکریہ جناب۔ آپ واقعی قدرشناس ہیں۔ ویسے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مزید خدمت بھی کر سکتا ہوں''...... گارسن نے نوٹ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''آپ اپنا پتہ بتا دیں۔ اگر مجھے ضرورت پڑی تو میں آپ سے رابطہ کر لوں گا۔ بے فکر رہیں''...... ٹائیگر نے کہا تو گارسن نے کوٹ کی اندرونی جیب سے پرس نکال کر اس میں سے ایک کارڈ نکال کر ایک نظر دیکھا اور پھر اس نے کارڈ ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ میرا کارڈ ہے۔ اس پر میرا فون نمبر اور ایڈریس وغیرہ سب درج ہے''...... گارسن نے کہا اور کارڈ ٹائیگر کے ہاتھ میں دے دیا۔

''شکریہ۔ اب ٹیکسی لے آؤ''...... ٹائیگر نے کہا تو گارسن سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا جبکہ ٹائیگر ایک سائیڈ پر درخت کے نیچے موجود سیمنٹ کی بنی ہوئی بنچ پر بیٹھ گیا۔ ایسی بنچیں یہاں تقریباً ہر سڑک کی سائیڈ پر گھنے درختوں اور پھول دار جھاڑیوں کے درمیان رکھی ہوئی تھیں جن پر پیدل چلتے ہوئے لوگ ستانے یا موسم کا نظارہ دیکھنے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ یہاں ٹیکسی کا استعمال بے حد کم تھا۔ زیادہ تر لوگ پیدل چلنے میں لطف محسوس کرتے تھے۔ ٹائیگر بنچ پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اس سے پہلے کہ لارڈ مائلو تک گوخ اور اس کے ساتھیوں کی موت کی خبر پہنچے اسے لارڈ مائلو تک پہنچ جانا چاہئے۔ لیکن ظاہر ہے وہ زخمی ہونے کی وجہ سے زیادہ دور تک پیدل نہ چل سکتا تھا اس لئے مجبوراً یہاں بیٹھا ٹیکسی کا انتظار کر رہا تھا۔

گارسن نے واقعی اس کی مدد کی تھی کہ نہ صرف اسے صاف اور نیا لباس مل گیا تھا بلکہ اس کے زخموں کا علاج بھی ہو گیا تھا اور اب

اس کے جسم میں درد کی لہریں اور ٹیسیں بھی نہیں اٹھ رہی تھیں جن سے پہلے وہ دوچار تھا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کے شدید انتظار کے بعد اسے دور سے ٹیکسی اپنی طرف آتی دکھائی دی تو وہ اٹھ کر سڑک کے کنارے آ گیا۔ ٹیکسی قریب آ کر رکی تو گارسن نیچے اتر آیا۔

''بڑی مشکل سے ملی ہے ٹیکسی جناب۔ آج نزدیکی گاؤں میں کوئی میلہ ہے اور سب ٹیکسی ڈرائیور وہاں گئے ہوئے ہیں کیونکہ وہاں انہیں اچھا معاوضہ مل جاتا ہے''...... باتونی گارسن نے نیچے اترتے ہی ایک لحاظ سے پوری تقریر کر دی تھی۔

''شکریہ گارسن۔ پھر ملاقات ہو گی''...... ٹائیگر نے کہا اور ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''آپ نے ہاسٹن کالونی جانا ہے جناب''...... ڈرائیور نے پوچھا۔ ظاہر ہے گارسن نے اسے بتا دیا تھا۔

''ہاں''...... ٹائیگر نے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی اور پھر تھوڑا آگے جا کر ایک کھلی جگہ پر اس نے ٹیکسی کو موڑا اور واپس چل پڑا مگر واپسی کے وقت گارسن وہاں موجود نہ تھا۔

''آپ نے ہاسٹن کالونی میں کہاں جانا ہے جناب''...... ڈرائیور نے پوچھا۔

''کالونی کے آغاز میں مجھے ڈراپ کر دینا۔ وہاں ایک خاص آدمی نے آنا ہے پھر میں نے ان کے ساتھ آگے جانا ہے''۔ ٹائیگر

نے کہا۔

''اوکے سر۔ ہم قریب پہنچ چکے ہیں''...... ڈرائیور نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ٹیکسی کو دائیں ہاتھ موڑا اور پھر ایک سائیڈ پر روک دی۔ سامنے پہاڑی راستے کے دونوں اطراف میں نیچے گہرائی تک خوبصورت اور جدید ٹائپ کے پہاڑی مکانات بنے ہوئے تھے۔ ایک سائیڈ پر ایک بڑا سا بورڈ موجود تھا جس پر ہاسٹن کالونی کے الفاظ واضح طور پر درج تھے اور بورڈ کے نیچے باقاعدہ کالونی کا نقشہ بنا ہوا تھا جس پر مکانوں کے نمبر اور مالکان کے نام بھی درج تھے۔ یہ ایکریمیا اور یورپ کا معروف رواج تھا کہ وہاں ہر کالونی کے باہر ایسے بورڈ مل جاتے تھے۔ اس طرح آنے والوں کو بڑی آسانی ہو جاتی تھی۔ ٹائیگر نے میٹر دیکھ کر کرایہ دیا اور ساتھ ہی ٹپ بھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے سلام کیا اور ٹیکسی کو موڑ کر واپس چلا گیا تو ٹائیگر بورڈ کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد اس نے مکان نمبر ایک سو گیارہ کو چیک کر لیا۔ یہ بائیں ہاتھ کو نکلنے والی سٹریٹ کے تقریباً پشت میں تھا اور اس کے سامنے مالک کا نام ڈاکٹر کیتھ درج تھا۔ ٹائیگر آگے بڑھا۔ یہ تمام مکانات تقریباً ایک ہی طرز میں تعمیر کئے گئے تھے۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ لارڈ مائلو اس ٹرپل ون کوٹھی میں موجود ہو گا تو وہاں اس نے حفاظت کے انتظامات بھی کر رکھے ہوں گے اور ٹائیگر چونکہ زخمی بھی تھا اس لئے وہ زیادہ دیر تک کشمکش یا فائٹ کو بھی برداشت نہ کر سکتا تھا اس لئے اس کی خواہش تھی کہ وہ کم سے کم وقت میں اور کم سے کم لوگوں سے ٹکرائے بغیر لارڈ مائلو تک پہنچ جائے۔

کالونی میں عورتیں اور مرد آ جا رہے تھے اس لئے ٹائیگر کی طرف کسی نے توجہ نہ دی تھی۔ وہ سب اپنے اپنے حال میں مست تھے۔ ٹائیگر نے دونوں سائیڈوں پر موجود مکانوں کی ساخت پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ ایک خاص بات اور بھی چیک کی تھی کہ ان تمام مکانوں کو ایک ہی گٹڑ لائن سے منسلک کیا گیا تھا اور یہ گٹڑ لائن بھی مکانوں کے عقبی طرف سے گزرتی تھی اور ہر مکان سے چھوٹی گٹڑ لائن اس بڑی گٹڑ لائن میں جا کر مل جاتی تھی۔ یہ بات اس نے گلی میں داخل ہوتے ہی چیک کر لی تھی کیونکہ وہاں سے ایک سائیڈ کے مکانوں کا عقبی حصہ واضح طور پر نظر آ رہا تھا اور ٹائیگر نے اس گٹڑ لائن کو استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چوتھی گلی میں واقع ایک سو گیارہ نمبر کوٹھی نما مکان کو دیکھ چکا تھا۔ اس کا طرز تعمیر تو تقریباً وہی تھا لیکن اس کا رقبہ باقی مکانوں سے زیادہ تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے دو مکانوں کے رقبہ کو ملا کر ایک مکان بنایا گیا ہو۔ اس کا جہازی سائز کا پھاٹک بند تھا اور پھاٹک سے باہر مشین گنوں سے مسلح دو باوردی دربان بھی بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔ ٹائیگر سرسری انداز میں یہ سب کچھ دیکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر اگلی گلی سے چکر کاٹ کر وہ ان مکانوں کے عقبی طرف پہنچ گیا۔ یہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا اور نہ ہی کوئی

دروازہ تھا بلکہ اونچی فصیل نما دیواریں تھیں جن پر باقاعدہ خاردار تاروں کی باڑھ مکان پر لگائی گئی تھی۔

البتہ اس نے چیک کر لیا تھا کہ اس کی مطلوبہ کوٹھی کی دیوار پر موجود خار دار تاروں میں ہر دس فٹ پر مخصوص بلب بھی موجود تھا جس کا مطلب تھا کہ اس خار دار تار کی باڑھ میں بجلی کا کرنٹ بھی دوڑتا رہتا ہے۔ یہ انتظام صرف اسی کوٹھی تک محدود تھا۔ باقی کوٹھیوں کی دیوارں پر صرف خاردار تار تھی جبکہ یہاں بجلی کی رو دوڑانے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ ٹائیگر آگے بڑھتا چلا گیا۔ عقبی طرف خاموشی تھی۔ اس کے باوجود ٹائیگر بڑا چوکنا اور محتاط نظر آ رہا تھا اور پھر مطلوبہ کوٹھی کے سامنے وہ اس جگہ رک گیا جہاں کوٹھی سے گٹڑ لائن بڑی مین لائن سے مل رہی تھی اور اس پر گٹڑ کا دہانہ بھی موجود تھا۔

ٹائیگر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جھک کر اس نے اس گٹڑ کے ڈھکن کے دونوں ہینڈلوں میں اپنے ہاتھ ڈالے اور ایک زور دار جھٹکا دے کر اس نے ڈھکن اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیا اور ایک بار پھر سیدھا کھڑا ہو کر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ فوری طور پر اندر جانا نہ چاہتا تھا کیونکہ نجانے کتنے عرصے بعد یہ ڈھکن ہٹایا گیا تھا اور اندر زہریلی گیس بھری ہوئی تھی لیکن وہ زیادہ دیر رکنا بھی نہ چاہتا تھا کیونکہ یہاں رکنا تو ایک طرف ادھر آنے کا بھی اس کے پاس کوئی معقول جواز نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آگے بڑھا اور پھر نیچے جاتی ہوئی سیڑھیوں پر قدم رکھتا ہوا وہ نیچے اتر گیا۔ اس نے ڈھکن جان بوجھ کر واپس نہ رکھا تھا تاکہ اگر اسے اسی راستے سے واپس آنا پڑا تو اسے پریشانی نہ ہو۔ ویسے اسے یقین تھا کہ اس طرف کوئی آدمی نہ آئے گا اور اگر آ بھی جائے تو کم از کم اسے یہ خیال نہیں آ سکتا کہ کوئی آدمی ڈھکن ہٹا کر اندر داخل ہوا ہے۔

گٹڑ زیادہ بڑا نہ تھا اس لئے ٹائیگر کو جھک کر آگے بڑھنا پڑا تھا۔ دہانہ کھلا ہونے کی وجہ سے اندر روشنی بھی موجود تھی اور اس روشنی کے سہارے وہ آگے بڑھا چلا جا رہا تھا اور پھر جب اسے احساس ہوا کہ اب وہ کوٹھی کے اندر پہنچ گیا ہے تو ایک گٹڑ کے دہانے کے قریب موجود سیڑھیوں کے قریب وہ رک گیا۔ پھر سیڑھیوں پر قدم رکھتا ہوا وہ اوپر پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ دہانے کے ڈھکن کے نیچے رکھ کر دونوں ہاتھوں کو ایک زور دار جھٹکا دیا تو ڈھکن اس کے ہاتھوں پر اٹھتا چلا گیا۔ ٹائیگر نے احتیاط سے اور کم سے کم آواز پیدا کرتے ہوئے ڈھکن ایک سائیڈ پر رکھ دیا اور پھر سیڑھی پر چڑھ کر اس نے دہانے سے سر باہر نکالا تو اس نے دو کمروں کے درمیان ایک پتلی سی گلی میں اپنے آپ کو پایا۔ کمروں کی کھڑکیاں ہی اس گلی میں تھیں۔ وہ گٹڑ سے باہر آ گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر پنجوں کے بل چلتا ہوا ایک کمرے کی کھلی کھڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے کھڑکی میں جھانکا تو یہ کمرہ سٹنگ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا اور خالی تھا۔

ٹائیگر نے اس کھلی کھڑکی سے فائدہ اٹھانے کا سوچا کیونکہ اسے

معلوم تھا کہ فرنٹ کی طرف مسلح پہریدار موجود ہوں گے اور اس کی آہٹ سن کر بھی وہ الرٹ ہو سکتے ہیں جبکہ کمرے کے اندر سے وہ آسانی سے دوسرے کمروں میں آ جا سکتا ہے۔ کھڑکی پر چڑھ کر وہ آہستہ سے اندر کودا اور کونے میں موجود اندرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن ابھی اس نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ چھت پر سے چٹک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کے جسم سے یکلخت جان نکل گئی ہو اور وہ خالی ہوتے ہوئے ریت کے بورے کی طرح فرش پر گرتا چلا گیا۔

اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر تاریک چادر سی پھیلتی چلی گئی۔

آخری احساس جو اس کے ذہن میں ابھرا وہ یہی تھا کہ وہ جتنا بھی ہوشیار بنتا تھا بہرحال مار کھا گیا ہے۔

لارڈ مائلو اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا لیکن اس کا ذہن گوخ اور اس کے ساتھیوں کی طرف تھا۔ اب تک گوخ کی طرف سے کوئی اطلاع نہ دی گئی تھی۔ وہ ایسی ہی کسی کال کے انتظار میں تھا لیکن اب اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے میز کی دراز میں سے جدید ساخت کا خصوصی ٹرانسمیٹر نکالا اور گوخ کو کال کرنے لگا لیکن جب کافی دیر تک کوشش کے باوجود گوخ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ بے حد پریشان ہوا۔ اس نے گوخ کے ساتھیوں کو علیحدہ علیحدہ کال کرنا شروع کر دیا لیکن اسے گوخ کے اسسٹنٹ کالوج کی طرف سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ یہ لوگ کال کیوں اٹنڈ نہیں کر ہے“...... لارڈ مائلو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ اس کی ڈائری میں ایمرجنسی کے لئے ایک ٹرانسمیٹر فریکونسی

گوخ کے ایک اور ساتھی براڈ کی بھی موجود ہے تو اس نے میز کی دراز کھول کر ایک ڈائری نکالی اور پھر اس کے صفحات کھول کھول کر چیک کرنے لگا۔ اچانک ایک صفحے پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اس نے ڈائری بند کر کے میز پر رکھی اور پھر ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس نے اس پر فریکونسی ایڈجسٹ کی اور اس کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ لارڈ مائلو کالنگ''...... لارڈ مائلو نے کال دیتے ہوئے کہا۔ چونکہ اس جدید ٹرانسمیٹر میں اوور کا لفظ آخر میں کہنے اور ساتھ ساتھ بٹن آن آف کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے اس نے کال کے آخر میں نہ اوور کہا اور نہ ہی بٹن آف کیا تھا۔

''یس سپر چیف۔ براڈ اٹنڈنگ''...... چند لمحوں بعد ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔ البتہ اس میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

''گوخ کہاں ہے''...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

''وہ ٹاپ ہاؤس کی عقبی طرف ہیں سپر چیف''...... براڈ نے جواب دیا۔

''اور تم کہاں ہو''...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

''میں ٹاپ ہاؤس کے دائیں طرف خلاء کے بعد والی پہاڑی پر ہوں سپر چیف''...... براڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کوئی خاص واقعہ ہوا ہے''...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

''یس سپر چیف۔ ایک جیپ آ کر ٹاپ ہاؤس کے سامنے رکی ہے۔ اس میں سے ایک مقامی آدمی باہر آیا۔ وہ ٹاپ ہاؤس کو دیکھتا رہا اور پھر بائیں طرف کو چلا گیا۔ میں نے باس گوخ کو اطلاع دی اور پھر پتہ چلا کہ وہ آدمی ٹاپ ہاؤس کے عقب میں گیا اور وہیں باس گوخ نے اسے گولی مار دی اور وہ باس گوخ اور ٹاپ ہاؤس کے رمیانی خلاء میں گر گیا''...... براڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن گوخ کال کیوں اٹنڈ نہیں کر رہا''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''اگر آپ حکم دیں تو میں وہاں جا کر چیک کروں''...... براڈ نے کہا۔

''تم کتنی دیر میں وہاں پہنچ سکو گے''...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

''نصف گھنٹہ تو بہرحال لگ ہی جائے گا سپر چیف''...... براڈ نے کہا۔

''وہاں جا کر معلوم کرو کہ اس آدمی کو کیا ہوا۔ گوخ اور اس کے تھی کال کیوں اٹنڈ نہیں کر رہے اور پھر میری فریکونسی پر مجھے کال رکے رپورٹ دو''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس سپر چیف۔ آپ کی فریکونسی اب میرے ٹرانسمیٹر پر آ گئی ہے۔ میں وہاں پہنچ کر آپ کو کال کرتا ہوں''...... براڈ نے کہا تو ڈ مائلو نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھ

''کیا یہ آنے والا آدمی وہی ٹائیگر تھا لیکن جب وہ ہلاک ہو گیا ھر گوخ کیوں کال اٹنڈ نہیں کر رہا''...... لارڈ مائلو نے بڑبڑاتے

ہوئے کہا اور اس نے ایک بار پھر شراب کی چسکیاں لینا شروع کر دیں۔ نصف گھنٹہ تو کیا جب ایک گھنٹہ گزر گیا تو لارڈ مائلو اور زیا پریشان ہو گیا۔ اس نے میز پر رکھا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس کا بٹ آن کر دیا۔ براڈ کی فریکونسی پہلے ہی ٹرانسمیٹر پر ایڈجسٹ تھی ا لئے اسے دوبارہ ایڈجسٹ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ لارڈ مائلو کالنگ''...... لارڈ مائلو نے کال کر ہوئے کہا۔

''یس سپر چیف۔ براڈ فرام دس اینڈ''...... چند لمحوں بعد براڈ آواز سنائی دی۔

''تم نے نصف گھنٹہ کہا تھا لیکن اب ایک گھنٹے سے بھی زیا وقت گزر گیا ہے۔ کیا کر رہے ہو تم۔ کیا ہوا ہے''...... لارڈ مائلو لہجے میں غصے کی آمیزش شامل ہو گئی تھی۔

''سپر چیف۔ آپ کو مکمل رپورٹ دینے کے لئے مجھے اتنا وق لگ گیا ہے۔ میں آپ کو کال کرنے ہی والا تھا کہ آپ کی کال گئی''...... براڈ نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کہاں ہے گوخ۔ کیوں وہ کال اٹنڈ نہیں کر رہا تھا''...... ل مائلو نے کہا۔

''سپر چیف۔ باس گوخ اور اس کے دو ساتھیوں کالوج ا مائیکل کو ہلاک کر دیا گیا ہے''...... براڈ نے کہا تو لارڈ مائلو اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر اس بار حیرت کے ساتھ سا

قدرے خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا تم نشے میں ہو''۔ لارڈ مائلو نے اس بار اپنی فطرت کے خلاف چیختے ہوئے کہا۔

''سپر چیف۔ جب میں چکر کاٹ کر ٹاپ ہاؤس کے عقبی خلاء کے بعد پہاڑی پر پہنچا تو یہاں ایک جھاڑی کے پاس گوخ کی لاش پڑی ہوئی ملی۔ اس کے چہرے پر شدید ترین اذیت کے تاثرات نمایاں تھے۔ ان کی دونوں ٹانگیں ان کے بوٹوں کے تسموں کے ذریعے باندھ کر جھاڑی کے اندر گھسیڑ دی گئی تھیں اور انہیں گولی نہیں ماری گئی تھی بلکہ ان کی موت تشدد کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس سے تھوڑی دور ہی کالوج کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کو گولیاں ماری گئی ہیں۔ پھر میں کریک میں سے ہو کر درمیانی جنگل میں گیا جہاں اس آدمی کو ہلاک کر کے گرایا گیا تھا لیکن وہاں اس آدمی کی لاش نہیں ملی۔ البتہ مائیکل کی لاش مل گئی۔ مائیکل کی گردن توڑ کر اسے ہلاک کیا گیا ہے۔ میں نے اس آدمی کو سارے جنگل میں تلاش کیا لیکن وہ نہیں مل سکا''...... براڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ آدمی ہلاک نہیں ہوا بلکہ الٹا گوخ اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر کے نکل گیا ہے۔ ویری بیڈ۔ اس آدمی کی جیپ وہاں موجود ہے یا نہیں''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو موجود تھی سپر چیف''...... براڈ

نے جواب دیا۔

"اب گوخ کی جگہ میں تمہیں دے رہا ہوں۔ تم اب سپر سیکشن کے انچارج ہو۔ تم نے وہاں کی حفاظت کرنی ہے اور اس آدمی کو تلاش کرنا ہے"...... لارڈ مائلو نے کہا۔

"یس سپر چیف۔ حکم کی تعمیل ہو گی"...... براڈ نے کہا تو لارڈ مائلو نے بغیر کچھ کہے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے اچھلنے کا انداز ایسا تھا جیسے اچانک اسے کوئی خیال آ گیا ہو۔

"اوہ۔ اوہ۔ گوخ کو اس زیرو ہاؤس کا علم تھا۔ اس پر تشدد ہوا ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ لازماً اس سے میرے بارے میں اور زیرو ہاؤس کے بارے میں تفصیل معلوم کی گئی ہو گی۔ ویری بیڈ۔ تو اب یہ خطرناک آدمی یہاں آئے گا۔ آخر یہ کس قسم کا آدمی ہے جو اکیلا ہے اور اجنبی بھی ہے مگر اس کے باوجود آگے ہی بڑھا چلا آ رہا ہے اور لارڈ مائلو جس کی طاقت اور دہشت کا لوہا پوری دنیا مانتی ہے۔ وہ بھی اس کے سامنے بے بس ہوتا جا رہا ہے"...... لارڈ مائلو نے خودکلامی کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

"یس چیف"...... ایک مردانہ لیکن انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"مشین روم میں آرتھر سے بات کراؤ"...... لارڈ مائلو نے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو سر۔ میں آرتھر بول رہا ہوں سر۔ مشین روم سے"...... چند وں کی خاموشی کے بعد ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"زیرو ہاؤس میں ہائی الرٹ کر دو۔ ایک خطرناک ایجنٹ یہاں ہنچ سکتا ہے۔ اگر کوئی مشکوک آدمی یہاں نظر بھی آئے تو اسے بغیر ی پوچھ گچھ کے گولی سے اڑا دینا"...... لارڈ مائلو نے تیز تیز لہجے ں کہا۔

"یہاں کوئی کیسے آ سکتا ہے چیف۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہاں کس قسم کے حفاظتی انتظامات ہیں"...... آرتھر نے حیرت بھرے ہجے میں کہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ تم اس آدمی کو نہیں جانتے۔ وہ وت ہے، جن ہے۔ نجانے کیا ہے"...... لارڈ مائلو کو اپنی فطرت ے خلاف غصہ آ گیا تھا اس لئے اس نے چیخ کر سب کچھ کہا اور سیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"مجھے ریسٹ کرنا چاہئے ورنہ میرا دماغ سوچ سوچ کر پھٹ ائے گا۔ ویسے آرتھر ٹھیک کہتا ہے۔ کوئی آدمی تو کیا جن بھوت بھی ہاں داخل نہیں ہو سکتا۔ میں خواہ مخواہ بچی ہو رہا ہوں"...... لارڈ مائلو ے اٹھتے ہوئے کہا اور وہ سائیڈ دیوار میں موجود دروازے کی طرف ھ گیا جہاں اس کا بیڈ روم تھا۔ کافی دیر تک وہ بیڈ پر لیٹ کر ٹی

وی دیکھتا رہا لیکن اسے نیند نہ آ رہی تھی۔ اس نے سرہانے موجو ایک شیشی اٹھائی اور اس کا ڈھکن کھول کر اس میں سے دو گولیا نکالیں اور انہیں حلق میں ڈال کر اس نے بیڈ کی سائیڈ پر موجود ریفریجریٹر میں سے پانی کی بوتل اور گلاس نکال کر پانی گلاس م ڈالا اور پھر پانی پی لیا۔ یہ نیند لانے والی طاقتور اثرات کی حا گولیاں تھیں۔ اس کے چند لمحوں بعد ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر گہری نیند سو گیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کرنل براؤن اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’یس‘‘...... کرنل براؤن نے کہا۔

’’ڈیرل صاحب کی کال ہے‘‘...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

’’اوہ اچھا۔ کراؤ بات‘‘...... کرنل براؤن نے چونک کر کہا کیونکہ ڈیرل اور اس کی ایجنسی ریڈ روز کو اس نے چیف سیکرٹری کی اجازت کے بعد عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کام کرنے کے لئے ہائر کیا تھا۔

’’ہیلو۔ ڈیرل بول رہا ہوں‘‘...... چند لمحوں بعد ڈیرل کی بے تکلفانہ آواز سنائی دی۔

’’کوئی خاص بات ڈیمرل‘‘...... کرنل براؤن نے کہا۔

’’میں نے تم سے یہ پوچھنے کے لئے فون کیا ہے کہ تم نے اب تک مجھے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں کوئی اطلاع ہی نہیں دی‘‘...... ڈیمرل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’مجھے خود کوئی اطلاع نہیں ملی۔ میں تمہیں کیا اطلاع دیتا‘‘ کرنل براؤن نے کہا۔

’’اگر یہ لوگ نہ آئے تو میرے باقی معاوضے کا کیا ہو گا‘‘ ڈیمرل نے کہا تو کرنل براؤن بے اختیار ہنس پڑا۔ اسے معلوم ہو گ تھا کہ ڈیمرل کو اصل فکر اپنے بقیہ معاوضے کی ہے۔

’’تین ماہ کا مسئلہ ہے۔ اس کے بعد پلونم دھات استعمال مر آنا شروع ہو جائے گی اور اس کے بعد یہ خطرہ بھی نہیں رہے گا۔ اگر تین ماہ تک پاکیشیا سیکرٹ سروس حرکت میں نہیں آتی تو پھر ب تمہارا باقی معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔ بے فکر رہو‘‘...... کرنل براؤن نے کہا۔

’’تھینکس گاڈ۔ مجھے واقعی فکر لاحق ہو گئی تھی کیونکہ مجھے ج اطلاعات ملی ہیں اس کے تحت تو لگتا ہے کہ عمران یا پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات میں دلچسپی نہیں لے رہی‘‘...... ڈیمرل نے کہا۔

’’تمہیں کیسے اطلاعات ملی ہیں‘‘...... کرنل براؤن نے چونک کر پوچھا۔

’’میں نے کافی دن تمہاری کال کا انتظار کیا لیکن جب تمہاری

ف سے کوئی کال نہ آئی تو میں نے پاکیشیا میں اپنے ایک دوست روپ سے بات کی۔ اس نے مجھے دوسرے روز بتایا کہ عمران پنے فلیٹ میں موجود ہے اور اپنے روز مرہ کے کاموں میں مصروف ہے اور بظاہر اس کا ملک سے باہر جانے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آ یا‘‘...... ڈیمرل نے کہا۔

’’اگر ایسا ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ ویسے بھی وہ لارڈ مائلو تک پہنچ ہی نہیں سکتے اور لارڈ مائلو تک پہنچے بغیر وہ یہ معلوم ہی نہیں کر لتے کہ پلونم دھات اب کہاں موجود ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ بغیر کچھ کئے بھاری رقم کما لو گے‘‘...... کرنل براؤن نے کہا۔

’’اتنا بھی خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے کرنل براؤن۔ یہ ران انتہائی خطرناک آدمی ہے اور یہی کہا جاتا ہے کہ جو کام باقی لوں کے لئے ناممکن ہوتا ہے وہ اس کے لئے ممکن ہو جاتا ہے اس لئے یہ مت سمجھو کہ اسے معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ پلونم دھات کہاں ہے۔ یہ لارڈ مائلو کو بھی تلاش کر لے گا اور تمہاری ایجنسی کو بھی اور بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خود وہاں پاکیشیا میں گھومتا رہے تا کہ کسی کو اس شک نہ ہو اور اس کے آدمی تمہارے سر پر پہنچ جائیں‘‘۔ ڈیمرل نے کہا۔

’’اگر ایسا ہوا تو پھر تمہیں تیار رہنا ہو گا‘‘...... کرنل براؤن نے کہا۔

’’ہم تو تیار ہیں بلکہ ایک ایک دن گن رہے ہیں اور یہ ہمارے

لئے بھی انتہائی اعزاز کی بات ہو گی کہ عمران اور پاکیشیا سیکر سروس کا خاتمہ ہمارے ہاتھوں سے ہو جائے“...... ڈیرل جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ وش یو گڈ لک“...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور ر دیا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں یہ لوگ براہ راست سارا جزیرے تک نہ پہنچ جائیں۔ رچرڈ اور آرش کی طرف سے بھی کو کال نہ آئی تھی اس لئے اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور فو پیس کے نیچے موجود ایک بٹن پریس کر دیا۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”رچرڈ سے بات کراؤ“...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی بجتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”رچرڈ لائن پر ہے سر“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو رچرڈ۔ میں کرنل براؤن بول رہا ہوں“...... کرنل براؤ نے کہا۔

”یس باس۔ حکم“...... دوسری طرف سے رچرڈ کی آواز سنائی دی۔

”ساران آئی لینڈ میں کیا پوزیشن ہے“...... کرنل براؤن نے پوچھا۔

”ہر لحاظ سے اوکے ہے باس“...... رچرڈ نے جواب دیا۔

”کوئی ایجنٹ تو نہیں پہنچا یہاں“...... کرنل براؤن نے پوچھا۔

”نہیں باس۔ یہاں ویسے بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ بے فکر رہیں“...... رچرڈ نے جواب دیا۔

”اوکے۔ اگر کوئی معمولی سی بات بھی ہو تو مجھے فوراً اطلاع دینا“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”یس باس“...... رچرڈ نے جواب دیا تو کرنل براؤن نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے گہرے تاثرات نمایاں تھا۔ اسے نجانے کیوں یقین ہو گیا تھا کہ اب پاکیشیا سیکرٹ سروس کسی صورت بھی بچ کر نہ جا سکے گی۔

مشین روم قدرے ایک ہال نما کمرے میں بنا ہوا تھا۔ ہر دیوار کے ساتھ دو قد آدم مشینیں موجود تھیں۔ ان مشینوں کے سامنے کرسیاں رکھے دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان مشینوں کے ذریعے زیرو ہاؤس کے داخلے کے تمام راستوں کو ہر لحاظ سے محفوظ کر دیا گیا تھا۔ کسی بھی راستے سے کوئی بھی آدمی بغیر سپیشل چیکنگ کارڈ کے کسی صورت بھی زیرو ہاؤس میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ زیرو ہاؤس میں مستقل طور پر پانچ مرد اور دو عورتیں رہتی تھیں۔ لارڈ مائلو یہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ عورتوں میں سے ایک فون سیکرٹری تھی جبکہ دوسری کی ڈیوٹی کچن میں تھی۔ پانچ مردوں میں سے دو مسلح دربان گیٹ سے باہر ڈیوٹی دیتے رہتے تھے جبکہ دو آدمی مشین روم میں ان مشینوں کو آپریٹ کرتے تھے اور آرتھر اس مشین روم کے ساتھ ساتھ ان سب کا انچارج بھی تھا۔

آرتھر اور فون سیکرٹری میگی دونوں دوست تھے اور اکٹھے رہتے تھے جبکہ باقی افراد کے لئے دوسری منزل پر کمرے بنائے گئے تھے۔ لارڈ مائلو سمیت ان سب کے جسموں میں خودکار چپ لگائی گئی تھی جس کے ذریعے یہ آتے جاتے ہوئے چیک ہو جاتے تھے۔ اس چپ کے حامل افراد ہی زیرو ہاؤس میں داخل ہو سکتے تھے ورنہ کوئی مکھی، مچھر بھی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ پورے زیرو ہاؤس میں راہداریوں اور کمروں کی چھتوں میں بھی ایسے خفیہ آلات نصب تھے کہ اگر بغیر مخصوص چپ کے کوئی آدمی کسی بھی صورت اندر داخل ہو بھی جاتا تو نہ صرف مشین اس کی نشاندہی کر دیتی بلکہ خودکار انداز میں اس پر ایسی ریز فائر ہو جاتی تھی جس سے وہ آدمی بے حس اور بے ہوش ہو جاتا تھا اور پھر اس سے آسانی سے پوچھ گچھ کی جا سکتی تھی۔ آرتھر کا کمرہ اس مشین روم کے ایک کونے میں علیحدہ تھا۔ یہ موٹے شیشے سے بنا ہوا تھا۔ اندر ایک مستطیل شکل کی مشین تھی جس پر ایک بڑی سکرین موجود تھی۔ کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں یہ سکرین روشن ہو جاتی تھی اور ایمرجنسی کا تمام منظر اس پر نظر آنے لگ جاتا تھا۔ جب سے لارڈ مائلو زیرو ہاؤس میں آیا تھا آرتھر سمیت پورا عملہ بے حد چوکنا ہو گیا تھا۔ اس وقت آرتھر شیشے والے کیبن نما کمرے میں کرسی پر بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا کہ ایک جھماکے سے سکرین روشن ہو گئی اور آرتھر بے اختیار چونک پڑا۔ دوسرے لمحے لارڈ مائلو کے آفس کا اندرونی منظر سکرین پر نظر

آنے لگا۔ لارڈ مائلو اندر ایک دیوار میں موجود دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''تو لارڈ مائلو صاحب آرام کرنے جا رہے ہیں'' ...... آرتھر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جیسے ہی لارڈ مائلو کمرے میں داخل ہوا جھماکے کے ساتھ ہی منظر بدلا اور لارڈ مائلو اس بیڈ روم نما کمرے میں گئے۔ انہوں نے کوٹ اتار کر ایک طرف پھینکا۔ گلے سے ٹائی اتاری اور کرسی پر رکھ دی اور پھر گریبان کا بٹن کھول کر وہ ایزی موڈ میں کرسی پر بیٹھ گئے اور پھر ریموٹ کنٹرول کی مدد سے انہوں نے ٹی وی آن کر دیا جبکہ آرتھر نے ہاتھ بڑھا کر مشین کا ایک بٹن دبایا تو مشین کی سکرین آف ہو گئی کیونکہ آرتھر کو معلوم تھا کہ لارڈ مائلو کو جب نیند نہیں آئے گی تو وہ خواب آور گولیاں کھا لیں گے اور پھر اس طرح گھوڑے بیچ کر سوئیں گے کہ تین چار گھنٹوں سے پہلے وہ جاگ ہی نہیں سکتے۔ چونکہ آرتھر طویل عرصے سے یہاں رہتا چلا آ رہا تھا اور لارڈ مائلو بھی اکثر یہاں ایک ایک دو دو ہفتے رہ کر جاتے تھے اس لئے اسے لارڈ مائلو کے تمام معمولات کا بخوبی علم تھا اس لئے اس نے مشین آف کر دی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ اب لارڈ مائلو تین چار گھنٹوں کے بعد ہی بیڈ روم سے واپس آئیں گے۔ اس نے اٹھ کر ایک سائیڈ میں موجود شراب کی بوتل اٹھائی اور اسے کھول کر اس نے سائیڈ پر پڑے ہوئے گلاس میں شراب ڈالی اور آدھے سے زیادہ گلاس بھر کر اس

نے بوتل سائیڈ تپائی پر رکھی اور شراب کی چسکیاں لینا شروع کر دیں۔ اسی لمحے پاس پڑے ہوئے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو ایک لمحے کے لئے تو وہ چونک پڑا لیکن دوسرے لمحے اسے خیال آیا کہ لارڈ مائلو تو بیڈ روم میں پڑا سو رہا تھا اس لئے یہ کال اس کی فرینڈ میگی کی ہی ہو سکتی ہے اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''آرتھر بول رہا ہوں'' ...... آرتھر نے رسیور اٹھا کر کہا۔

''میگی بول رہی ہوں آرتھر۔ آج رات کا کیا پروگرام ہے''۔ میگی نے کہا تو آرتھر بے اختیار چونک پڑا۔

''پروگرام۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں تمہاری بات'' ...... آرتھر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرا خیال ہے کہ آج رات ہوٹل گرانڈ کا فنکشن کیوں نہ اٹنڈ کیا جائے۔ زبردست فنکشن کے اشتہارات آ رہے ہیں ٹی وی پر''۔ میگی نے کہا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ لارڈ صاحب یہاں موجود ہیں اور ان کی موجودگی میں نہ کوئی یہاں سے باہر جا سکتا ہے اور نہ باہر سے اندر آ سکتا ہے۔ پھر بھی تم ایسا سوچ رہی ہو'' ...... آرتھر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہاں لارڈ صاحب کو کیا خطرہ ہے۔ اگر تم کہو تو میں لارڈ صاحب سے خود بات کروں۔ وہ میری بات مان جاتے ہیں''۔ میگی نے کہا۔

”نہیں میگی۔ لارڈ صاحب نے یہاں ریڈ الرٹ کرایا ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں کوئی شدید خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں ان سے ایسی بات کرنا اپنے آپ کو یقینی خطرے میں ڈالنا ہے۔ تمہیں لارڈ صاحب کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ ان کی معمولی سی ناراضگی ہم دونوں کو تحت الثریٰ میں پہنچا سکتی ہے۔ وہ یہاں ایک ہفتے کے لئے آئے ہیں۔ پھر جب وہ یہاں سے چلے جائیں گے تو پھر ہم آزاد ہوں گے“...... آرتھر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے تم کہو“...... دوسری طرف سے میگی نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو آرتھر نے بھی رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر شراب کا گلاس اٹھا کر اس نے چسکیاں لینا شروع کر دیں۔ پھر نجانے کتنا وقت گزرا تھا کہ اچانک مشین کی سکرین جھماکے سے روشن ہوئی تو آرتھر بے اختیار چونک پڑا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں جب اس نے سکرین پر ابھر آنے والے منظر میں ایک آدمی کو کمرے کی کھڑکی میں سے اندر کودتے ہوئے دیکھا۔ یہ مقامی آدمی تھا لیکن اجنبی تھا۔

”یہ۔ یہ کون ہے اور کیسے یہاں داخل ہو گیا“...... آرتھر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اس نے اس آدمی کو کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کے ہونٹ بے اختیار بھینچ گئے۔ اس کے ذہن میں بھونچال سا آ گیا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کرتا اچانک کمرے کی چھت سے چٹک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا آدمی کسی خالی ہوتے ہوئے بورے کی طرح نیچے گرا اور پھر ساکت ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بھی بند ہو گئی تھیں۔

”لیکن یہ کون ہو سکتا ہے اور کیسے اندر داخل ہو گیا۔ اوہ۔ کہیں یہ وہی آدمی نہ ہو جس کے بارے میں لارڈ مائلو خطرہ ظاہر کر رہے تھے“...... آرتھر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ پھر مجھے معلوم کرنا چاہئے۔ لارڈ صاحب جب جائیں گے تو میں اس آدمی کو ان کی خدمت میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں پوری تفصیل بھی بتا دوں گا“...... آرتھر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اٹھ کر عقب میں موجود الماری کھول کر اس میں سے ایک باکس اٹھا کر اسے کھولا اور اس میں موجود ایک چھوٹی سی چپ نکال کر اس نے باکس بند کر کے واپس الماری میں رکھا اور الماری بند کر کے اس نے چپ پر ایک خالی جگہ پر اپنا انگوٹھا رکھ کر اسے اینٹی کلاک گھمایا تو چپ کی ڈل سطح یکلخت چمک اٹھی اور آرتھر نے چپ کو اپنی جیب میں ڈالا اور پھر مشین کو آٹومیٹک پر ایڈجسٹ کر کے وہ کیبن سے باہر آ گیا۔

”باس۔ یہ آدمی روم نمبر آٹھ میں کہاں سے آ گیا“...... ایک مشین کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے آرتھر سے مخاطب ہو کر کہا۔

وہ اس مشین کے سامنے موجود تھا جو ان معاملات کو چیک کرتی تھی اور جہاں سے کنٹرولر مشین کو فیڈ کیا جاتا تھا۔

’’یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے۔ ایسے سخت ترین انتظامات میں بھی کہیں نہ کہیں لیکج موجود ہے۔ بہرحال میں اسے اٹھا کر زیرو روم میں لے جا رہا ہوں اور وہاں اس سے تفصیلی پوچھ گچھ کروں گا۔ لارڈ صاحب بیڈ روم میں ہیں اور وہ دو تین گھنٹوں بعد باہر آئیں گے تو پھر ان کے سامنے سارا معاملہ رکھا جائے گا‘‘...... آرتھر نے رک کر کہا۔

’’یس باس‘‘...... اس آدمی نے کہا۔

’’تم نے اس دوران پوری طرح ہوشیار رہنا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد اس کے اور ساتھی بھی اس کی طرح پراسرار انداز میں اندر آ جائیں‘‘...... آرتھر نے کہا۔

’’یس باس۔ میں ہوشیار رہوں گا‘‘...... اس آدمی نے کہا تو آرتھر نے سر ہلایا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مشین روم سے باہر آ گیا۔

عمران نے کار ہوٹل ہالی ڈے کے کمپاؤنڈ میں موڑی اور پھر اسے ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں لے گیا۔ یہاں رنگ برنگی کاروں کا جیسے میلہ سا لگا ہوا تھا۔ کاروں کی اکثریت جدید ماڈل کی تھی کیونکہ ہوٹل ہالی ڈے امیر طبقے کی پسندیدہ جگہ تھی۔ یہاں کی انتظامیہ بھی اکثر یہاں نت نئے فیشن شو کا انعقاد کراتی رہتی تھی اس لئے بھی یہاں امیر طبقے کی عورتوں اور مردوں کا خاصا رش رہتا تھا۔ عمران چونکہ ان دنوں فارغ تھا اور ٹائیگر کی بھی ابھی تک واپسی نہ ہوئی تھی اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی رپورٹ آئی تھی جبکہ عمران نے خود بھی اسے کال کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا ٹرانسمیٹر آف تھا اس لئے عمران مطمئن تھا کہ وہ یقیناً کسی اہم کام میں مصروف ہو گا۔ اسے عمران نے صرف یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ وہ معلومات حاصل کرے کہ ماریا اور جولین کا تعلق کس تنظیم سے تھا۔

اور سائنسی دھات پلونم اس وقت کس کے قبضے میں ہے۔ اس نے یہ تو بتا دیا تھا کہ ان دونوں کا تعلق لارڈ مائلو گروپ سے تھا اور اس نے بتایا تھا کہ وہ لارڈ مائلو کو ٹریس کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اس سے پلونم دھات کے بارے میں تازہ ترین معلومات حاصل کر سکے۔ اس کے بعد نہ اس کا فون آیا تھا اور نہ ہی کوئی ٹرانسمیٹر کال مگر اس کے باوجود عمران مطمئن تھا اور اسے کوئی فکر نہ تھی کیونکہ وہ ٹائیگر کی صلاحیتوں سے پوری طرح واقف تھا اور چونکہ وہ فارغ تھا اس لئے آج کل اس کا شام کا وقت زیادہ تر ہوٹلنگ میں ہی گزرتا تھا۔

ہوٹل ہالی ڈے میں آج براعظم افریقہ کے قدیم رقص پیش کئے جانے تھے اور اس کے لئے افریقہ سے ایک خاص گروپ جس میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی، آیا ہوا تھا۔ عمران کو ایسے رقصوں سے چونکہ خصوصی دلچسپی تھی اس لئے وہ یہاں آیا تھا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے پارکنگ بوائے سے کارڈ لیا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مین گیٹ میں داخل ہو کر وہ جیسے ہی آگے بڑھا ایک باوردی سپروائزر نے اس کا راستہ روک لیا۔

”کارڈ پلیز“...... اس سپروائزر نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کون سا کارڈ۔ پوسٹ کارڈ یا شادی کارڈ۔ ویسے تو شاید آج کل قل خوانی کے لئے بھی باقاعدہ کارڈ شائع ہونے لگ گئے ہیں“۔

عمران نے کہا تو سپروائزر کا چہرہ حیرت سے بگڑتا چلا گیا۔

”میں بکنگ کارڈ کی بات کر رہا ہوں جناب“...... سپروائزر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”میرج ہال کی بکنگ۔ ابھی منگنی بھی نہیں ہوئی اور تم میرج ہال کی بکنگ کی بات کر رہے ہو“...... عمران کی زباں ظاہر ہے کون رک سکتا تھا۔

”اوہ عمران صاحب آپ“...... اس سے پہلے کہ سپروائزر کوئی جواب دیتا، ایک طرف سے ایک اور سپروائزر نے تیزی سے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ عاصم تم۔ تم آج کل یہاں ہو“...... عمران نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس سر۔ آپ نے خود ہی تو چیئرمین صاحب کو کہہ کر مجھے یہاں تعینات کرایا تھا۔ آپ یہاں کیوں رک گئے ہیں۔ آیئے ادھر سپیشل سیٹیں ہیں۔ آیئے“...... آنے والے سپروائزر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جبکہ یہ سپروائزر صاحب تو مجھ سے میرج ہال کی بکنگ کا کارڈ طلب کر رہے تھے“...... عمران نے اس سپروائزر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو ہونق بنا کھڑا تھا۔ اس نے سن لیا تھا کہ ہوٹل کے چیئرمین تک عمران کی براہ راست پہنچ ہے۔

”رابرٹ۔ تم دوسرا کام کرو۔ یہ علی عمران صاحب ہیں اور یہ

چاہیں تو مجھے ہوٹل کا چیئرمین بنا دیں“...... عاصم نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اتنی اونچی چھلانگ نہ لگاؤ ورنہ منہ کے بل پڑو گے۔ جو ایک ایک زینہ اوپر جاتے ہیں وہ واپس بھی زینہ ز اترتے رہیں اور جو یکلخت اونچی چھلانگ لگاتے ہیں وہ گرتے ہ منہ کے بل ہیں“...... عمران نے کہا تو عاصم بے اختیار ہنس پڑا جبکہ دوسرا سپروائزر دوسری طرف چلا گیا تھا۔ عاصم نے عمران کو سپیشل سیٹوں پر لاکر بٹھا دیا۔ سیٹیں تقریباً فل تھیں۔ ابھی عمران وہاں بیٹھ ہی تھا کہ عقبی سیٹوں میں سے ایک آدمی اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

”عمران صاحب۔ میں انسپکٹر نیازی ہوں“...... اس آدمی نے قریب آ کر کہا تو عمران نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ عمران اسے جانتا تھا۔ وہ سوپر فیاض کے تحت انسپکٹر تھا۔

”کیسے ہو نیازی۔ تمہارے سوپر فیاض صاحب کا کیا حال ہے“۔ عمران نے پوچھا۔

”وہ ٹھیک ہیں لیکن عمران صاحب۔ آپ کا تعاقب کیوں ہو رہا ہے“...... نیازی نے آہستہ سے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”تعاقب اور میرا۔ کیا مطلب۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا“...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”آپ جب پارکنگ میں داخل ہوئے تھے تو میں اس وقت پارکنگ سے باہر آ رہا تھا۔ پھر میں نے آپ کے پیچھے ایک کار پارکنگ میں داخل ہوتے دیکھی۔ اس کار کو جو آدمی چلا رہا تھا اس

آپ کی طرف اس انداز میں دیکھا جیسے اسے آپ میں کوئی ا ہو۔ میں نے یہ دلچسپی مارک کر لی۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہم ا میں ان معاملات کو پرکھنے کی چھٹی حس ہوتی ہے۔ بس یوں یں کہ میری چھٹی حس جاگ اٹھی۔ آپ یہاں داخل ہو کر ائزر سے مذاق کرنے لگے تو آپ کے پیچھے وہ آدمی اندر داخل اور اس نے ایک سپروائزر کے ہاتھ میں ایک بڑا نوٹ رکھ دیا تو ائزر نے اسے آخر میں ایک کرسی پر جا کر بٹھا دیا۔ وہ اب بھی ا موجود ہے“...... نیازی نے آہستہ سے لیکن پوری تفصیل سے ی کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ حیرت ہے۔ مجھے تو ذرا بھی اس تعاقب کا احساس نہیں ۔ کون ہے وہ آدمی اور اس کا حلیہ کیا ہے“...... عمران نے کہا تو زی نے حلیہ اور لباس کی تفصیل بتا دی۔

”عقب میں جو بڑی سی گھڑی دیوار پر لگی ہوئی ہے اس کے ن نیچے کرسی پر بیٹھا ہے وہ آدمی“...... نیازی نے کہا اور واپس مڑ یا۔

”تھینک یو نیازی“...... عمران نے کہا اور واپس اپنی کرسی پر بیٹھ یا لیکن اب اسے فنکشن سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اسے معلوم ا کہ نیازی خاصا ہوشیار اور ذہین آدمی ہے اس لئے اگر اس نے ں تعاقب کو محسوس کیا ہے تو یہ غلط نہ ہو گا۔ اسے چونکہ معمولی سا بہ نہ تھا اس لئے اس نے اس تعاقب کو محسوس نہیں کیا تھا لیکن اب

وہ اس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اس
وہ اٹھا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
دروازے سے باہر نکلتے ہی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پارکنگ کی طر
بڑھتا چلا گیا۔ پارکنگ میں پہنچ کر وہ اس طرح مڑا اور اس
جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں جیسے کوئی چیز بھول گیا ہو لیکن اس
ہوٹل کے مین گیٹ سے اس آدمی کو باہر آتے دیکھ لیا تھا۔ اس جا
کا مالک جو نیازی نے اسے بتایا تھا۔

عمران نے ایک نظر اس کی کار کو دیکھا اور پھر اپنی کار میں بیٹھ
اس نے اپنی طرف بڑھتے ہوئے پارکنگ بوائے کو جیب سے کا
نکال کر دیا اور پھر کار سٹارٹ کر کے اس نے اسے بیک کیا اور
جگہ لا کر وہ مڑا اور کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد ا
کی کار تیزی سے بائیں طرف کو بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس
چیک کر لیا تھا کہ وہ نیلے رنگ کی کار واقعی اس کے تعاقب میں
جس آدمی کے بارے میں نیازی نے اسے بتایا تھا اور عمران
بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ اپنے انداز سے کسی مقامی گروپ کا آ
نظر آتا تھا اس لئے اب عمران سوچ رہا تھا کہ اسے کہاں گھیر کر ا
سے معلومات حاصل کرے۔ پھر عمران نے اپنی کار کا رخ اس طر
کو کر دیا تھا جہاں سے سڑک ایک لمبا چکر کاٹ کر دارالحکومت کے
نواحی علاقے کی طرف جاتی تھی۔ اس سڑک پر ٹریفک کم تھی۔ پھ
ایک موڑ پر عمران نے کار سائیڈ پر رکی اور بجلی کی سی تیزی سے نی

ر وہ ذرا ہٹ کر ایک درخت کے چوڑے تنے کی اوٹ میں ہو
۔ چند لمحوں بعد نیلے رنگ کی کار نے موڑ کاٹا لیکن پھر اسے تیز
ک لگے اور پھر وہ مڑ کر عمران کی کار کی طرف آنے لگی اور پھر
ان کی کار کے قریب آ کر نیلے رنگ کی کار رک گئی۔ اس میں
ے وہی آدمی نکلا اور اس نے آگے بڑھ کر عمران کی کار میں اس
از میں جھانکا جیسے اس کا خیال ہو کہ عمران کار کے اندر چھپ گیا
ہے۔

”کیا دیکھ رہے ہو مسٹر“...... عمران نے درخت کے چوڑے تنے
ں اوٹ سے باہر آتے ہوئے کہا تو وہ آدمی بے اختیار اچھل کر
چھے ہٹا۔

”کچھ نہیں۔ میں نے کار کھڑی دیکھی تو میں نے سوچا کہ شاید
سی مدد کی ضرورت ہو“...... اس آدمی نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ
التے ہوئے کہا اور اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔

”ایک منٹ“...... عمران نے بڑے نرم لہجے میں کہا تو وہ آدمی
مڑ کر رک گیا۔ عمران نے اس کے قریب آ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ
بڑھا دیا۔

”میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے“۔
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام چارلس ہے“...... اس آدمی نے مجبوراً جیب سے ہاتھ
نکال کر عمران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ جیسا نیک اور ہمدرد آدمی میں نے پہلے نہیں دیکھا کار کھڑی دیکھ کر آپ مدد کے لئے آ گئے۔ ویری گڈ۔ ایسا ہی رو ہر شہری کا ہونا چاہئے۔ ویری گڈ''...... عمران نے بڑے تحسین آ لہجے میں کہا۔

''تھینک یو۔ اب اجازت''...... چارلس نے مسکراتے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی کار کی طرف مڑنے ہی لگا تھا کہ عمرا کا دوسرا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور چارلس چیختا ہوا اچھل اپنی کار کی سائیڈ سے ٹکرا کر نیچے گرا ہی تھا کہ عمران کی لات حرکت میں آئی اور اس کے ساتھ ہی چارلس کا جسم ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا۔ عمران نے اسے اٹھا کر اپنی کار کی عقبی سیٹ کے سامنے ڈا اور پھر خود کار میں بیٹھ کر اس نے کار سٹارٹ کی اور اسے لے کر سیدھا رانا ہاؤس پہنچ گیا۔ اس نے جوزف سے اس آدمی کو بلیک روم میں راڈز والی کرسی پر جکڑنے کا کہہ دیا اور خود وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں فون موجود تھا۔ اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''کار رجسٹریشن آفس کا نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

''کار رجسٹریشن آفس''.... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ خاصا سخت تھا۔

''چیف آف ملٹری انٹیلی جنس کرنل شاہ بول رہا ہوں''...... عمران نے مخصوص انداز کا لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ یس سر۔ حکم سر''...... دوسری طرف سے فون کلرک جس کا پہلے لہجہ سرد اور سخت تھا اب اس طرح بولا جیسے وہ دنیا کا مظلوم ترین انسان ہو۔

''کون انچارج ہے یہاں کا۔ اس سے بات کراؤ''...... عمران نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا۔

''رضا پاشا صاحب انچارج ہیں جناب۔ میں بات کراتا ہوں جناب''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

''یس سر۔ میں رضا پاشا انچارج موٹر رجسٹریشن آفس بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک دوسری آواز سنائی دی۔ لہجہ خاصا نرم اور مؤدبانہ تھا۔

''ایک کار کا نمبر نوٹ کریں اور مجھے بتائیں کہ اس نمبر کی کار اس وقت کس کی ملکیت ہے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور ساتھ ہی کار کا رجسٹریشن نمبر بتا دیا جو اس چارلس کی تھی جو اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

''یس سر۔ ہولڈ فرمائیں۔ میں بتا دیتا ہوں''...... دوسری طرف

سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''ہیلو سر''...... چند لمحوں بعد انچارج کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کیا رپورٹ ہے''..... عمران نے پوچھا۔

''سر۔ یہ کار ڈان کلب کے جنرل مینجر سپر ماسٹر کے نام سے رجسٹرڈ ہے''...... دوسری طرف سے انچارج کی آواز سنائی دی۔

''اب بھی اس کی ملکیت ہے یا مزید کسی پارٹی کو فروخت کر دی گئی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''ہمارے ریکارڈ کے مطابق ابھی تک وہی اس نمبر کے مالک ہیں جناب''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ اب ایک بات سن لیں۔ اگر آپ نے ڈان کلب فون کر کے اس بارے میں کوئی خبر دی تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ملک سے غداری کے الزام میں آپ کی باقی زندگی جیل میں ہی گزر جائے گی''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں سمجھتا ہوں سر۔ آپ بے فکر رہیں سر''...... انچارج نے جواب دیا تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ڈان کلب کا نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ڈان کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سپر ماسٹر سے بات کرائیں۔ میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سے انسپکٹر فرقان بول رہا ہوں''...... عمران نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا۔

''جناب وہ تو بزنس کے سلسلے میں کافرستان گئے ہوئے ہیں۔ ان کی واپسی دو روز بعد ہو گی۔ ان کے نائب رابرٹ میتھاؤ ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو میں رابطہ کرا دیتی ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ٹھیک ہے دو تین روز بعد بات ہو جائے گی''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر جوزف حسب عادت موجود تھا۔

''جوانا کہاں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''بلیک روم میں باس''...... جوزف نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلیک روم میں داخل ہوا تو وہاں چارلس راڈز میں جکڑا ہوا کرسی پر موجود تھا اور جوانا دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے عمران کو سلام کیا تو عمران سلام کا جواب دے کر اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

''اس کا ناک اور منہ بند کر کے اسے ہوش میں لے آؤ''۔ عمران نے کہا تو جوانا آگے بڑھا اور اس نے ایک ہی ہاتھ سے

چارلس کا ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو اس نے ہاتھ ہٹایا اور پیچھے ہٹ کر وہ عمران کی کرسی کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ بائیں ہاتھ پر جوزف کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چارلس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے جسم نے اس انداز میں جھٹکا کھایا جیسے وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''یہ۔ یہ۔ یہ کیا ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ اوہ تم۔ مگر یہ۔ یہ کیا ہے''۔ چارلس نے سامنے بیٹھے ہوئے عمران اور اس کے دائیں بائیں کھڑے جوزف اور جوانا کے ساتھ ساتھ اپنی پوزیشن کو دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم نے اپنا نام چارلس بتایا تھا اور تم بے حد ہمدرد اور نیک آدمی ہو کہ میری کار ایک طرف کھڑی دیکھ کر تم میری مدد کے لئے آ گئے۔ میں تمہیں اسی ہمدردی کے نتیجے میں یہاں لایا ہوں کہ اس خود غرضانہ دور میں تم جیسے نیک آدمی کو ضائع نہیں ہونا چاہئے''۔ عمران نے بڑے دھیمے لہجے میں کہا۔

''مجھ سے غلطی ہو گئی۔ واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی تھی کہ میں تمہاری مدد کے لئے تمہارے پاس آ گیا تھا''...... چارلس نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ڈان کلب سے تمہارا کیا تعلق ہے''...... عمران نے کہا تو چارلس نے بے اختیار اچھلنے کی کوشش کی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''ڈان کلب۔ وہ کہاں ہے''...... چارلس نے کہا۔

''تمہارے پاس جو کار ہے وہ ڈان کلب کے مالک اور جنرل منیجر سپر ماسٹر کے نام رجسٹرڈ ہے اور تم پوچھ رہے ہو کہ ڈان کلب کہاں ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں کسی ڈان کلب کو نہیں جانتا۔ میں نے تو یہ کار ایک ڈیلر سے خریدی تھی لیکن ابھی تک میں نے اسے اپنے نام ٹرانسفر نہیں کرایا''...... چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم صبح سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔ کب سے یہ کام کر رہے ہو''...... عمران نے کہا۔

''مجھے کیا فائدہ تمہارے تعاقب سے۔ تم خواہ مخواہ مجھ پر الزام لگا رہے ہو''...... چارلس نے کہا۔

''اوکے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ تم جیسے نیک آدمی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے لیکن اب کیا کیا جائے۔ تم مسلسل جھوٹ بول رہے ہو اور اپنی نیکیاں ضائع کرتے چلے جا رہے ہو''...... عمران نے کہا اور پھر وہ سائیڈ پر کھڑے ہوئے جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''اس کی ایک آنکھ نکال دو جوزف''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے بھی انتہائی سرد لہجے میں کہا اور جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال کر وہ چارلس کی طرف بڑے

جارحانہ انداز میں بڑھنے لگا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ سب کچھ بتاتا ہوں۔ ایسا مت کرو۔ رک جاؤ“...... چارلس نے یکلخت انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”یہیں رک جاؤ جوزف اور اب اگر یہ رکے یا جھوٹ بولے تو دونوں آنکھیں نکال دینا“...... عمران نے پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا۔

”یس باس“...... جوزف نے کہا اور خنجر ہاتھ میں لئے چارلس کی سائیڈ پر کھڑا ہوگیا۔

”آخری موقع ہے تمہارے پاس ورنہ ہمیشہ کے لئے اندھے ہو جاؤ گے اور تمہیں معلوم ہے کہ اندھوں کی زندگی کیسے گزرتی ہے“...... عمران نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ میں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ میرا نام واقعی چارلس ہے۔ میرا دارالحکومت کے گروپ سپر ماسٹر سے تعلق ہے۔ سپر ماسٹر ڈان کلب کا جنرل مینجر اور مالک ہے۔ اس کا گروپ یہاں ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا ہے۔ اس کے تعلقات ایکریمیا اور یورپی ممالک سے بے حد گہرے ہیں۔ سپر ماسٹر نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہاری نگرانی کروں اور اگر تم ملک سے باہر جانے لگو تو فوراً اسے رپورٹ دوں۔ میں گزشتہ دو روز سے تمہارا تعاقب کر رہا ہوں اور میں اس کام میں خصوصی مہارت رکھتا ہوں۔ نجانے آج تم نے مجھے کیسے چیک کر لیا۔ بس یہی ساری بات ہے“...... چارلس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

”کیا نمبر ہے سپر ماسٹر کا“...... عمران نے سائیڈ تپائی پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھاتے ہوئے کہا تو چارلس نے نمبر بتا دیا۔

”جوزف۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دو“...... عمران نے کہا تو چارلس کی سائیڈ میں کھڑے ہوئے جوزف نے چارلس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ عمران نے نمبر پریس کر دیئے۔

”یس“...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”چارلس بول رہا ہوں سپر ماسٹر“...... عمران نے چارلس کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”یس۔ کوئی خاص بات“...... دوسری طرف سے اسی طرح سخت انداز میں پوچھا گیا۔

”ایک اہم بات سامنے آئی ہے باس اور وہ فون پر نہیں کی جا سکتی۔ اگر آپ اجازت دیں تو بالمشافہ بات کروں“...... عمران نے چارلس کے لہجے میں کہا۔

”لیکن پھر عمران کی نگرانی کون کرے گا“...... سپر ماسٹر نے تیز لہجے میں کہا۔

”وہ ہوٹل ہالی ڈے کے فنکشن میں موجود ہے سپر ماسٹر اور یہ فنکشن رات گئے تک جاری رہے گا“...... عمران نے جواب دیا۔

"اوکے۔ آ جاؤ۔ میں کاؤنٹر پر کہہ دیتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی جوزف نے چارلس کے منہ پر رکھا ہاتھ بھی ہٹا لیا۔

"تم۔ تم کوئی جادوگر ہو۔ تم نے ہو بہو میری آواز اور لہجہ کیسے بنا یا"...... چارلس نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے چھوڑو۔ یہ معمولی باتیں ہیں۔ تمہاری زندگی البتہ تمہارے لئے اہم ہے اس لئے اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو بتاؤ کہ سپر ماسٹر کہاں بیٹھتا ہے اور وہاں تک پہنچنے میں کیسی رکاوٹیں ہیں"...... عمران نے کہا تو چارلس نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

"تمہیں وہاں کون کون پہچانتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"سب پہچانتے ہیں۔ میں وہیں رہتا ہوں"...... چارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سپر ماسٹر تک پہنچنے کا کوئی خفیہ راستہ بھی ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مم۔ مم۔ مگر"...... چارلس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اس کی ایک آنکھ نکال دو جوزف"...... عمران کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا اور دوسرے لمحے کمرہ چارلس کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔

"اب اگر ہچکچائے تو دوسری آنکھ بھی نکلوا دوں گا۔ بولو"۔ عمران

نے سرد لہجے میں کہا تو چارلس نے کراہتے ہوئے لہجے میں تفصیل بتا دی۔

"اسے آف کر دو جوزف"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو جوزف نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر چارلس کی شہ رگ میں اتار دیا۔ چند لمحے راڈز کے اندر پھڑکنے کے بعد چارلس ساکت ہو گیا۔

"تم نے خفیہ راستہ معلوم کر لیا ہے۔ جا کر اس سپر ماسٹر کو یہاں اٹھا لاؤ"...... عمران نے مڑ کر جوزف اور جوانا سے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ جب دوبارہ بلیک روم میں داخل ہوا تو وہاں ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا ادھیڑ عمر آدمی بے ہوشی کے عالم میں راڈز میں جکڑا ہوا موجود تھا جبکہ چارلس کی لاش ویسے ہی ساتھ والی کرسی پر موجود تھی۔

"کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی"...... عمران نے کمرے میں موجود جوزف اور جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نو ماسٹر۔ صرف چھ آدمیوں کو ہلاک کرنا پڑا تھا۔ پھر ہم خفیہ راستے سے اس کے آفس میں داخل ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ یہ سنبھلتا میں نے اسے ضرب لگا کر بے ہوش کیا اور اٹھا کر یہاں لے آئے"...... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اسے ہوش دلاؤ"...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور جوانا نے آگے بڑھ کر اس آدمی کی ناک اور منہ پر

ہاتھ رکھ کر اسے دبا دیا۔ چند لمحوں بعد ہی اس آدمی کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو جوانا نے ہاتھ ہٹایا اور واپس مڑ کر وہ عمران کی کرسی کی سائیڈ میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ جوزف پہلے ہی دوسری سائیڈ پر موجود تھا۔ چند لمحوں بعد سپر ماسٹر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی۔

”یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ میں کہاں ہوں۔ اوہ۔ تم علی عمران۔ تم۔ یہ کیا مطلب ہوا“...... سپر ماسٹر نے سامنے بیٹھے عمران کو دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم مجھے پہچانتے ہو تو پھر اپنے ساتھ والی کرسی پر لاش کی صورت میں موجود چارلس کو بھی پہچانتے ہو گے جسے تم نے میری نگرانی پر مامور کیا تھا“...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ مگر تھوڑی دیر پہلے تو چارلس نے فون کیا تھا۔ پھر یہ دیو اچانک میرے آفس میں گھس آئے۔ یہ سب کیا ہے“...... سپر ماسٹر نے کہا۔

”سنو۔ مجھے تمہارے جرائم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ کام پولیس اور انٹیلی جنس کا ہے۔ میرا نہیں۔ لیکن تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ تم نے کس کے کہنے پر میری نگرانی شروع کرائی ہے اور سنو۔ اگر تم مجھے جانتے ہو تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ مجھے جھوٹ سچ کا فوری علم ہو جاتا ہے اور جھوٹ بولنے والے کا وہی حشر ہوتا ہے جو

چارلس کا ہوا ہے“...... عمران نے کہا۔

”مم۔ مم۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے تمہارے کسی کام میں مداخلت نہیں کی۔ صرف نگرانی کی ہے۔ چارلس اس کام میں بے حد ماہر تھا۔ نجانے وہ کس طرح مارک ہو گیا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے“...... سپر ماسٹر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ وعدہ کہ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا“...... عمران نے کہا۔

”تو سنو۔ یورپی ملک کیرون میں ایک پرائیویٹ ایجنسی ہے ریڈ روز۔ اس کا انچارج ڈیمرل ہے جو میرا دوست بھی رہا ہے۔ وہ یورپی اور ایکریمین ایجنسیوں میں طویل عرصے تک کام کرتا رہا ہے۔ اب اس نے اپنی ذاتی ایجنسی بنائی ہوئی ہے اور یہ ایجنسی پورے یورپ اور ایکریمیا میں اپنی کارکردگی کی وجہ سے مشہور ہے بلکہ میں نے تو سنا ہے کہ اسرائیل بھی اہم معاملات میں اس کی خدمات ہائر کرتا ہے۔ ڈیمرل نے مجھے فون کر کے کہا کہ میں صرف اتنا کروں کہ عمران کی نگرانی کراؤں اور جب وہ پاکیشیا سے باہر جائے تو اسے اطلاع دوں کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور کتنے آدمیوں کے ساتھ۔ پوری تفصیل اسے بتاؤں۔ اس نے مجھے بہت بڑی رقم کی آفر کر دی تو میں نے حامی بھر لی کیونکہ میرے خیال میں صرف نگرانی کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہو سکتی“...... سپر ماسٹر نے تیز تیز لہجے میں بات

کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارا اصل نام کیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''میرا نام ڈیوڈ ہے''...... سپر ماسٹر نے جواب دیا۔

''ڈیمرل کہاں رہتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''میری اس سے ملاقات کیرون دارالحکومت کے ڈان کلب ہوئی تھی۔ یہ کلب اس کی ملکیت ہے۔ وہ وہیں بیٹھتا ہے اور کے نیچے تہہ خانوں میں اس کا آفس ہے اور اس کی پوری ٹی وہیں آتی جاتی رہتی ہے''...... سپر ماسٹر نے جواب دیتے ہوئے

''تم نے اس سے پوچھا کہ وہ میری نگرانی کیوں کراتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ میں نے پوچھا تھا تو اس نے بتایا تھا کہ کیروا سرکاری ایجنسی نے اس کی خدمات ہائر کی ہیں کہ اگر عمران ساتھیوں کے ساتھ کیرون آئے تو یہاں اس کا مقابلہ کیا جائے لئے وہ چاہتا تھا کہ جب بھی عمران اپنے ساتھیوں سمیت آئے تو اسے پیشگی اس بارے میں معلوم ہو''...... سپر ماسٹر تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن میں کیرون کیوں جاؤں گا۔ میرا اس سے کیا تعل عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔ وہ واقعی یہ بات نہ سمجھ سکا تھا۔

''یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے۔ جو میں جانتا تھا وہ میں نے ہے''...... سپر ماسٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈیمرل کا فون نمبر کیا ہے''...... عمران نے پوچھا تو سپر ماسٹر نبر بتا دیا اور ساتھ ہی رابطہ نمبر بھی بتا دیا کیونکہ وہ ڈیمرل سے بات کرتا رہتا تھا۔

''میں نمبر ملاتا ہوں۔ تم اس سے بات کرو اور اپنی بات کنفرم ؤ''...... عمران نے کہا۔

''میں اس سے کیا کہوں''...... سپر ماسٹر نے پریشان لہجے میں

''جو مرضی آئے بات کرو لیکن اپنی بات کنفرم کراؤ کہ تم ڈیمرل کہنے پر نگرانی کرا رہے تھے''...... عمران نے کہا تو سپر ماسٹر نے ت میں سر ہلا دیا تو عمران نے رسیور اٹھایا اور سپر ماسٹر کے ے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے ڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا اور فون اور رسیور جوزف کی طرف ھا دیا جس نے آگے بڑھ کر رسیور سپر ماسٹر کے کان سے لگا دیا۔ ری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور پھر رسیور اٹھا اگیا۔

''یس۔ ڈیمرل بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک ردانہ آواز سنائی دی۔

''سپر ماسٹر ڈیوڈ بول رہا ہوں پاکیشیا سے''...... سپر ماسٹر نے کہا۔

''اوہ تم۔ کیسے فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات ہوگئی ہے''۔ دوسری

طرف سے کہا گیا۔

''عمران اپنے دوستوں کے ساتھ شمالی پہاڑی علاقوں کی کرنے چلا گیا ہے اور شاید اس کی واپسی ایک ہفتے بعد ہوگی۔ بتاؤ میں کیا کروں۔ وہاں تو میرا کوئی آدمی نہیں ہے''...... سپر نے کہا۔

''وہاں سے ملک سے باہر تو نہیں جا سکتا''...... ڈیمرل پوچھا۔

''اوہ نہیں۔ وہ تو صحت افزا مقامات ہیں۔ لوگ وہاں سیر کے لئے جاتے رہتے ہیں''...... سپر ماسٹر نے کہا۔

''اوکے۔ پھر جب وہ واپس آئے تو دوبارہ نگرانی شروع دینا''...... ڈیمرل نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم تو جوزف نے رسیور سپر ماسٹر کے کان سے ہٹا کر کریڈل پر رکھا پھر فون سیٹ کو واپس تپائی پر رکھ دیا۔ عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''اسے آف کر دو اور ان دونوں کی لاشیں برقی بھٹی میں دو''...... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

''تم نے وعدہ کیا تھا۔ وعدہ کیا تھا تم نے''...... سپر ماسٹر چیختے ہوئے کہا۔

''میں نے یہی وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا میں واقعی تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔ تم نے پاکیشیا کے دشمنوں لئے کام کیا ہے اس لئے تمہیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا''...... عمر

رد لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ اسی لمحے تڑتڑاہٹ کی وں کے ساتھ ہی کمرہ سپر ماسٹر کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے اٹھا جبکہ عمران مڑے بغیر بلیک روم سے باہر آ گیا۔ تھوڑی ند اس کی کار تیزی سے دانش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی ۔ اس کے ذہن میں یہ بات بار بار گھوم رہی تھی کہ ڈیمرل اس رانی کیوں کرا رہا ہے جبکہ عمران کے پاس یورپی ملک کیرون خلاف کوئی کیس نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دانش منزل کے شن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔ کوئی خاص بات''...... رسمی سلام کے بعد بلیک زیرو نے کہا۔

''اب یہ نوبت آ گئی ہے کہ لوگ پیشگی ہمارے خلاف حفاظتی امات کرنے لگ گئے ہیں''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے یار چونک پڑا۔

''کیا مطلب۔ پیشگی حفاظتی انتظامات''...... بلیک زیرو نے ت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے ہوٹل ہالی ڈے میں انسپکٹر زی کی طرف سے دی جانے والی معلومات اور رانا ہاؤس میں نے والے تمام واقعات اور گفتگو دوہرا دی۔

''لیکن ہمارے پاس تو کیرون کے خلاف کوئی کیس نہیں ہے''۔ بلیک زیرو نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ حفاظتی انتظامات پیشگی کئے جا رہے

ہیں کہ اگر کبھی کوئی کیس ہو اور پاکیشیا سیکرٹ سروس آئندہ میں کیرون آئے تو انہیں پیشگی معلوم ہو“...... عمران نے جواب د ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

”وہ سرخ جلد والی ڈائری دینا۔ شاید کوئی کھل جا سم سم صورت سامنے آ جائے“...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے دراز سے سرخ جلد والی ضخیم ڈائری نکال کر عمران کی طرف دی۔ عمران نے ڈائری کھولی اور صفحات پلٹنے شروع کر دیئے۔ دیر تک وہ صفحے الٹتا پلٹتا رہا اور پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں گئیں۔ وہ چند لمحوں تک غور سے صفحے کو دیکھتا رہا اور پھر اس ڈائری بند کر کے واپس میز پر رکھی اور رسیور اٹھا کر تیزی سے پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”انکوائری پلیز“...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز دی۔

”پاکیشیا سے یورپی ملک کیرون اور اس کے دارالحکومت کا نمبر دیں“...... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران سمجھ گیا وہ اب کمپیوٹر سے رابطہ نمبر چیک کر کے بتائے گی۔

”ہیلو سر“...... چند لمحوں بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

”یس“...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیئے گئے۔ ملک کیرون کے دارالحکومت کا نام بھی کیرون ہی تھا اس

ائری آپریٹر نے ملک کے رابطہ نمبر کے ساتھ ساتھ دارالحکومت کا نمبر بھی بتا دیا تھا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”مارک بول رہا ہوں“...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز ی دی۔

”پاکیشیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں مارک“...... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ پرنس آپ۔ بڑے طویل عرصے بعد آپ نے یاد یا ہے“...... دوسری طرف سے مسرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”تمہاری فیس ہی اتنی ہوتی ہے کہ مجھے طویل عرصہ رقم اکٹھی رنے میں لگ جاتا ہے“...... عمران نے جواب دیا تو مارک بے ختیار ہنس پڑا۔

”آپ تو پرنس ہیں۔ آپ کو رقم کی کیا کمی ہو سکتی ہے“۔ مارک نے ہنستے ہوئے کہا۔

”جب کنگ خزانے پر قابض ہو تو بے چارہ پرنس بس نام کا ہی پرن ہوتا ہے“...... عمران نے جواب دیا تو مارک ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”حکم کریں پرنس۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں“...... مارک نے کہا۔

”کیرون میں ایک پرائیویٹ ایجنسی ہے ریڈ روز۔ جس کا چیف

ڈیمرل ہے۔ کیا تم جانتے ہو اسے''...... عمران نے کہا۔

''یس پرنس۔ وہ طویل عرصے تک ایکریمیا اور یورپ کی سرکاری ایجنسیوں میں کام کرتا رہا ہے۔ اب پرائیویٹ طور پر ایجنسی بنا کر کام کرتا ہے لیکن اب بھی اس کی کارکردگی کی شہرت دور دور تک ہے مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں''...... مارک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈیمرل نے پاکیشیا میں ایک گروپ کو میری نگرانی پر مامور کر رکھا ہے جبکہ میرے پاس کیرون کے لئے کوئی مشن یا کام نہیں ہے۔ تم معلوم کر کے بتا سکتے ہو کہ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے اور اصل بات کیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس پرنس۔ میں معلوم کر سکتا ہوں''...... مارک نے جواب دیا۔

''اپنا اکاؤنٹ نمبر، بینک کے بارے میں تفصیل اور معاوضہ بتا دو''...... عمران نے کہا۔

''معاوضہ صرف پچاس ہزار ڈالر''...... مارک نے کہا اور ساتھ ہی بینک کا نام اور اکاؤنٹ کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

''کتنی دیر لگے گی''...... عمران نے پوچھا۔

''صرف دو گھنٹے کیونکہ ڈیمرل کی سیکرٹری سے بات کرنی ہے''۔ مارک نے کہا۔

''اوکے۔ میں تین گھنٹے بعد دوبارہ تم سے بات کروں گا''۔

عمران کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''مطلوبہ رقم مارک کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دو کیونکہ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ معاملہ گھمبیر ہے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر رسیور اٹھا کر کیرون میں اپنے فارن ایجنٹ سے رابطہ کرنے میں مصروف ہو گیا تاکہ اسے رقم ٹرانسفر کرانے کی ہدایت دے سکے۔ پھر تین گھنٹے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد عمران نے ایک بار پھر مارک سے رابطہ کیا۔

''مارک بول رہا ہوں''...... مارک کی آواز سنائی دی۔

''کیا رپورٹ ہے مارک۔ پرنس بول رہا ہوں پاکیشیا سے''۔ عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ کیرون کی حکومت نے ایک بین الاقوامی گروپ جسے مائلو گروپ کہا جاتا ہے، سے کوئی سائنسی دھات خریدی ہے اور یہ دھات پاکیشیا اور بہادرستان کے سرحدی علاقے سے ملی ہے اس لئے کیرون حکومت کو خدشہ ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات کو واپس حاصل کرنے کے لئے کیرون آ سکتی ہے اس لئے حکومت کی سرکاری ایجنسی ہاک آئی کے ساتھ ساتھ ریڈ روز ایجنسی کو بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف ہائر کیا گیا ہے اور ڈیمرل اسی لئے آپ کی وہاں نگرانی کرا رہا ہے تاکہ اگر آپ کیرون آئیں تو اسے پیشگی اطلاع ہو سکے''...... مارک نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تو یہ مسئلہ ہے۔ لیکن میرا تو ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے"۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"پرنس۔ مزید میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں"...... مارک نے کہا۔

"تمہیں معاوضہ مل گیا ہے یا نہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"مل گیا ہے پرنس۔ بے حد شکریہ"...... مارک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ اگر مجھے کیرون آنا ہوا تو پھر رابطہ ہو گا۔ گڈ بائی"۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ٹائیگر کے تاریک ذہن میں روشنی کا جھماکہ ہوا اور پھر یہ روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں کھلیں تو اس کے ذہن میں بے ہوش ہونے سے پہلے کا منظر گھوم گیا۔ وہ گٹر لائن سے زیرو ہاؤس میں داخل ہوا تھا اور پھر ایک کھلی کھڑکی سے کمرے میں داخل ہو گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ بیرونی دروازے تک پہنچتا اسے چھت کی طرف سے چٹک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم یکلخت بے حس ہو گیا اور ساتھ ہی اس کا ذہن بھی تاریک پڑ گیا تھا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک دوسرے بڑے کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا لیکن اس کے جسم کو رسی سے باندھ دیا گیا تھا اور سامنے کرسی پر ایک آدمی بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا اور تم کس طرح اندر کمرے میں داخل ہ

گئے"...... اس آدمی نے ٹائیگر کو ہوش میں دیکھ کر کہا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو اور میں کہاں ہوں۔ میرے ساتھ کیا ہوا تھا"...... ٹائیگر نے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا آدمی بے اختیار ہنس پڑا۔

"یہ زیرو ہاؤس ہے۔ یہاں ایسے حفاظتی انتظامات ہیں کہ کوئی بھی اندر داخل نہیں ہو سکتا اور تم یہاں اس لئے ہوش میں بیٹھے ہوئے ہو کہ میں نے خصوصی کمپیوٹر چپ تمہارے جسم سے چپکا دی ہے ورنہ جیسے ہی تم ہوش میں آتے چھت سے ریز تم پر آٹومیٹک فائر ہوتیں اور تم دوبارہ بے ہوش ہو جاتے لیکن میں تم سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم یہاں داخل کیسے ہو گئے اور اسی لئے میں نے تمہارے جسم کے ساتھ چپ لگائی ہے"...... اس آدمی نے کہا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا اور نہ ہی عہدہ بتایا ہے"...... ٹائیگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرا نام آرتھر ہے اور میں یہاں مشین روم کا انچارج ہوں"۔ سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔

"لیکن مجھے تو بتایا گیا تھا کہ یہاں لارڈ مائلو رہتے ہیں اور میں تو ان سے ملاقات کرنے آیا ہوں"...... ٹائیگر نے کہا جبکہ اس دوران اس نے اپنے عقب میں باندھی گئی گانٹھ کا جائزہ لے لیا تھا۔ گانٹھ عام سے انداز میں باندھی گئی تھی جسے آسانی سے کھولا جا سکتا تھا اور ٹائیگر کو اب معلوم ہوا تھا کہ اس قدر سادہ اور عام سی گانٹھ

کیوں باندھی گئی تھی کہ اس کے سامنے بیٹھا ہوا آدمی فیلڈ میں کام کرنے والا نہیں تھا بلکہ مشین روم کا انچارج تھا۔

"وہ بھی یہیں موجود ہیں لیکن تم کمرے میں پہنچے کیسے"۔ آرتھر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"گٹر لائن سے میں اندر داخل ہوا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں کمرے میں آ گیا اور پھر چھت سے چٹک کی آواز آئی اور میں بے ہوش ہو گیا"...... ٹائیگر نے گانٹھ کھول کر رسی ڈھیلی کرتے ہوئے کہا۔ وہ اس انداز میں کسمسا رہا تھا جیسے بندھے ہونے کی وجہ سے تنگ ہو رہا ہو اور اب کسمسا کر اپنے آپ کو ایڈجسٹ کر رہا ہو۔

"ویری بیڈ۔ گٹر لائن کا تو ہمیں کبھی خیال تک نہیں آیا۔ ویری بیڈ۔ اب ہم اسے بھی کور کریں گے"...... آرتھر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ لارڈ صاحب کہاں ہیں۔ کیا ان سے ملاقات ہو سکتی ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"وہ اس وقت گہری نیند سو رہے ہیں اور جب تک وہ سوتے رہیں گے تم بھی زندہ رہو گے ورنہ وہ تمہیں ایک لمحہ زندہ رکھنے کے لئے تیار نہ ہوتے"...... آرتھر نے کہا۔

"اب تو میرے جسم پر چپ موجود ہے۔ اب تو میں بے ہوش نہیں ہو سکتا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تم اسی طرح بندھے رہو گے۔ کیا نام ہے تمہارا"۔

آرتھر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''میرا نام رچرڈ ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''جو دعائیں مانگ سکتے ہو مانگ لو۔ جیسے ہی لارڈ مائلو یہاں آئیں گے تمہیں فوری ہلاک کر دیا جائے گا''...... آرتھر نے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹائیگر حیران ہو رہا تھا کہ اس آدمی کے ذہن میں یہ تصور ہی نہیں کہ میں رسیاں کھول بھی سکتا ہوں۔ وہ اس طرح اطمینان بھرے انداز میں واپس چلا گیا جیسے ٹائیگر کی ازخود رہائی ناممکن ہو۔ پھر جیسے ہی آرتھر دروازہ کھول کر باہر گیا اور دروازہ اس کے عقب میں بند ہوا ٹائیگر نے بجلی کی سی تیزی سے کھلی ہوئی رسیوں کو ڈھیلا کر کے اپنے آپ کو ان سے آزاد کیا اور اٹھ کر اس نے سب سے پہلے اپنی جیبوں کی تلاشی لی لیکن اس کی جیبیں خالی تھیں۔ البتہ ایک خفیہ چھوٹی جیب میں سٹار پسٹل موجود تھا۔ ٹائیگر نے سٹار پسٹل نکالا اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مشین روم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں دو آدمی موجود تھے جبکہ ایک شیشے کا کیبن نظر آ رہا تھا جس میں سے اسے آرتھر کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ آرتھر اسے رسی سے باندھ کر مطمئن ہو کر یہاں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ گیٹ کے باہر دو مسلح افراد موجود ہیں اس لئے یقیناً اندر بھی موجود ہوں گے لیکن ابھی تک اس کا ٹکراؤ کسی آدمی سے نہیں ہوا تھا۔ مشین روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر دو قد آدم مشینوں کے

سامنے کرسیوں پر دو افراد بیٹھے ہوئے تھے جن کی تمام تر توجہ مشینری کی طرف تھی۔ ٹائیگر نے سائیڈ سے جب پورا جائزہ لے لیا تو اس نے سٹار پسٹل کو سیدھا کیا اور دوسرے لمحے سٹک سٹک کی مخصوص آوازوں کے ساتھ ہی سرخ رنگ کی لہریں سٹار پسٹل سے نکل کر یکے بعد دیگرے دونوں افراد سے ٹکرائیں تو وہ دونوں چیختے ہوئے کرسیوں سمیت نیچے جا گرے اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے۔

''کیا ہوا''...... اچانک شیشے کا دروازہ کھول کر چیختا ہوا آرتھر باہر آیا ہی تھا کہ ٹائیگر نے سٹار پسٹل کا فائر کر دیا اور سرخ رنگ کی لہر سیدھی آرتھر سے جا ٹکرائی اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی چیختا ہوا نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ سٹار پسٹل کی سٹار ریز نے ان تینوں کے اندرونی جسمانی نظام کو ایک لمحے میں جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ زیادہ دیر تک تڑپ بھی نہ سکے تھے۔ ٹائیگر اندر گھس گیا اور اس نے چیک کر لیا کہ اندر مزید کوئی آدمی نہیں ہے تو وہ باہر آیا اور محتاط انداز میں آگے بڑھ گیا اور پھر جلد ہی اس نے ایک کمرے میں ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی کو سامنے فون رکھے بیٹھے دیکھ لیا۔ وہ کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھی۔ ٹائیگر اچانک اندر داخل ہوا تو لڑکی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے کتاب اس کے ہاتھوں سے نیچے جا گری۔

‘‘تم۔ تم کون ہو۔ کون ہو تم’’...... اس لڑکی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا لیکن دوسرے لمحے ٹائیگر نے سٹار پسٹل کا فائر کر دیا اور وہ لڑکی چیختی ہوئی نیچے گری اور پھر ساکت ہو گئی۔ ٹائیگر کمرے سے باہر آیا اور پھر اس نے کوٹھی کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور پھر ایک ادھیڑ عمر عورت اسے کچن کے اندر کھڑی دکھائی دی۔ ٹائیگر نے سٹار پسٹل سیدھا کیا اور دوسرے لمحے ریز اٹیک ہوا اور اس کے ساتھ ہی وہ عورت بھی چیختی ہوئی نیچے گری اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئی تو ٹائیگر آگے بڑھ گیا اور پھر اس نے بیرونی برآمدے میں موجود دو مسلح افراد کو چیک کر لیا۔ وہ بالکل بیرونی برآمدے میں موجود تھے اس لئے ان تک کوٹھی کے اندرونی حصوں میں ہونے والی کارروائی کی بھنک تک نہ پہنچی تھی۔ سٹار پسٹل سے فائرنگ کی آوازیں نہیں نکلتی تھیں صرف سٹک کی ہلکی سی آواز نکلتی تھی اس لئے اندر ہونے والی کارروائی سے وہ بے خبر رہے تھے۔ ٹائیگر چونکہ جلد از جلد سب کا خاتمہ کر کے لارڈ مائلو تک پہنچنا چاہتا تھا اس لئے اس نے ان دونوں پر بھی سٹار پسٹل کا فائر کھول دیا اور وہ دونوں بھی وہیں برآمدے میں ہی گرے اور ساکت ہو گئے۔ باہر صحن اور اس کے بعد پھاٹک کے باہر بھی دو مسلح انراد موجود تھے۔ ٹائیگر تیزی سے برآمدے سے اتر کر صحن کو کراس کرتا ہوا پھاٹک کے قریب آیا تو چھوٹا پھاٹک اندر سے کھلا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے پھاٹک پر سٹار پسٹل کا دستہ آہستہ سے مارا۔

‘‘ارے۔ یہ کھٹکا کیسا ہے’’...... باہر سے ایک آواز سنائی دی اور پھر چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک مسلح آدمی تیزی سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ ٹائیگر نے ٹریگر دبا دیا اور وہ آدمی چیختا ہوا نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

‘‘کیا ہوا۔ کیا ہوا الفرڈ’’...... باہر سے ایک اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور پھر ایک آدمی تیزی سے اور بوکھلائے ہوئے انداز میں ندر داخل ہوا ہی تھا کہ ٹائیگر نے اس پر بھی ریز فائر کر دیا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے اندر آنے والے کا ہوا تھا۔ ائیگر نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس نے پھاٹک کو اندر سے بند کر دیا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جسے اس نے آفس کے انداز میں سجا ہوا دیکھا تھا لیکن یہ کمرہ خالی تھا لیکن اس نے اندر ایک دیوار میں ایک اور دروازہ دیکھ لیا تھا جو بند تھا لیکن دروازے کی ساخت بتا رہی تھی کہ یہ واش روم کا نہیں بلکہ کسی تیسرے کمرے کا دروازہ ہے۔ اس کے ذہن میں آرتھر کی یہ بات موجود تھی کہ لارڈ مائلو گہری نیند سویا ہوا ہے۔ ٹائیگر اب اس کمرے کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں داخل ہو کر ٹائیگر اس دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ دروازے کی دوسری طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ٹائیگر نے آہستہ ے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ بے آواز طور پر کھلتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا کیونکہ

سامنے ایک بیڈ پر چوڑے سے چہرے اور ورزشی جسم کا مالک آدمی گہری نیند سویا ہوا تھا۔

''تو یہ ہے وہ لارڈ مائلو'' ...... ٹائیگر نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر آگے بڑھا اور اس نے آہستہ سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ اس نے چیک کر لیا تھا کہ لارڈ مائلو قدرتی نیند نہیں سویا بلکہ اس نے کوئی دوا کھائی ہے اور پھر دوا کی شیشی اسے سائیڈ تپائی پر پڑی نظر آ گئی تو اس نے شیشی کو اٹھا کر اس پر موجود لیبل کو غور سے پڑھا۔ یہ طاقتور خواب آور دوا تھی اور اس دوا کے استعمال کے بعد چار پانچ گھنٹوں کی بے ہوشی نما نیند ضروری تھی لیکن ٹائیگر نے سینے کی دھڑکن کو چیک کر کے یہ محسوس کر لیا تھا کہ لاڈ مائلو کو دوا کھائے کم از کم دو گھنٹے ہو چکے ہیں اس لئے وہ ابھی دو تین گھنٹے مزید گہری نیند سوتا رہے گا اور اب اسے اس بات کی بھی سمجھ آ گئی تھی کہ آرتھر اسے باندھ کر اور پھر اس کمرے میں چھوڑ کر کیوں مشین روم میں آ گیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ لارڈ مائلو تین چار گھنٹوں سے پہلے بیدار نہیں ہو سکتا۔ ٹائیگر نے جھک کر لارڈ مائلو کو گھسیٹ کر ایک جھٹکے سے اپنے کاندھے پر ڈالا اور اس کمرے سے نکل کر وہ آفس سے ہوتا ہوا اور مختلف راہداریوں سے گزر کر اس بڑے کمرے میں آ گیا جہاں آرتھر نے اسے کرسی پر باندھا ہوا تھا۔ اس نے لارڈ مائلو کو اسی کرسی پر ڈال دیا جس پر

بٹھایا گیا تھا اور پھر نیچے پڑی ہوئی رسی اٹھا کر اس نے لارڈ
ٰو اس انداز میں باندھ دیا کہ وہ کسی صورت گانٹھ نہ کھول سکے۔
اسے اس کمرے کی ایک الماری سے مشین پسٹل اور اس کا
ین مل گیا تو اس نے میگزین فٹ کر کے مشین پسٹل جیب میں
لیا کیونکہ وہ سٹار پسٹل کو کافی سے زیادہ استعمال کر چکا تھا اور
اسے مزید استعمال کیا جاتا تو اس کا ریز سٹاک ختم ہو کر وہ بے
بھی ہو سکتا تھا جبکہ اسے انتہائی ایمر جنسی میں استعمال کیا جاتا تھا
لئے ٹائیگر نے مشین پسٹل استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ٹائیگر کو خیال آیا کہ اس نے کوٹھی میں موجود تمام افراد کا خاتمہ
دیا ہے۔ اس کے باوجود اسے ایک بار پھر جائزہ لے لینا
ہئے۔ چنانچہ وہ مڑا اور پھر اس نے پوری کوٹھی کا اس کے عقبی باغ
یت نہ صرف چکر لگایا بلکہ بغور جائزہ بھی لے لیا لیکن وہاں
ائے لاشوں کے اور بے ہوش لارڈ مائلو کے اور کچھ موجود نہ تھا تو
ئیگر واپس مڑا اور اس کمرے میں آ کر اس نے سب سے پہلے
بے ہوشی نما نیند میں ڈوبے ہوئے لارڈ مائلو کی ناک اور منہ دونوں
ھوں سے بند کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ لارڈ مائلو طاقتور خواب آور
دا کے زیر اثر تقریباً بے ہوشی کے عالم میں ہے لیکن جب اس کا
انس رکنے لگے تو پھر لازماً زندگی بچانے کے لئے اس کا اعصابی
ظام حرکت آئے گا اور اس طرح ذہن اور اعصاب پر چھائی ہوئی
بے ہوشی خود بخود ختم ہو جائے گی اور لارڈ مائلو کا سویا ہوا شعور

خودبخود بیدار ہو جائے گا ادر پھر ایسا ہی ہوا۔

چند لمحوں بعد ہی لارڈ مائلو کے جسم میں حرکت کے آثار نمود ہونے شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر کر پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد لارڈ مائلو نے آنکھیں کھولیں لیکن اس ا آنکھوں میں گہری نیند کا خمار ابھی تک موجود تھا۔ جو چند لمحوں بعد دور ہوا اور اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی۔ اس ساتھ ہی لارڈ مائلو نے اس طرح ہاتھوں کو حرکت دینے کی کوشش ا جیسے وہ انگڑائی لینا چاہتا ہو لیکن دوسرے لمحے اس کے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور اس کے چوڑے چہرے پر انتہائی حیرت ک تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس کا انداز ایسے تھا جیسے اسے اپنی آنکھو پر یقین نہ آ رہا ہو۔ وہ بار بار سر کو اس انداز میں جھٹکے دینے لگا جیسے اس کا خیال ہو کہ وہ ابھی تک خواب دیکھ رہا ہے۔

”تمہارا نام مائلو ہے اور تمہیں لارڈ مائلو کہا جاتا ہے“...... سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے ٹائیگر نے کہا تو لارڈ مائلو کے جسم کو ایک زو دار جھٹکا لگا۔

”تم۔ تم کون ہو۔ یہ سب کیا ہے“...... لارڈ مائلو نے رک رک کر کہا۔

”میرا نام ٹائیگر ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ یہاں مشین روم میں موجود آرتھر اور اس کے دو ساتھی، تمہاری فون سیکرٹری اور کچن ویمن سمیت دو مسلح پہریدار جو اندر

د تھے اور دو مسلح پہریدار جو پھاٹک کے باہر موجود تھے ان سب لاک کر دیا گیا ہے اور اس وقت اس زیرو ہاؤس میں تم اور میں موجود ہیں“...... ٹائیگر نے کہا تو لارڈ مائلو کی آنکھیں تیزی پھیلتی چلی گئیں۔

”یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ تم یہاں ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔ یہاں ایسے حفاظتی انتظامات ہیں کہ کوئی اجنبی ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا“...... لارڈ مائلو نے حیرت سے ہوئے لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ میں جب زیرو ہاؤس کے انتظامات دیکھے تو میں نے گٹڑ لائن کا ت اختیار کیا۔ تم نے گٹڑ لائن کو نظرانداز کر دیا تھا۔ بہرحال میں پہنچ گیا اور پھر میں جیسے ہی ایک کمرے میں داخل ہوا چھت چٹک کی آواز آئی اور میں بے ہوش ہو گیا“...... ٹائیگر نے لے لے کر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”پھر۔ پھر تم کس طرح آزاد بیٹھے ہو اور یہ سب کیا ہے“۔ لارڈ نے ایک بار پھر چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ واقعات کچھ اس از کے ہو گئے تھے کہ اس کی فطری نرم گفتاری چیخ کر بولنے میں ریل ہو گئی تھی۔

”یہ کارنامہ تمہارے مشین روم انچارج آرتھر نے سرانجام دیا ہے۔ تم چونکہ خواب آور گولیاں کھا کر بے ہوش پڑے ہوئے تھے

اس لئے اس نے مجھے اس کمرے سے اٹھایا اور ایک چپ میر جسم کے ساتھ لگا دی تا کہ مجھے اس کمرے میں لے آ سکے جہا اس وقت ہم دونوں موجود ہیں۔ پھر اس نے مجھے ایک کرسی پر پر تم بیٹھے ہوئے ہو ڈال کر اسی رسی سے باندھ دیا لیکن چونکہ وہ کا آدمی نہ تھا اس لئے اس نے عام سی گانٹھ باندھی اور پھر وہ یہ کر چلا گیا کہ جب تم جاگو گے تو وہ میرے بارے میں تمہیں اط دے گا لیکن میں نے گانٹھ کھول کر رسی ہٹائی۔ میرے پاس پسٹل موجود تھا اس لئے میں نے سوائے تمہارے یہاں موجود آدمیوں کو سٹار پسٹل سے ہلاک کر دیا۔ اس ساری کارروائی تمہارے حفاظتی انتظامات اس لئے ناکام رہے کہ چپ میرے کے ساتھ موجود رہی اور اب بھی موجود ہے''...... ٹائیگر نے ایک پھر تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو لارڈ مائلو نے بے اختیار ایک طو سانس لیا۔

''تم۔ تم خوش قسمت ہو۔ سب کچھ تمہارے فائدے میں چلا گیا۔ تمہاری وجہ سے مجھے ٹاپ ہاؤس چھوڑ کر یہاں زیرو میں آنا پڑا لیکن تم نے وہاں گوخ اور اس کے دو ساتھیوں کو ہلاک کر دیا جس کی طلاع مجھے مل گئی اور میں بے حد پریشان ہوا اسی پریشانی سے بچنے کے لئے میں نے خواب آور گولیاں کھائیں بہر حال اب تم کیا چاہتے ہو''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ سائنسی دھات پا

تمہاری ایجنٹ جولین اور اس کے ساتھیوں نے پاکیشیا کے سرحدی علاقے سے حاصل کی ہے وہ اب کہاں ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ دھات پاکیشیا کے علاقے سے نہیں بلکہ بہادرستان کے سرحدی علاقے سے حاصل کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہمارا کام ایسی سائنسی دھاتوں کو حاصل کر کے آگے فروخت کرنا ہے اور وہ فروخت کر دی گئی ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''کیا تمہارے آدمی اقوام متحدہ کے ایسے سائنسی مشنز میں بھی شامل رہتے ہیں کیونکہ اس دھات کا پتہ اقوام متحدہ کے خصوصی معدنیات تلاش کرنے والے خلائی سیارے نے لگایا تھا۔ پھر تمہیں کیسے اس کا علم ہو گیا اور وہ بھی اس قدر حتمی انداز میں کہ تم نے اسے حاصل بھی کر لیا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''پوری دنیا میں دولت کا رسوخ سب سے زیادہ ہے۔ جہاں دولت خرچ کی جائے وہاں ہر چیز مل جاتی ہے''...... لارڈ مائلو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب یہ دھات کس کے پاس ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''مجھے تو معلوم نہیں۔ میرے آدمی شیفرڈ کو علم ہو گا۔ وہی خرید و فروخت کرتا ہے۔ میرے اکاؤنٹ میں تو صرف رقم جمع ہو جاتی ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''شیفرڈ کہاں رہتا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ناراک میں''...... لارڈ مائلو نے جواب دیا۔

"اس کا فون نمبر تو تمہیں معلوم ہو گا۔ یہاں فون موجود ہے۔ میں تمہیں نمبر ملا دیتا ہوں تم اس سے پوچھ گچھ کر کے مجھے بتاؤ"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"سوری۔ یہ میری توہین ہے کہ میں اپنے گروپ کے ایک ادنیٰ سے آدمی سے پوچھوں"...... لارڈ مائلو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ واقعی بے حد ادنیٰ بات ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر وہ بندھے ہوئے لارڈ مائلو کی طرف اس طرح بڑھنے لگا جیسے اس کے قریب جا کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہو۔ لارڈ مائلو حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس سے دو تین قدم پہلے ٹائیگر رک گیا اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تیز دھار چھری نکال لی جو اس نے کچن سے اٹھا کر جیب میں ڈالی تھی۔ چھری باہر نکالتے ہی اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے کمرہ لارڈ مائلو کی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ تیز چھری سے اس نے لارڈ مائلو کی موٹی گردن پر خاصا گہرا کٹ لگا دیا تھا۔

"یہ چھری تمہاری آنکھ میں بھی گھس سکتی تھی اس لئے جھوٹ مت بولو۔ میں موت کے تمام پھندوں سے بچ کر تمہارے سامنے اس لئے نہیں پہنچا کہ تم مجھے اس طرح احمق بنانا شروع کر دو۔ بولو۔ کہاں ہے پلونم۔ بولو۔ ورنہ ایک لمحے میں تمہاری آنکھ نکال دوں گا"...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ ہم نے پلونم دھات یورپی ملک کیرون کو فروخت کر دی ہے"...... لارڈ مائلو نے کہا۔

"جھوٹ مت بولو۔ یہ اس قدر نایاب دھات ہے کہ روسیاہ اور ایکریمیا اس کے لئے بڑی سے بڑی رقم لگا سکتے تھے۔ کیرون تو ایک چھوٹا سا ملک ہے"...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن روسیاہ اور ایکریمیا کے ساتھ ساتھ دوسری سپر پاورز نے آدھی قیمت اس وقت دینے کا کہا تھا جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کے خلاف حرکت میں نہیں آتی۔ وہ سب پاکیشیا سیکرٹ سروس سے خوفزدہ تھے۔ پھر کیرون نے گو ان سے کم قیمت لگائی لیکن ان کی کوئی شرط نہ تھی اس لئے میں نے دھات انہیں فروخت کر دی"...... لارڈ مائلو نے تیز تیز لہجے میں کہا۔ گردن پر ایک ہی کٹ نے اسے سیدھا کر دیا تھا۔

"اب اس بات کو کنفرم کراؤ"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کنفرم۔ وہ کیسے"...... لارڈ مائلو نے چونک کر کہا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری بات سن کر خاموشی سے واپس چلا جاؤں گا۔ اور سنو۔ اگر تم کنفرم کرا دو گے تو زندہ بچ جاؤ گے کیونکہ ہمیں تم سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ تمہارا تو کاروبار ہی یہی ہے لیکن اگر تم نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو پھر لارڈ مائلو کی لاش

گٹر میں تیرتی نظر آئے گی''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

''لیکن یہ سارا کام شیفرڈ کا ہے اس لئے میں کیسے کنفرم کرا سکتا ہوں''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''شیفرڈ سے اس طرح بات کرو کہ یہ بات کنفرم ہو جائے کہ اس نے پلونم دھات کیرون حکومت کو فروخت کی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ نمبر ملاؤ اور میری بات کراؤ''...... لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی نمبر بھی بتا دیا۔

''یہاں سے ناراک کا رابطہ نمبر کیا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ میری فون سیکرٹری کال ملاتی ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا تو ٹائیگر نے رسیور اٹھایا اور پھر انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے کیونکہ اقوام متحدہ کے تحت پوری دنیا میں انکوائری کے لئے مخصوص نمبروں کا ایک ہی سیٹ اپ رکھا گیا تھا۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''یہاں سے ناراک کا رابطہ نمبر دیں''...... ٹائیگر نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ ٹائیگر نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ ٹائیگر نے فون پیس اٹھایا اور آگے بڑھ کر

اس نے رسیور لارڈ مائلو کے کان سے لگا دیا۔

''شیفرڈ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد رسیور اٹھائے جانے کے بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''لارڈ مائلو بول رہا ہوں''...... لارڈ مائلو نے نرم لہجے میں کہا۔

''یس لارڈ۔ حکم لارڈ''...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہم نے پلونم بے حد کم قیمت پر فروخت کر دی ہے۔ آج مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا کی انتہائی نایاب اور قیمتی ترین دھات ہے۔ کیا اسے واپس لیا جا سکتا ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''جناب۔ تمام سپر پاورز نے شرط لگا دی تھی اس لئے آپ نے خود ہی فیصلہ کیا تھا کہ کم قیمت سہی لیکن کیرون نے شرط نہیں لگائی تھی اس لئے اسے فروخت کر دیا جائے اور وہ فروخت ہو گئی۔ اب تک تو وہ شاید استعمال بھی ہو چکی ہو گی چیف۔ اب کیسے اس کی واپسی ہو سکتی ہے''...... شیفرڈ نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم معلوم تو کراؤ۔ ہو سکتا ہے کہ ابھی استعمال نہ ہوئی ہو''۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

''یس لارڈ۔ میں ابھی آپ کو دس منٹ بعد خود فون کرتا ہوں۔ آپ زیرو ہاؤس نمبر پر موجود ہیں نا''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''یس''...... لارڈ مائلو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سر

ہلایا تو ٹائیگر نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر فون سیٹ کو واپس کرسی کے ساتھ موجود تپائی پر رکھ دیا۔

''اب تو میری بات کنفرم ہوگئی ہے''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''شیفرڈ دس منٹ میں کیسے معلوم کر لے گا''...... ٹائیگر نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے پوچھا۔

''شیفرڈ کے تعلقات بے حد وسیع ہیں۔ خاص طور پر ان لوگوں سے جن کا تعلق کسی بھی طرح سائنسی دھاتوں سے ہوتا ہے''۔ لارڈ مائلو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا شیفرڈ کے پاس وائس کمپیوٹر ہے جو اسے معلوم ہو گیا کہ جس نمبر سے اسے کال کیا جا رہا ہے وہ زیرو ہاؤس کا نمبر ہے''۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

''ہاں۔ یہ تو عام سی بات ہے''...... لارڈ مائلو نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر پورے دس منٹ تو نہیں البتہ بارہ منٹ بعد کال آ گئی۔ ٹائیگر نے فون اٹھایا اور لارڈ مائلو کے قریب جا کر اس نے پہلے لاؤڈر کا بٹن پریس کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے لارڈ مائلو کے کان سے لگا دیا۔

''یس۔ لارڈ مائلو بول رہا ہوں''...... لارڈ مائلو نے کہا۔

''شیفرڈ بول رہا ہوں لارڈ صاحب''...... دوسری طرف سے شیفرڈ کی آواز سنائی دی۔

''کیا معلوم ہوا ہے پلونم کے بارے میں''...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

''لارڈ صاحب۔ میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق پلونم ابھی استعمال نہیں ہوئی۔ جس لیبارٹری میں اسے استعمال کیا جانا ہے اس کی تکمیل میں ابھی اڑھائی ماہ مزید لگیں گے اس لئے اسے محفوظ کر لیا گیا ہے لیکن اب یہ ہمیں واپس نہیں مل سکے گی کیونکہ حکومت کیرون نے اس سلسلے میں اس لیبارٹری کی تکمیل پر کثیر رقم خرچ کر دی ہے''...... شیفرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ میں نے تو ویسے ہی کہا تھا۔ اوکے''...... لارڈ مائلو نے یہ کہہ کر سر ہلایا تو ٹائیگر نے رسیور واپس کریڈل پر رکھا اور خود ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر اس نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''یہاں سے پاکیشیا اور اس کے دارالحکومت کا رابطہ نمبر دیں''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''پاکیشیا''...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

''یس۔ براعظم ایشیا کا ملک پاکیشیا''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ وہ اب کمپیوٹر پر چیک کر کے اسے بتائے گی۔

''ہیلو''...... چند لمحوں بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''یس''...... ٹائیگر نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیئے گئے اور ٹائیگر نے کریڈل دبا دیا۔

"تم کسے فون کر رہے ہو"...... لارڈ مائلو نے پوچھا۔

"اپنے استاد علی عمران کو"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"علی عمران۔ اوہ۔ اسے تو انتہائی خطرناک ایجنٹ کہا جاتا ہے اور تمہاری کارکردگی دیکھ کر اب مجھے اس بات پر یقین آ گیا ہے"۔ لارڈ مائلو نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ ساتھ ساتھ نمبر بھی پریس کرتا جا رہا تھا اور آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تاکہ عمران جب اس کی کال سن کر اسے شاباش دے تو لارڈ مائلو بھی سن لے۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی عمران کی شگفتہ آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس"...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم کس جنگل میں کھو گئے ہو۔ تمہاری طرف سے کوئی اطلاع ہی نہیں ہے"...... عمران کا لہجہ یکلخت بدل گیا تھا۔

"باس۔ میں لارڈ مائلو کا کھوج لگا رہا تھا کیونکہ صرف اسے ہی معلوم تھا کہ پلونم دھات اب کہاں ہے اور میں نے"...... ٹائیگر نے فاخرانہ لہجے میں تفصیل بتانا شروع کر دی۔

"تم نے اتنے طویل عرصے میں یہی معلوم کیا ہے کہ لارڈ مائلو نے یہ دھات کہاں فروخت کی ہے تو میں نے یہاں بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیا ہے۔ لارڈ مائلو نے یہ دھات کیرون حکومت کو فروخت کی ہے۔ تم فوری طور پر واپس آ جاؤ"...... دوسری طرف سے عمران

نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر کے چہرے پر شرمندگی سے ہلکا سا پسینہ آ گیا۔ وہ اتنی لمبی چوڑی کارکردگی اور اپنی جان پر کھیل کر جو کچھ معلوم کر سکا تھا اس کا خیال تھا کہ اسے سن کر عمران اسے دل کھول کر شاباش دے گا اور اس کی کارکردگی کو خراج تحسین پیش کرے گا اور اسی لئے اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کیا تھا تاکہ اس خراج تحسین کو لارڈ مائلو بھی سن لے لیکن اس کی یہ بچگانہ حرکت الٹا اس کے لئے شرمندگی کا باعث بن گئی تھی۔

"تمہارے استاد کو پاکیشیا بیٹھے بیٹھے کیسے اس بات کا علم ہو گیا۔ اس کا علم یا تو شیفرڈ کو تھا یا پھر مجھے۔ پھر اسے کیسے معلوم ہو گیا لارڈ مائلو نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر کے چہرے پر یکلخت مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عمران صاحب ناممکن کو ممکن بنانا جانتے ہیں"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے رہا کر دو۔ میں نے تمہارے ساتھ تعاون کیا ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا"۔ لارڈ مائلو نے کہا۔

"سوری لارڈ مائلو۔ تمہیں رہا کرنا اپنے آپ کے ساتھ ظلم کرنا ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی گولیاں لارڈ مائلو کے سینے پر بارش کی طرح برسنے لگیں۔

کیرون کی سرکاری ایجنسی ہاک آئی کا چیف کرنل براؤن اپ آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون ک گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"ڈیفنس سیکرٹری صاحب سے بات کریں"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ہلکی سی کٹک ک آواز سنائی دی تو کرنل براؤن سمجھ گیا کہ ڈیفنس سیکرٹری کے ساتھ رابطہ ہو گیا ہے۔

"کرنل براؤن بول رہا ہوں سر"...... کرنل براؤن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا کیونکہ اس کی ایجنسی بھی ڈیفنس سیکرٹری کے تحت ہ تھی۔

"کرنل براؤن۔ کیرون نے پلونم دھات کرانس کے لارڈ مائلو

گروپ سے خریدی تھی۔ آپ کو اس کی تفصیل کا علم ہے"۔ ڈیفنس سیکرٹری کی بھاری سی آواز سنائی دی۔

"یس سر۔ مجھے فائل بھجوائی گئی تھی۔ اس دھات کی خریدار سپر پاورز بھی تھیں لیکن ہم نے ان سے خاصی کم قیمت میں اسے خرید لیا ہے"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"سپر پاورز جب زیادہ قیمت لگا رہی تھیں تو پھر ہمیں کیوں کم قیمت پر لارڈ مائلو نے یہ دھات فروخت کی اس لئے کہ سپر پاورز نے شرط لگائی تھی کہ وہ سودے کی ہاف قیمت ادا کریں گے اور اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات کے پیچھے آئی تو پھر باقی ہاف قیمت ادا نہیں کی جائے گی ورنہ تین ماہ بعد باقی ہاف قیمت ادا کر دی جائے گی جبکہ ہم نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی تھی"...... ڈیفنس سیکرٹری نے کہا۔

"یس سر۔ فائل میں یہ سب درج ہے سر اور ویسے بھی اس دھات کی خریداری خفیہ ہے سوائے لارڈ مائلو کے جو خفیہ رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اپنے آدمیوں کو بھی اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہوتا اس لئے کسی کو یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ پلونم دھات کیرون نے خریدی ہے"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"تو اب یہ اطلاع سن لو کہ کرانس میں ٹلو گروپ کے چیف لارڈ مائلو کو اس کے خفیہ ٹھکانے زیرو ہاؤس میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس کی لاش کرسی پر رسیوں سے جکڑی ہوئی ملی ہے

اور اس زیرو ہاؤس میں ناقابل یقین سائنسی حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے لیکن حملہ آوروں نے جس کے بارے میں وہاں خفیہ کیمروں اور ٹیپس سے جو معلومات ملی ہیں ان کے مطابق ایک پاکیشیائی شخص ٹائیگر گٹر لائن کے ذریعے اندر داخل ہوا اور پھر اس نے وہاں کے تمام سائنسی انتظامات کو شکست دیتے ہوئے وہاں قتل عام کر دیا۔ چار مسلح افراد کے ساتھ دو عورتوں اور مشین روم میں تین مردوں کو بھی ہلاک کر دیا اور جس خاص بات کا علم ہوا ہے اور جو ہمارے لئے انتہائی خطرے کا باعث ہے وہ یہ کہ لارڈ مائلو سے اس ٹائیگر نے معلوم کر لیا ہے کہ پلونم دھات کیرون نے خریدی ہے۔ اس ٹائیگر نے وہیں سے فون پر پاکیشیا میں اپنے استاد علی عمران سے بات کی تو عمران نے اس کے بتانے سے پہلے بتا دیا کہ اسے معلوم ہے کہ مائلو گروپ نے پلونم دھات کیرون کو فروخت کی ہے اور عمران نے ٹائیگر کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ وہ جلد از جلد واپس آ جائے تاکہ وہ پلونم دھات کی واپسی کے لئے مشن پر کام کر سکیں''۔ ڈیفنس سیکرٹری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو کرنل براؤن کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''لارڈ مائلو تو بے حد طاقتور گروپ کا مالک تھا جناب۔ اس کی تنظیم تو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی اور لارڈ مائلو کو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن اب موجودہ صورت حال میں پلونم دھات شدید خطرے میں آ گئی ہے۔ لامحالہ اب پاکیشیا سیکرٹ سروس کیرون کا رخ کرے گی اس لئے اب آپ نے ہر طرح سے ہوشیار اور چوکنا رہنا ہے اور آپ نے ریڈ روز کو ان کے خاتمے کا ٹاسک دیا تھا اسے بھی الرٹ کر دیں''...... ڈیفنس سیکرٹری نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس سر''...... کرنل براؤن نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ ختم ہونے پر اس نے رسیور رکھ دیا۔

''یہ کیسے ممکن ہو گیا۔ لارڈ مائلو مارا گیا ہے۔ ویری سیڈ۔ ایسا تو سوچا بھی نہ جا سکتا تھا اور اس ناقابل تسخیر آدمی کو صرف ایک آدمی نے تسخیر کر لیا۔ ویری سٹرینج''...... کرنل براؤن نے خود کلامی کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ڈیرل جہاں کہیں بھی ہو میری اس سے بات کراؤ''...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرنل براؤن نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''جناب۔ ڈیرل لائن پر ہیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ کرنل براؤن بول رہا ہوں''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''ڈیرل بول رہا ہوں۔ تمہاری آواز اور لہجہ بدلا ہوا ہے۔ کیا

ہوا ہے''...... دوسری طرف سے ڈیمرل نے کہا۔

''تم اس وقت کہاں ہو''...... کرنل براؤن نے پوچھا۔

''اپنے آفس میں ہوں۔ کیوں۔ کوئی خاص بات ہو گئی ہے''۔ ڈیمرل نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ تم سے ایک خاص معاملے پر تفصیل سے بات کرنی ہے۔ تم میرے آفس آ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''کس سلسلے میں بات کرنی ہے''...... ڈیمرل نے پوچھا۔

''پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''او کے۔ میں آ رہا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل براؤن نے بھی رسیور رکھ دیا اور ساتھ پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر دیئے۔

''لیس سر''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''ریڈ روز کے ڈیمرل آ رہے ہیں۔ انہیں میرے آفس پہنچا دینا''۔ کرنل براؤن نے کہا۔

''لیس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرنل براؤن نے رسیور رکھ دیا۔

''ہمیں ان عفریتوں کے خلاف کوئی منظم نیٹ ورک بنانا پڑے گا۔ یہ عام انداز میں قابو نہیں آئیں گے۔ جو لارڈ مائلو کو تلاش کر کے ہلاک کر سکتے ہیں وہ بہت کچھ کر سکتے ہیں''...... کرنل براؤن نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اسے ایک خیال آیا تو اس نے اٹھ کر سائیڈ دیوار میں موجود ایک الماری کے پٹ کھولے اور نچلے خانے میں موجود فائلوں میں سے ایک فائل نکال کر اس نے الماری بند کی اور فائل لا کر میز پر رکھ دی۔ اسے خیال آیا تھا کہ فائل میں یہ درج تھا کہ پلونم دھات کا سودا لارڈ مائلو کے اسسٹنٹ شیفرڈ کے ذریعے کیا گیا ہے اور شیفرڈ نے اس بارے میں اپنی ضمانت دی تھی کہ دھات کی مقدار پوری ہے۔ اس کا فون نمبر بھی دیا گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ شیفرڈ سے بات کی جائے کہ لارڈ مائلو کی ہلاکت پر اس کا کیا تاثر ہے۔ اس نے فائل کھولی اور صفحے پلٹنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ایک صفحے پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اس نے رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''لیس سر''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ایک نمبر نوٹ کرو۔ یہ نمبر ناراک کا ہے۔ اس نمبر پر جناب شیفرڈ ہوں گے۔ ان سے میری بات کراؤ''...... کرنل براؤن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فائل میں درج شیفرڈ کا نمبر بتا دیا۔

''لیس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرنل براؤن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی

گھنٹی بج اٹھی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''مسٹر شیفرڈ لائن پر ہیں۔ بات کیجئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ کرنل براؤن بول رہا ہوں''...... کرنل براؤن نے کہا۔ اس نے اپنی ایجنسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ فون آپریٹر نے پہلے ہی اس بارے میں اسے بتا دیا ہو گا۔

''شیفرڈ بول رہا ہوں۔ فرمایئے''...... دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

''آپ کے ذریعے کیرون نے پلونم دھات خریدی تھی اور آپ نے ضمانت دی تھی کہ لارڈ مائلو گروپ اس قدر طاقتور اور خفیہ ہے کہ کسی کو اس بارے میں کبھی معلوم نہ ہو سکے گا لیکن اب ہمیں اطلاع ملی ہے کہ لارڈ مائلو کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور ان سے معلومات حاصل کر لی گئی ہیں کہ یہ دھات کیرون نے خریدی ہے''۔ کرنل براؤن نے کہا۔

''آپ کی بات درست ہے۔ ہمارے تو تصور میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ بہرحال لارڈ مائلو کے بعد اب اس گروپ کا چیف میں ہوں اور اب یہ لارڈ مائلو گروپ نہیں بلکہ شیفرڈ گروپ بن چکا ہے اور اگر آپ کو کوئی پریشانی ہو تو آپ وہ دھات ہمیں واپس دے دیں اور جتنی رقم آپ نے ادا کی ہے وہ آپ کو واپس دے

دی جائے گی''...... شیفرڈ نے کہا۔

''اب تو ایسا ممکن نہیں ہے''...... کرنل براؤن نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

''پھر میرا مشورہ ہے کہ آپ اسے جلد از جلد استعمال کر لیں۔ آپ کے حق میں یہی بہتر رہے گا''...... شیفرڈ نے جواب دیا۔

''کیا آپ لارڈ مائلو کی ہلاکت کا انتقام نہیں لیں گے''...... کرنل براؤن نے اس کا مشورہ نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ ہم کسی سرکاری ایجنسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کیا کرتے۔ یہ ہمارے اصولوں کے خلاف ہے''...... شیفرڈ نے جواب دیا۔

''اوکے۔ گڈ بائی''...... کرنل براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اسے شیفرڈ کی بات سن کر بے حد مایوسی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ انتقام کا نام لے کر وہ اس گروپ کو بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف میدان میں لے آئے گا لیکن شیفرڈ نے جواب ہی ایسا دیا تھا کہ اسے لاجواب کر دیا تھا اس لئے اس نے رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھلا اور ڈیمرل اندر داخل ہوا۔

''آؤ ڈیمرل۔ بیٹھو''...... کرنل براؤن نے اٹھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا ہے جو اس قدر ایمرجنسی میں کال کیا ہے''...... ڈیمرل

نے میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں معلوم ہے ڈیمرل کہ لارڈ مائلو کے گروپ کے ساتھ کیا ہوا ہے''...... کرنل براؤن نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے قدرے پراسرار لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا ہے''...... ڈیمرل نے چونک کر پوچھا۔

''پاکیشیا سیکرٹ سروس کے عمران کے ایک آدمی ٹائیگر نے لارڈ مائلو کو نہ صرف ہلاک کر دیا ہے بلکہ اس سے یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ اس نے پلونم دھات کیرون کو فروخت کی ہے''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ لارڈ مائلو تو انتہائی خفیہ رہتا تھا''۔ ڈیمرل نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے کرنل براؤن کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو تو کرنل براؤن نے ڈیفنس سیکرٹری کی بتائی ہوئی تفصیل دوہرا دی۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب یہ لوگ کیرون کا رخ کرنے والے ہیں''...... ڈیمرل نے کہا۔

''ہاں۔ اور اسی لئے میں نے تمہیں کال کیا ہے کہ اب ہم مل کر کچھ اس انداز کی پلاننگ کریں کہ یہ لوگ ختم ہو جائیں''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''اس کی فکر مت کرو۔ یہ ریڈ روز کا کام ہے اور تم دیکھنا کہ ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے راستے میں ہی ان کا صفایا کر دیا جائے

گا''...... ڈیمرل نے کہا۔

''کیا مطلب۔ راستے میں کیسے''...... کرنل براؤن نے چونک کر پوچھا۔

''پاکیشیا دارالحکومت میں ایک گروپ ہے جس کا چیف سپر ماسٹر ہے۔ یہ انتہائی ہوشیار اور باخبر ٹائپ لوگ ہیں۔ میں نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے کہ وہ عمران کی نگرانی کرتے رہیں اور جیسے ہی یہ لوگ پاکیشیا سے روانہ ہوں مجھے اس فلائٹ کے بارے میں تفصیل بتا دیں اور عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بھی اور پھر میں اس فلائٹ کو فضا میں کسی بھی جگہ تباہ کرا سکتا ہوں''...... ڈیمرل نے کہا۔

''اگر ایسا ممکن نہ بھی ہو سکے تب بھی ایئر پورٹ پر انہیں زیادہ آسانی سے ہلاک کیا جا سکتا ہے''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''لیکن مجھے تو رپورٹ ملی تھی کہ عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ پاکیشیا کے شمالی پہاڑی صحت افزا مقامات پر تفریح کے لئے جا رہا ہے۔ اب کیا صورت حال ہے۔ یہ معلوم کرنا ہو گا۔ کیا میں یہاں سے فون کر لوں''...... ڈیمرل نے کہا۔

''ہاں۔ کر لو۔ نیچے موجود بٹن پریس کر کے تم اسے ڈائریکٹ کر سکتے ہو''...... کرنل براؤن نے فون اٹھا کر ڈیمرل کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو ڈیمرل نے رسیور اٹھاتے ہوئے نیچے موجود بٹن پریس کر دیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں

اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ شاید وہ ہونے والی بات چیت کرنل براؤن کو بھی سنوانا چاہتا تھا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''ڈان کلب''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سپر ماسٹر سے بات کراؤ۔ میں ڈیمرل بول رہا ہوں''۔ ڈیمرل نے کہا۔

''سپر ماسٹر کی جگہ اب جناب کارس بیٹھتے ہیں۔ ان سے بات کرا دیتی ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ڈیمرل بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''ہیلو۔ کارس بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کیرون سے ڈیمرل بول رہا ہوں۔ سپر ماسٹر کہاں ہے''۔ ڈیمرل نے کہا۔

''انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے اور اب ان کی جگہ میں نے لے لی ہے۔ آپ کے بارے میں مجھے معلوم ہے اور آپ کے کام کی وجہ سے ہی سپر ماسٹر ہلاک ہوئے ہیں''...... کارس نے جواب دیا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب''...... ڈیمرل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کرنل براؤن کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''یس سر۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے انہیں عمران کی نگرانی

کا ٹاسک دیا تھا۔ انہوں نے اپنے بہترین آدمی چارلس کی ڈیوٹی گائی تھی۔ پھر اچانک چارلس کے ساتھ ساتھ اپنے آفس میں بیٹھے پر ماسٹر کو بھی اغوا کر لیا گیا۔ خفیہ راستے کی حفاظت پر مامور چھ فراد کو ہلاک کر دیا گیا۔ پھر چارلس اور سپر ماسٹر دونوں کی لاشیں یک ویران پارک سے ملیں۔ انہیں گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔ چارلس کی کار بھی ایک ویران جگہ سے مل گئی۔ ہم نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق چارلس کو اس ویران علاقے سے عمران نے خود اغوا کیا اور کلب سے سپر ماسٹر کو اٹھا کر لے جانے والے عمران کے دو دیوہیکل حبشی ساتھی تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ چارلس اور سپر ماسٹر دونوں ہی عمران کی نگرانی کے چکر میں ہلاک ہوئے ہیں''...... کارس نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا تو مطلب ہے کہ نگرانی درست طور پر نہیں کی گئی ورنہ اسے کیسے علم ہو سکتا تھا''...... ڈیمرل نے کہا لیکن دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا تھا اور ڈیمرل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''یہ لوگ کس ٹائپ کے ہیں۔ میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا''۔ کرنل براؤن نے کہا۔

''تم فکر مت کرو کرنل۔ یہ جس ٹائپ کے بھی ہوں یہاں انہیں بہرحال ہلاک ہونا پڑے گا۔ ریڈ روز اپنے مشن میں کسی صورت ناکام نہیں ہو سکتی۔ میں کیرون پہنچنے والے تمام راستوں پر نہ صرف

پکٹنگ کرا دوں گا بلکہ خصوصی کیمرے بھی نصب کرا دوں گا جن سے ان کا میک اپ بھی چیک ہو جائے گا اور پھر انہیں ہلاک ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ البتہ ایک کام تمہیں کرنا ہو گا''۔ ڈیمرل نے کہا۔

''کون سا کام''...... کرنل براؤن نے چونک کر پوچھا۔

''ہم کوئی رسک لئے بغیر چیکنگ ہوتے ہی انہیں فوری گولی مار دیں گے۔ اس صورت میں اگر پولیس ہمارے پیچھے لگ جائے تو پھر انہیں سرکاری طور پر تم نے سنبھالنا ہو گا''...... ڈیمرل نے کہا۔

''نہیں۔ اس طرح سرعام گولیاں مت چلانا۔ اعلیٰ حکام بگڑ جائیں گے۔ انہیں بے ہوش کر کے کسی علیحدہ جگہ لے جانا اور پھر اسی بے ہوشی کے دوران ہی گولیاں مار دینا۔ اس طرح معاملات خراب نہیں ہوں گے۔ اس کے باوجود اگر کچھ ہوا تو میں سنبھال لوں گا''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''چلو۔ ایسے ہی سہی۔ بہرحال انہیں مرنا ہو گا''...... ڈیمرل نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دیتے رہنا''...... کرنل براؤن نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... ڈیمرل نے کہا اور پھر مصافحہ کر کے وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک رسالے کے مطالعہ میں مصروف ما کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ ران نے اپنے شگفتہ لہجے میں کہا۔

''طاہر بول رہا ہوں عمران صاحب''...... دوسری طرف سے یک زیرو نے اپنی اصل آواز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''کوئی خاص بات جو تم نے فون کیا ہے''...... عمران نے چونک کر پوچھا کیونکہ بلیک زیرو عام حالات میں فلیٹ پر فون نہیں کرتا فا۔

''آپ نے جولیا اور دوسرے ساتھیوں کو مشن کے بارے میں کچھ بتایا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''نہیں۔ کیوں''...... عمران نے ایک بار پھر چونک کر پوچھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

’’جولیا کا فون آیا تھا۔ وہ سب فارغ رہ رہ کر مر جانے کی حد تک بور ہو چکے ہیں اس لئے اگر کوئی مشن نہیں ہے تو انہیں شمالی پہاڑی علاقوں میں جانے کی اجازت دی جائے‘‘...... بلیک زیرو نے کہا۔

’’تو پھر تم نے کیا جواب دیا ہے‘‘...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’میں نے انہیں کہا کہ ایک مشن ابھی پراسیس میں ہے اور ایک ہفتے کے اندر اس سلسلے میں فیصلہ ہو جائے گا کہ کیا یہ مشن بنتا ہے یا نہیں اس لئے ایک ہفتے تک وہ انتظار کریں‘‘...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

’’انہوں نے پوچھا ہو گا کہ کیا مشن ہے۔ ایسے معاملات میں تو وہ ویسے بھی بے حد متجسس رہتے ہیں‘‘...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’جی ہاں۔ جولیا نے مشن کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ وقت آنے پر انہیں بتا دیا جائے گا‘‘...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

’’تو اب مجھے کیوں فون کیا ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’اس لئے کہ آپ کو اب معلوم تو ہو چکا ہے کہ پلونم دھات کیرون حکومت کی تحویل میں ہے۔ پھر آپ کیوں اطمینان سے

بیٹھے ہوئے ہیں۔ جتنی دیر ہو گی اتنے ہی معاملات خراب ہوتے جائیں گے اور وہ لوگ اسے استعمال کر لیں گے‘‘...... بلیک زیرو نے کہا۔

’’تمہاری بات درست ہے کہ مجھے سپر ماسٹر کے ذریعے معلومات مل چکی ہیں لیکن میں ٹائیگر کی کال کے انتظار میں ہوں‘‘۔ عمران نے کہا۔

’’لیکن ٹائیگر تو مائلو گروپ کے خلاف کام کر رہا ہے اور مائلو گروپ کرانس میں ہے جبکہ یہ مشن کیرون میں مکمل ہونا ہے۔ اس صورت میں ٹائیگر کیا معلومات دے سکتا ہے‘‘...... بلیک زیرو نے کہا۔

’’میں دراصل سپر ماسٹر کے ذریعے ملنے والی معلومات کو کنفرم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ بات میرے حلق سے نہیں اتر رہی کہ پلونم جیسی دھات کو سپر پاورز کی بجائے ایک عام یورپی ملک کیرون خرید لے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی سپر پاور نے کیرون کو بطور ڈمی استعمال کیا ہو اور ہم خواہ مخواہ کیرون جا کر لوگوں سے لڑتے پھریں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’بات تو آپ کی واقعی قابل غور ہے لیکن ٹائیگر کب رپورٹ دے گا‘‘...... بلیک زیرو نے کہا۔

’’تم نے ایک ہفتہ دیا ہے ممبران کو۔ اس ایک ہفتے کے اندر اندر ضرور رپورٹ مل جائے گی ورنہ پھر ہم بغیر کنفرمیشن کے مشن پر

کام شروع کر دیں گے''...... عمران نے کہا۔

''آپ ٹائیگر کو ٹرانسمیٹر سے کال کر لیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''میں نے کوشش کی ہے لیکن ٹرانسمیٹر پر کال رسیور نہیں ہو رہی۔ اس کا ٹرانسمیٹر یا تو کہیں گر گیا ہے یا پھر خراب ہو گیا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''اگر وہ کال اٹنڈ نہیں کر رہا تو اسے کوئی خطرناک صورت حال بھی تو پیش آ سکتی ہے''...... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''موت زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ویسے انشاء اللہ وہ ہر خطرے کا مقابلہ کر سکتا ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اللہ حافظ''...... بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں'' عمران نے اپنے مخصوص شگفتہ لہجے میں کہا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''تم کس جنگل میں کھو گئے ہو۔ تمہاری طرف سے کوئی اطلاع

ہی نہیں ہے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے اسے بتانا چاہا کہ اس نے لارڈ مائلو کو گھیر کر اس سے معلومات حاصل کر لی ہیں کہ اس نے پلونم دھات کس کو فروخت کی ہے تو عمران نے اس کی بات کاٹ کر اسے خود ہی اس بارے میں بتا دیا اور ساتھ ہی اسے فوری واپس آنے کا کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔ اسے واقعی ٹائیگر پر غصہ آ گیا تھا کہ اس کے رپورٹ نہ کرنے کی وجہ سے اس کا وقت ضائع ہو رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات کنفرم ہو گئی تھی کہ پلونم دھات کیرون کو ہی فروخت کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''جولیا بول رہی ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی جولیا کی آواز سنائی دی۔

''ایکسٹو''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ حکم سر''...... جولیا کا لہجہ بے حد مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

''عمران تمہارے پاس پہنچ رہا ہے۔ تم وہاں صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر اور صالحہ کو کال کر لو۔ تمہیں آج رات ہی مشن کے لے کیرون روانہ ہونا ہے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ایکسٹو''...... رابطہ ہوتے ہی مخصوص آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں

طاہر"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ کم از کم مجھے تو اپنی ڈگریاں نہ سنوایا کریں"...... اس بار بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ کیوں۔ کیا تم نے میری ڈگریاں منسوخ کرا دی ہیں یا خود مجھ سے بڑی ڈگریاں لے لی ہیں"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"ویسے ہونا ایسے ہی چاہئے کہ آپ کی ڈگریاں منسوخ کرا دی جائیں"...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کلیجہ پتھر کا کرنا پڑتا ہے اور آنکھیں دھندلی ہو جاتی ہیں۔ سر کے بال اڑ جاتے ہیں اور چہرے کا رنگ ہلدی جیسا ہو جاتا ہے پھر جا کر اتنی ڈگریاں ملتی ہیں۔ تم خواہ مخواہ انہیں منسوخ کرا دو گے"۔ عمران نے بڑے احتجاج بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کے ساتھ تو ان میں سے کوئی کام نہیں ہوا"...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ راز کی بات ہے۔ سمجھے"...... عمران نے کہا۔

"راز کی بات۔ کیا مطلب۔ کیا آپ کی ڈگریاں جعلی ہیں"۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ڈگریاں تو ڈگریاں ہوتی ہیں۔ جعلی کیسے ہو سکتی ہیں"۔ عمران

نے کہا۔

"تو پھر راز کس بات کا ہے"...... بلیک زیرو اپنی بات پر اڑ گیا ھا۔

"اچھا چلو بتا دیتا ہوں۔ ایک صاحب نے کالونی میں اپنے کان کے ستون پر اپنی نیم پلیٹ لگائی ہوئی تھی جس پر ان کے نام ے نیچے ڈگریوں کی قطار تھی۔ لکھا ہوا تھا اے جے کے اور آگے ریکٹ میں گریٹ لینڈ۔ سب پر ان کی تعلیمی قابلیت کا بڑا رعب ڑتا تھا۔ ایک روز ان کا ایک گہرا دوست کافی عرصے بعد ان سے لنے آیا تو اسے یہ ڈگریاں دیکھ کر بے حد تعجب ہوا کہ یہ کبھی اپنے لے سے باہر نہیں گیا اور پڑھائی کے معاملے میں آٹھویں کلاس سے گے نہیں پہنچا۔ پھر یہ کیسے گریٹ لینڈ سے اے جے کے کی ڈگری لے کر آ گیا۔ چنانچہ اس نے دوست کو گھیر لیا۔ جب اس نے اسے ہت مجبور کیا تو ان صاحب نے بتایا کہ اے کا مطلب ہے آرزو، ے کا مطلب ہے جانے اور کے کا مطلب ہوا کی اور آگے لکھا ہوا ے گریٹ لینڈ۔ مطلب ہوا کہ آرزو جانے کی گریٹ لینڈ اور ساتھ ی کہا کہ اب تم بتاؤ کہ گریٹ لینڈ جانے کی آرزو لکھنا کوئی جرم ے، گناہ ہے"...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو دوسری رف سے بلیک زیرو اپنی عادت کے برعکس بے اختیار کھلکھلا کر نس پڑا۔

"تو آپ بھی ڈگریوں سے پردہ اٹھا ہی دیں"...... بلیک زیرو

نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ اس دنیا میں سارا مسئلہ ہی پردہ اٹھنے کا ہوتا ہے۔ مٹھائی کی دکان میں سجی ہوئی رنگ برنگی مٹھائیاں دیکھنے کے بعد اگر جہاں مٹھائیاں بنتی ہیں وہاں کا پردہ اٹھا دیا جائے تو سارے رنگ مدھم پڑ جاتے ہیں اور ساری لذتیں فنا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ہوٹلوں میں بیٹھ کر خوبصورت انداز میں سجے ہوئے کھانوں کے چٹخارے لینے سے پہلے اگر اس ہوٹل کے کچن کا پردہ اٹھا دیا جائے تو سارے چٹخارے ہوا میں اڑ جاتے ہیں"...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ بہرحال آپ نے فون کیوں کیا تھا۔ اس بات پر سے پردہ اٹھا دیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"تمہارے فون کے بعد ٹائیگر کا فون آیا تھا۔ اس نے لارڈ مائلو کو آخر کار گھیر کر اس سے معلوم کر لیا ہے کہ پلونم دھات اس نے کیرون کو فروخت کی ہے اس لئے میں نے جولیا کو بطور ایکسٹو کہہ دیا ہے کہ عمران ان کے پاس آ کر انہیں مشن کے بارے میں بریف کرے گا اور وہ کیپٹن شکیل، صفدر، تنویر اور صالحہ کو اپنے فلیٹ پر کال کر لے اور تم فوری طور پر کیرون کے ہمسایہ ملک جارجان کے دارالحکومت شانگر کے لئے کاغذات، ٹکٹیں وغیرہ تیار کرا لو اور شانگر میں اپنے فارن ایجنٹ کو کہہ دینا کہ وہ ہمارے لئے کوئی کوٹھی ہائر کر لے"...... عمران نے کہا۔

"آپ نے کب روانہ ہونا ہے"...... بلیک زیرو نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آج رات یا کل صبح کو۔ جو پہلی فلائٹ ملے۔ ہم سب نے یورپی میک اپ میں جانا ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہو جائے گا تمام انتظام"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے رسیور رکھا اور پھر اٹھ کر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے اس رہائشی پلازہ کی طرف بڑھی جا رہی تھی جہاں جولیا کا فلیٹ تھا۔ پلازہ کی وسیع و عریض پارکنگ میں جب اس نے کار روکی تو وہاں صفدر اور کیپٹن شکیل کی کاریں موجود تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ تنویر اسی رہائشی پلازہ میں رہتا ہے جہاں صفدر رہتا ہے اور کیپٹن شکیل اور صالحہ دونوں ہمسائے ہیں اس لئے یہ دونوں ہی اپنے ہمسایوں کے ساتھ فلیٹ میں پہنچ چکے ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے جولیا کے فلیٹ کی کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

"کون ہے"...... کٹک کی آواز کے ساتھ ہی ڈور فون سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"محنت گزیدہ"...... عمران نے جواب دیا تو کٹک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور عمران اندر داخل ہوا تو سامنے جولیا موجود تھی۔

''یہ محنت گزیدہ کیا ہوتا ہے۔ نجانے کہاں کہاں سے لفظ ڈھو کر لے آتے ہو''...... جولیا نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

''ارے کمال ہے۔ ایسی بھی کیا کم علمی کہ محنت کا مطلب ہی ن آئے''...... عمران نے ہال کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جہاں صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر اور صالحہ موجود تھے۔

''محنت کا مطلب تو مجھے معلوم ہے۔ یہ گزیدہ کا کیا مطلب ہوا''...... جولیا نے کہا۔

''کیا ہوا عمران صاحب۔ مس جولیا کس کا مطلب پوچھ رہی ہیں''...... صفدر نے چونک کر پوچھا جبکہ عمران سلام کر کے ایک خالی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

''جولیا نے ڈورفون سے پوچھا کہ دروازے پر کون ہے۔ میں نے جواب دیا محنت گزیدہ۔ اب یہ پوچھ رہی ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''گزیدہ کا مطلب تو میرے خیال میں ڈسا ہوا ہے جیسے مارگزیدہ۔ سانپ کا ڈسا ہوا''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''لیکن گزیدہ کا مطلب پسند کیا ہوا، چھانٹا ہوا بھی ہوتا ہے جیسے لفظ برگزیدہ، بڑی روحانی شخصیت کو کہتے ہیں''...... صفدر نے بھی مطلب بتاتے ہوئے کہا۔

''کمال ہے۔ یہ تو واقعی نئے نئے معنی سامنے آنے لگ گئے ہیں''...... صالحہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''گزیدہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اگر اسے زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے ڈنک مارا ہوا۔ جیسے مارگزیدہ یعنی سانپ کا ڈسا ہوا۔ ہمارے ایک معروف شاعر نے اپنے ایک شعر میں مردم گزیدہ استعمال کیا ہے یعنی آدمیوں کا ڈسا ہوا اور اگر گزیدہ پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر اس کا مطلب ہوتا ہے پسند کیا ہوا، انتخاب کیا ہوا جیسے برگزیدہ یعنی بڑی روحانی شخصیت''...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کمال ہے۔ صرف زبر اور پیش سے لفظ کے معانی ہی بدل جاتے ہیں''...... صالحہ نے کہا۔

''زبانوں کا علم بے حد دلچسپ ہوتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تو آپ نے یہ محنت گزیدہ کہا ہے۔ کیا زبر سے کہا ہے یا پیش سے''...... صفدر نے کہا۔

''میں نے تو زبر سے ہی بولا ہے''...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

اس کا مطلب ہوا محنت کا ڈسا ہوا''...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ جس طرح بڑے شاعر نے مردم گزیدہ کہا ہے یعنی آدمیوں کا ڈسا ہوا انہوں نے شعر میں اسے بڑے خوبصورت انداز میں استعمال کیا ہے کہ میں آئینے سے ڈرتا ہوں کیونکہ مردم گزیدہ

ہوں۔ مطلب ہے کہ میں اپنی شکل دیکھنے سے بھی ڈرتا ہوں حالانکہ آئینے میں آدمی کو اپنا چہرہ ہی نظر آتا ہے لیکن چونکہ مجھے لوگوں نے اس قدر ڈسا ہے کہ اب میں آئینے میں اپنی شکل دیکھنے سے بھی ڈرتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''واقعی بڑی خوبصورت اور معنی خیز بات کی گئی ہے''...... صفدر نے کہا۔

''چلو یہ بات تو سمجھ میں آ گئی لیکن محنت گزیدہ کا کیا مطلب ہوا''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''بچپن سے نصابی کتب میں پڑھتے آئے ہیں اور تمام بزرگ بھی یہی تلقین کرتے ہیں کہ محنت کرو، محنت کرنے والے کو ترقی ملتی ہے۔ محنت کامیابی کی کنجی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میرے ساتھ الٹا کام ہوا ہے۔ میں مشن میں محنت کرتا ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ تمہاری محنت کی وجہ سے ہم سب بے کار ہو گئے ہیں اس لئے تم محنت نہ کرو تو میں محنت گزیدہ ہو گیا''...... عمران نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''ہم نے یہ نہیں کہا کہ آپ محنت نہ کریں۔ ہم نے تو یہ درخواست کی ہے کہ ہمیں محنت تو دور کی بات ہے کام تو کرنے دیا کریں''...... صفدر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ چونکہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اس بار تم سب کو کام کرنے کا بھرپور موقع دوں گا اس لئے میں تمہیں مشن

ے بارے میں بریف کر دیتا ہوں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں ہا تو سب سنجیدہ اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

''کیا مشن ہے عمران صاحب۔ ذرا تفصیل سے بتائیں تاکہ ہم ں پر کام کرنے کا کوئی لائحہ عمل طے کر سکیں''...... صالحہ نے کہا۔

''پاکیشیا اور بہادرستان کے سرحدی پہاڑی علاقے میں اقوام تحدہ کے معدنیات کو تلاش کرنے والے خصوصی سیارے نے پلوٹم ای ایک نایاب سائنسی دھات کی نشاندہی کی۔ کرانس میں ایک بین لاقوامی گروپ ہے جسے مائلو گروپ کہا جاتا ہے۔ اس گروپ نے نشیات اور اسلحے کی بین الاقوامی اسمگلنگ کے ساتھ ساتھ ایک یکشن نایاب سائنسی دھاتوں کے حصول کا بھی بنایا ہوا ہے۔ یہ نایاب سائنسی دھاتیں حاصل کر کے سپر پاورز اور دیگر سائنسی لیبارٹریوں کو انتہائی بھاری قیمت پر فروخت کرتے ہیں اور اس گروپ کا چیف لارڈ مائلو کہلاتا ہے اور تمہارے چیف ایکسٹو کی طرح خفیہ رہتا ہے۔ اس مائلو گروپ نے بہادرستان کے سرحدی علاقے میں پاکیشیا کے راستے داخل ہو کر یہ دھات جس کی مقدار تقریباً ایک ہزار گرام ہے خاموشی سے حاصل کر لی اور خاموشی سے واپس کرانس پہنچ گئے۔ اس بارے میں ٹائیگر کو علم ہو گیا۔ اس نے مجھے بتایا لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی کہ ایک تو یہ دھات پاکیشیا سے نہیں بلکہ بہادرستان سے ملی تھی، دوسرا ایسی نایاب دھاتیں تو ملتی رہتی ہیں ہم کس کس کے پیچھے بھاگتے رہیں لیکن اس دوران سرداور

نے مجھے کال کر لیا اور ایک سائنس دان ڈاکٹر حبیب سے ملوایا۔ ڈاکٹر حبیب نے اس پلونم دھات کے چند ذرے استعمال کرتے ہوئے جدید ترین نینو ٹیکنالوجی میں انتہائی حیرت انگیز کامیابی حاصل کر لی جس کی تفصیل کا تو موقع نہیں ہے، بہرحال یہ ایجاد ایک مائیکرو چپ کی صورت میں ہے۔ اس چپ کے استعمال سے یوں سمجھ لو کہ ہم دفاعی طور پر بے حد محفوظ ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لئے چند گرام پلونم دھات چاہئے تھی جو انتہائی نایاب اور مہنگی ہے۔ مجھے چونکہ ٹائیگر نے اس بارے میں اطلاع دی تھی اس لئے میں نے جب ایک ہزار گرام پلونم دھات کی بہادرستان اور پاکیشیا کے سرحدی علاقے سے دستیابی کی بات کی تو سرداور اور ڈاکٹر حبیب دونوں میرے سر ہو گئے کہ مجھے یہ دھات واپس لانی چاہئے تاکہ پاکیشیا کا دفاع محفوظ ہو سکے لیکن میں نے انکار کر دیا کہ یہ چونکہ پاکیشیا کی ملکیت نہیں ہے اس لئے اس کا حصول اور استعمال بے اصولی کے مترادف ہے۔ البتہ میں نے سرداور سے ہونے والی ملاقات کی اطلاع چیف کو دے دی تو چیف نے بھی میرے موقف سے اتفاق کیا کہ ہمیں بے اصولی نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ چیف کو چونکہ ملک کا دفاع بے حد عزیز ہے اس لئے چیف نے کوئی راستہ نکالنے کے لئے یہ کام سرسلطان کے ذمے لگا دیا۔ سرسلطان، چیف سے بھی زیادہ ملک و قوم کے فائدے کا سوچتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بہادرستان کی حکومت سے بات کی۔

بہادرستان کو اس سائنسی دھات کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ وہ سائنسی طور پر ابھی اس سطح پر نہیں پہنچا کہ اس دھات کو استعمال میں لا سکے۔ چنانچہ اسلحہ اور غلہ دینے کے بدلے میں وہ دھات ہمیں دینے پر رضامند ہو گیا اور اس سلسلے میں باقاعدہ معاہدہ بھی ہو گیا اور اسے اس کا مطلوبہ اسلحہ اور غلہ دے دیا گیا۔ اس طرح اب یہ دھات پاکیشیا کی ملکیت ہو گئی''...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا اب ہمیں مائلو گروپ کے پیچھے جانا ہو گا''...... صفدر نے کہا۔

''مائلو گروپ کا کام تو ایسی سائنسی دھاتوں کا حصول اور پھر انہیں فروخت کرنا ہے۔ چنانچہ اس نے یہ دھات فروخت کر دی لیکن کسے فروخت کی اس کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ چنانچہ میں نے ٹائیگر کو کرانس بھیجا کیونکہ لارڈ مائلو اور اس کا گروپ انڈر ورلڈ کا گروپ ہے اور ٹائیگر بھی یہاں کی انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اور اس کے رابطے دیگر ممالک کی انڈر ورلڈ سے ہیں اس لئے اسے بھیجا گیا۔ اس نے نہ صرف وہاں لارڈ مائلو کا سراغ لگا لیا بلکہ اپنی جان پر کھیل کر اس نے اس لارڈ مائلو کو گھیر کر اس سے معلوم کر لیا کہ پلونم دھات یورپ کے ملک کیرون کو فروخت کی گئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیا کیرون اس قابل ہے کہ اس دھات کو استعمال میں لا سکے''۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

‘‘یہ معلوم نہیں ہے کہ کیرون نے یہ دھات اپنے لئے خریدی ہے یا وہ بھی کمیشن ایجنٹ کا رول ادا کرے گا۔ بہرحال اس وقت یہ دھات کیرون میں ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

‘‘یہ بات آپ کیسے اس قدر یقین سے کہہ رہے ہیں‘‘...... صفدر نے کہا۔

‘‘اس لئے کہ کیرون حکومت کو بھی خدشہ تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات کے حصول کے لئے حرکت میں آئے گی اور پاکیشیا سیکرٹ سروس تو واقعی سیکرٹ ہے۔ البتہ یہ کرائے کا سپاہی سب کے سامنے رہتا ہے اس لئے انہوں نے یہاں ایک گروپ کے ذریعے میری نگرانی شروع کرا دی۔ مجھے نگرانی کا علم ہو گیا اور میں نے نگرانی کرنے والے کو گھیر لیا اور اسے رانا ہاؤس میں لے آیا۔ یہاں اس نے بتایا کہ اس کا تعلق ڈان کلب کے مالک اور منیجر سپر ماسٹر سے ہے۔ میرے حکم پر سپر ماسٹر کو جوزف اور جوانا اس کے آفس سے اٹھا کر رانا ہاؤس لے آئے اور پھر اس سپر ماسٹر سے معلوم ہوا کہ اسے یہ مشن کیرون کی ایک پرائیویٹ ایجنسی ریڈ روز کے چیف ڈیمرل نے دیا تھا۔ میں نے چیف کو رپورٹ دی تو چیف نے ریڈ روز کے اس ڈیمرل کی پارٹی کے بارے میں معلومات کرائیں تو معلوم ہوا کہ پلونم دھات کیرون نے لارڈ مائلو سے خریدی ہے اور انہیں خدشہ ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کے پیچھے آئے گی اس لئے انہوں نے اپنے انتظامات کے ساتھ ساتھ

ہمارے خلاف ریڈ روز کو بھی ہائر کر لیا‘‘...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

‘‘عمران صاحب۔ اصل بات بتائیں کہ دھات کہاں ہے‘‘۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

‘‘اصل بات بتائی تو ہے کہ پلونم دھات کیرون میں ہے‘‘۔ عمران نے جواب دیا۔

‘‘کیرون خاصا بڑا ملک ہے۔ اس میں ایک سائنسی لیبارٹری تو نہیں ہو گی۔ لامحالہ ایک سے زیادہ ہی ہوں گی اور یہ دھات یقیناً کسی لیبارٹری میں بھجوائی گئی ہو گی اور یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ نے اس بارے میں معلومات حاصل نہ کی ہوں‘‘...... کیپٹن شکیل نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

‘‘تمہاری بات درست ہے۔ میں پہلے یہ معلوم کر لیا کرتا تھا اس لئے ہم سیدھے ٹارگٹ پر پہنچ جاتے تھے لیکن اب چونکہ میں لیڈر نہیں ہوں گا اور میں نے تم لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ اب میں محنت نہیں کروں گا، کارکردگی نہیں دکھاؤں گا اور میری جگہ تم کام کرو گے اس لئے میں نے اس سلسلے میں کام نہیں کیا۔ یہ اب تمہارا کام ہے کہ تم معلوم کرو کہ پلونم دھات کہاں ہے‘‘...... عمران نے صاف اور دوٹوک انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

‘‘ٹھیک ہے۔ ہم خود کام کر لیں گے‘‘...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران نے اس طرح گردن لٹکا لی جیسے جواری اپنی

آخری بازی بھی ہار بیٹھا ہو۔

''عمران صاحب۔ آپ تو اس طرح ہاتھ پیر چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں جیسے آپ کا ہم سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ ہمارا یہ مقصد نہیں تھا۔ آپ کام کریں اور ساتھ ساتھ ہم سے بھی کام لیں''...... صفدر نے کہا۔

''میں نے اب تک جو کام کرنا تھا وہ کر لیا اور تفصیل تمہیں بتا دی ورنہ تم پہلے لارڈ مائلو کے پیچھے کرانس جاتے اور جب تک وہاں سے معلومات حاصل کرتے تب تک پلونم دھات کو استعمال ہوئے بھی صدیاں گزر چکی ہوتیں اس لئے ٹائیگر نے یہ سارا کام آپ کی وجہ سے سرانجام دیا ہے۔ پھر اس ڈیمرل نے میری نگرانی کرا کر آ بیل مجھے مار والا کام کیا ہے۔ اس طرح ہمیں کنفرم ہو گیا کہ پلونم دھات کیرون میں ہے لیکن کہاں ہے یہ اب تم لوگوں نے معلوم کرنا ہے۔ بہرحال آج رات یا کل صبح جو بھی فلائٹ پہلے ملے گی ہم نے یورپی میک اپ میں کیرون کے ہمسایہ ملک جارجان جانا ہے اور اس کے دارالحکومت شانگر میں چیف کی طرف سے رہائش گاہ مہیا کی جائے گی۔ اس کے بعد آگے کیا ہوتا ہے یہ کل کے اخبار رقیب روسیاہ، اوہ سوری۔ رقیب روسفید میں پڑھنا پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

''تم بار بار طنزیہ انداز میں اس طرح بات کر رہے ہو جیسے ہم سکول جانے والے بچے ہیں اور تمہاری رہنمائی کے بغیر ہم کچھ نہیں

ر سکتے۔ تم نے ہمیں بریف کر دیا ہے تمہارا شکریہ۔ اب تم اپنے لیٹ پر جا سکتے ہو۔ تمہیں فلائٹ کے وقت سے آگاہ کر دیا جائے گا ورتم ایئر پورٹ پہنچ جانا''...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ اب تمہارے فلیٹ سے نکل جاؤں بلکہ ریادہ صحیح انداز میں کہ گٹ آؤٹ ہو جاؤں''...... عمران نے قدرے نصیلے لہجے میں کہا۔

''جولیا۔ کیا تمہارے دماغ پر کوئی اثر ہو گیا ہے۔ عمران صاحب مہمان ہیں اور تم میزبان۔ کیا کوئی میزبان اپنے مہمان سے اس انداز کی بات کرتا ہے''...... صالحہ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ آئی ایم سوری عمران۔ مجھے دراصل غصے میں خیال نہیں رہا تھا۔ آئی ایم رئیلی سوری۔ تم یہاں رہ سکتے ہو''...... جولیا نے انتہائی معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ شاید صالحہ کی بات سے اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے بطور میزبان اچھا سلوک نہیں کیا۔

''کیا ہمیشہ کے لئے''...... عمران نے بڑے رومانٹک موڈ میں کہا تو جولیا کا چہرہ شرم سے گلنار سا ہو گیا اور صالحہ جو ساتھ بیٹھی تھی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی اور جولیا اس کے اس انداز میں ہنسنے پر تیزی سے اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے چہرے کی لالی مزید بڑھ گئی تھی۔

''عمران صاحب۔ آپ نے جان بوجھ کر مس جولیا کو جذباتی کر دیا ہے تاکہ ہم مل کر کوئی لائحہ عمل طے نہ کر سکیں''...... صفدر نے

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ انتہائی خودغرض آدمی ہے۔ اسے صرف اپنی ذات عزیز ہے۔ باقی سب اس نے خواہ مخواہ کا ڈھونگ رچا رکھا ہے"...... تنویر نے یکلخت پھٹ پڑنے کے انداز میں کہا۔

"سوری۔ میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا اور بریفنگ بھی تمہاری کر دی گئی۔ اب تم خود اس پر غور کرو اور کوئی لائحہ عمل تیار کر لو۔ مشن کو ہر صورت میں کامیاب ہونا چاہئے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر باہر جانے لگا۔

"عمران صاحب۔ پلیز بیٹھیں"...... کیپٹن شکیل جو عمران کے ساتھ بیٹھا تھا، نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا کروں گا بیٹھ کر"...... عمران نے کہا۔

"آپ ہمیں مشورہ دیں گے۔ آپ ہماری رہنمائی کریں گے"۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہاں۔ ہمیں تمہارے مشورے کی ضرورت ہے"...... جولیا نے بھی واپس آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بلکہ میرا خیال ہے کہ لائحہ عمل عمران صاحب ہی تیار کریں۔ البتہ ہمیں بتا دیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"بات تو گھوم پھر کر وہیں آ گئی کہ سب کچھ عمران صاحب ہی کریں گے"...... صفدر نے کہا۔

"چلو تم بتاؤ کہ کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے"...... جولیا نے صفدر سے

ہا۔

"ہمیں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ہے کہ پلونم دھات کیرون ں کہاں موجود ہے تا کہ ٹارگٹ سامنے آ جائے"...... صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کیسے معلوم ہو گا"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہمیں وہاں کی وزارت سائنس کے کسی آدمی کو ساتھ ملانا ہو ا۔ ظاہر ہے سائنسی دھات ہے تو کسی سائنسی لیبارٹری میں بھی بھیجی ئی ہو گی اور اس کا پتہ وزارت سائنس سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے"...... صفدر نے جواب دیا۔

"لیکن ہمارا وہاں کوئی واقف تو نہیں ہے۔ پھر کیسے رابطہ ہو گا"...... صالحہ نے کہا۔

"ہم وہاں پہنچیں گے تو معلوم ہو گا۔ اب یہاں بیٹھے بیٹھے تو معلوم نہیں ہو سکتا"...... صفدر نے جواب دیا۔

"لیکن ہمیں تو پہلے جارجان کے دارالحکومت شانگر بھیجا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ"...... صالحہ نے کہا۔

"تا کہ ہم وہاں سے معلومات حاصل کر سکیں کہ کیرون میں ہمارے خلاف کیا ٹریپ بچھائے گئے ہیں ورنہ ہم پکے ہوئے پھلوں کی طرح ان کی گود میں جا گریں گے"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا کیرون میں کسی ایسی ایجنسی یا تنظیم سے رابطہ ہو جو اس بارے میں ہمیں معلومات مہیا کر

سکے۔ کیا تم میں سے کسی کا کسی ایجنسی یا تنظیم سے کوئی رابطہ ہے“...... جولیا نے کہا۔

”فی الحال تو نہیں ہے لیکن جارجان، کیرون کا ہمسایہ ملک ہے۔ وہاں یقیناً ایسے لوگ مل جائیں گے جو کیرون کے بارے میں معلومات مہیا کر سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ وہاں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا فارن ایجنٹ بھی موجود ہو گا جس نے رہائشی انتظامات کرنے ہیں۔ اس سے بھی مدد لی جا سکتی ہے“...... صفدر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر ہم تیاری شروع کر دیں۔ باقی باتیں وہاں پہنچ کر ہی ہوں گی“...... جولیا نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

ڈیرل اپنے آفس میں کام میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... ڈیرل نے کہا۔

”لوسانیہ کی کال ہے باس“...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”اوہ اچھا۔ کراؤ بات“...... ڈیرل نے چونک کر کہا۔

”ہیلو۔ لوسانیہ بول رہی ہوں“...... چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجے میں ہلکی سی بے تکلفی کا عنصر نمایاں تھا۔

”کب واپسی ہوئی ہے ایکریمیا سے“...... ڈیرل نے پوچھا۔

”آج ہی واپس آئی ہوں اور سب سے پہلے تمہیں فون کر رہی ہوں۔ میں تمہیں بہت مس کرتی رہی ہوں“...... لوسانیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہاں میرا بھی یہی حال تھا لیکن تمہارا کام بے حد اہم تھا اس لئے میں نے کوئی احتجاج نہیں کیا تھا۔ اب کیا موڈ ہے تمہارا"۔ ڈیمرل نے کہا۔

"موڈ۔ کیا مطلب۔ بس رات کا کوئی اچھا سا پروگرام بنا لو"۔ لوسانیہ نے کہا۔

"وہ تو ہو جائے گا۔ میں تو کام کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ مزید کام کرنے کا موڈ ہے یا ابھی چھٹیاں گزارو گی"...... ڈیمرل نے کہا۔

"کس کام کی بات کر رہے ہو"...... لوسانیہ نے چونک کر پوچھا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس سے مقابلہ آن پڑا ہے"...... ڈیمرل نے کہا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس سے۔ وہ مسخرے عمران اور اس کی ٹیم۔ اسی کی بات کر رہے ہو نا تم"...... لوسانیہ نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت نمایاں تھا۔

"ہاں۔ کسی بھی وقت یہ لوگ کیرون پہنچ سکتے ہیں یا ہو سکتا ہے کہ پہنچ بھی گئے ہوں۔ اگر تم کام کرنے پر آمادہ ہو تو میں تمہیں کام دے سکتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ کام تم کر لو گی"...... ڈیمرل نے کہا۔

"لیکن تمہارا ان سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے"...... لوسانیہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہاں میرے آفس میں آ جاؤ۔ پھر تفصیل سے بات ہو گی"۔ ڈیمرل نے کہا۔

"او کے۔ میں آ رہی ہوں"...... لوسانیہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈیمرل نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور اکہرے جسم کی نوجوان عورت اندر داخل ہوئی۔ اس نے جینز کی پینٹ اور گہرے سرخ رنگ کی شرٹ کے اوپر بلیک لیدر کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اس کے کانوں میں ٹاپس بھی نظر آ رہے تھے۔ مجموعی طور پر وہ مضبوط اور طاقتور شخصیت کی مالک نظر آ رہی تھی۔

"آؤ لوسانیہ۔ خوش آمدید"...... ڈیمرل نے اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو لوسانیہ نے بھی رسمی فقرے کہہ کر پرجوش انداز میں مصافحہ کیا اور پھر کاندھے سے لٹکا ہوا بیگ اتار کر اس نے میز پر رکھا اور خود بھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈیمرل نے انٹرکام کے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"میں نے کہہ دیا ہے آتے ہوئے"...... لوسانیہ نے کہا تو ڈیمرل بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہاری یہی تو خوبی ہے کہ ہر بات کا پیشگی خیال رکھتی ہو"۔ ڈیمرل نے ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے کہا۔

"اس تعریف کا شکریہ"...... لوسانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان لڑکی ٹرے اٹھائے اندر داخل

ہوئی۔ ٹرے میں شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے نہ صرف ایک ایک گلاس ان دونوں کے سامنے رکھا بلکہ بوتل کھول کر اس نے تھوڑی تھوڑی شراب دونوں گلاسوں میں ڈالی اور پھر ڈھکن بند کر کے بوتل وہیں رکھ کر خالی ٹرے اٹھائے وہ مڑی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

’’ہاں۔ اب بتاؤ کہ تمہارا کیا تعلق نکل آیا ہے پاکیشیا سے‘‘۔ لوسانیہ نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

’’پاکیشیا سے براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ طور پر پاکیشیا سیکرٹ سروس سے تعلق بن گیا ہے‘‘...... ڈیمرل نے شراب کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

’’کیسے۔ یہی تو پوچھ رہی ہوں‘‘...... لوسانیہ نے کہا۔

’’کرانس کے مائلو گروپ نے پاکیشیا اور بہادرستان کے سرحدی علاقے سے انتہائی نایاب سائنسی دھات پلونم حاصل کی اور اس دھات کو حکومت کیرون نے مائلو گروپ سے خرید لیا۔ پھر یہ معلوم ہوا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس دھات کو واپس حاصل کرنے کے لئے حرکت میں آ سکتی ہے۔ چنانچہ کیرون کی سرکاری ایجنسی کے چیف کرنل براؤن نے جس کے ساتھ میری ذاتی دوستی بھی ہے مجھے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کام کرنے کا مشن دیا جس کا آدھا معاوضہ میں نے وصول کر لیا ہے اور آدھا مشن کی کامیابی کے بعد وصول کروں گا‘‘...... ڈیمرل نے کہا۔

’’لیکن کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ دھات کیرون نے خریدی ہے کیونکہ مائلو گروپ اپنی ڈیل کو انتہائی خفیہ کھتا ہے اور لارڈ مائلو اور چند افراد کو ہی اس کا علم ہوتا ہے اور لارڈ ائلو تک پہنچنا ناممکن ہے‘‘...... لوسانیہ نے کہا۔

’’تو تمہیں لارڈ مائلو کے بارے میں تازہ کارروائی کا علم نہیں ہے‘‘...... ڈیمرل نے چونک کر کہا۔

’’تازہ کارروائی۔ کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے‘‘...... لوسانیہ نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’لارڈ مائلو کو ایک پاکیشیائی ایجنٹ نے اس کی محفوظ ترین پناہ گاہ زیرو ہاؤس میں گھس کر ہلاک کر دیا ہے اور ظاہر ہے اس سے پلونم دھات کے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئی ہوں گی۔ اب لارڈ مائلو کی جگہ اس کا نائب شیفرڈ گروپ کی کمان کر رہا ہے اور اب یہ مائلو گروپ نہیں بلکہ شیفرڈ گروپ کہلاتا ہے‘‘...... ڈیمرل نے کہا۔

’’اوہ۔ حیرت انگیز۔ یہ تو واقعی ناممکن کو ممکن بنا دیا گیا ہے‘‘۔ لوسانیہ نے کہا۔

’’اب اس پوائنٹ کو چھوڑو۔ اصل بات پر آؤ۔ کیا تم اس معاملے میں میرا ساتھ دے سکتی ہو یا ابھی آرام کرو گی‘‘...... ڈیمرل نے کہا۔

’’تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو‘‘...... لوسانیہ نے کہا۔

’’میرا مشن پاکیشیا سیکرٹ سروس کو یہاں کیرون پہنچنے پر ٹریس

کرنا اور پھر انہیں ہلاک کرنا ہے۔ اب تم خود بتاؤ کہ تم کیا کر سکتی ہو''...... ڈیمرل نے کہا۔

''تم نے اس سلسلے میں کوئی پلاننگ تو کی ہو گی''...... لوسانیہ نے کہا۔

''ہاں۔ کیرون میں داخلے کے دو راستے ہیں۔ ایک سڑک کا اور دوسرا بائی ایئر۔ چنانچہ ایئر پورٹ پر میرے آدمی موجود ہیں جن کے پاس میک اپ چیک کرنے والے خصوصی کیمرے ایم یو ہنڈرڈ ہیں۔ اس طرح سڑک کے راستے چیک پوسٹ پر بھی میرے آدمی موجود ہیں اور شہر میں بھی ایسی جگہوں پر جہاں بیرونی لوگوں کا زیادہ آنا جانا رہتا ہے ان کے آپس میں رابطے ہیں۔ مشکوک افراد اور خصوصاً گروپس کو چیک کیا جا رہا ہے''...... ڈیمرل نے کہا۔

''وہ دھات کہاں ہے''...... لوسانیہ نے پوچھا۔

''اس کا علم حکومت کو ہو گا۔ کیوں''...... ڈیمرل نے چونک کر پوچھا۔

''تمہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں تو علم ہے کہ یہ لوگ ادھر ادھر بھاگنے کی بجائے براہ راست ٹارگٹ پر حملہ کرتے ہیں اور ان کا ٹارگٹ نہ تم ہو اور نہ ہی سرکاری ایجنسی۔ ان کا ٹارگٹ یہ دھات ہے اس لئے وہ جیسے ہی یہاں آئے بہرحال ٹارگٹ پر پہنچیں گے۔ اگر ہمیں ٹارگٹ کا علم ہو جائے تو ہم اس ٹارگٹ کے گرد گھیرا ڈال کر آسانی سے انہیں ٹریس کر کے ہلاک کر سکتے

ہیں ورنہ کیرون بہت بڑا شہر ہے اور وہ لوگ تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں جن کا ایک آدمی لارڈ مائلو کو ہلاک کر سکتا ہے تو تم سوچو کہ وہ مل کر کیا نہیں کر سکتے''...... لوسانیہ نے کہا۔

''ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ میں نے کرنل براؤن سے اس بارے میں پوچھا تھا لیکن کرنل براؤن نے بتانے سے صاف انکار کر دیا تھا''...... ڈیمرل نے کہا۔

''اگر تم کہو تو میں اپنے طور پر معلوم کروں''...... لوسانیہ نے کہا۔

''تم کیسے معلوم کرو گی''...... ڈیمرل نے کہا۔

''تمہیں میری صلاحیتوں اور رابطوں کا تو بخوبی علم ہے''۔ لوسانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون کا رسیور اٹھانے سے پہلے سیٹ کے نچلے حصے میں موجود بٹن کو پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''یس۔ بلیو ہاؤس''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''لوسانیہ بول رہی ہوں۔ آرش سے بات کراؤ''...... لوسانیہ نے کہا۔

''میڈم تو ان دنوں یہاں نہیں ہوتیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لوسانیہ بے اختیار چونک پڑی۔

”کہاں ہوتی ہے“...... لوسانیہ نے بے اختیار پوچھا۔

”وہ کسی خصوصی مشن پر رچرڈ کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہیں لیکن کہاں ہیں اور کیا مشن ہے اس کا علم ہمیں نہیں ہے“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے“...... لوسانیہ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا بیگ اٹھا کر اس کی زپ کھولی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا لیکن جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے اپنے سامنے رکھا اور پھر زپ بند کر کے اس نے بیگ کو نیچے رکھ کر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی اور پھر اس نے اسے آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ لوسانیہ کالنگ۔ اوور“...... لوسانیہ نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”یس۔ آرش اٹنڈنگ یو۔ اوور“...... چند لمحوں بعد ہی ایک نسوانی آواز ٹرانسمیٹر سے سنائی دی۔

”میں آج ہی ایکریمیا سے واپس آئی ہوں۔ تم سے ملنے کے لئے بے حد دل چاہ رہا تھا۔ تمہارے سیکشن فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ تم رچرڈ کے ساتھ کسی خصوصی مشن پر ہو۔ کب فارغ ہو جاؤ گی۔ اوور“...... لوسانیہ نے کہا۔

”ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اڑھائی تین مہینے گزرنے کے بعد رہائی ملے گی۔ اوور“...... آرش نے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ بڑا طویل عرصہ ہے۔ تم ہو کہاں۔ چلو میں وہیں آ کر تم سے ملاقات کر لوں گی۔ اوور“...... لوسانیہ نے کہا۔

”سوری لوسانیہ۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ بہرحال ہوں میں کیرون میں ہی لیکن کہاں ہوں یہ ٹاپ سیکرٹ ہے۔ اوور“۔ آرش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ تم مجھ سے بھی اس طرح چھپا رہی ہو جیسے میں تمہاری مخالف ایجنٹ ہوں۔ نانسنس۔ اوور“...... لوسانیہ نے اس بار لہجے کو غصیلا بناتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مسئلہ نہیں ہے لوسانیہ بلکہ جن ایجنٹوں سے اس بار مقابلہ ہے وہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ اوور“...... آرش نے کہا۔

”کون ہیں وہ لوگ۔ مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری خاطر ان کا خود خاتمہ کر دوں گی۔ اوور“...... لوسانیہ نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا۔

”وہ دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹ ہیں“...... آرش نے کہا۔

”ارے کہیں۔ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کی بات تو نہیں کر رہی۔ ڈیرل نے بھی مجھے بتایا تھا کہ وہ بھی دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹس پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کام رہا ہے اور تم نے بھی انہیں دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹ کہا ہے۔ اوور“...... لوسانیہ نے کہا۔

”ہاں۔ یہی بات ہے۔ ڈیرل انہیں کیرون میں ٹریس کر کے گھیر لے گا جبکہ ہم اس سے علیحدہ رہ کر کام کر رہے ہیں۔ اوور“۔

آئرش نے کہا۔

''اوکے۔ پھر ملاقات ہو گی۔ وش یو گڈ لک۔ اوور اینڈ آل''۔ لوسانیہ نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

''تم نے کوشش تو بہت کی لیکن آئرش نے پلو نہیں پکڑنے دیا تمہیں''...... ڈیرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''دو باتیں سامنے آئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آئرش اور رچرڈ بھی اس مشن پر کام کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ دارالحکومت کیرون سے باہر کہیں موجود ہیں اور یقیناً جہاں وہ ہوں گے وہاں دھات بھی موجود ہو گی''...... لوسانیہ نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ وہ کسی لیبارٹری کی سیکورٹی کر رہے ہیں''...... ڈیرل نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اب اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آئرش کہاں موجود ہے تو وہی پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ٹارگٹ ہو گا''...... لوسانیہ نے کہا۔

''ویری گڈ لوسانیہ۔ واقعی تم بہترین صلاحیتوں کی مالک ہے۔ تمہارا تجزیہ درست اور بہترین ہے لیکن اصل مسئلہ تو پھر بھی رہ گیا''...... ڈیرل نے کہا۔

''ابھی معلوم ہو جائے گا۔ صرف دس ہزار ڈالر خرچ ہوں گے۔ کرو گے''...... لوسانیہ نے کہا۔

''دس ہزار ڈالر خرچ کرنے سے اگر یہ معلوم ہو جائے تو سودا

مہنگا نہیں''...... ڈیرل نے مسکراتے ہوئے کہا تو لوسانیہ نے سامنے رکھے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ فون ڈائریکٹ کرنے والا بٹن پہلے ہی پریسڈ تھا اس لئے لوسانیہ نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ سیٹلائٹ ٹریک سیکشن''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''بلیک ممبر نمبر ون فور فور لوسانیہ بول رہی ہوں۔ چیک کر لیں''۔ لوسانیہ نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

''ہیلو مس لوسانیہ''...... چند لمحوں بعد دوبارہ آواز سنائی دی۔

''یس''...... لوسانیہ نے کہا۔

''آپ اوکے ہیں۔ حکم فرمائیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''میری فریکونسی آپ کے پاس رجسٹرڈ ہے۔ میں نے کچھ دیر پہلے ایک اور فریکونسی پر کال کی ہے۔ وہ فریکونسی نوٹ کریں''۔ لوسانیہ نے کہا اور پھر اس نے آئرش کی فریکونسی بتا دی۔

''یس۔ نوٹ کر لی گئی ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''چیک کر کے بتائیں کہ میں نے جس فریکونسی پر کال کی ہے وہ کال کہاں رسیور کی گئی ہے''...... لوسانیہ نے کہا۔

''اوکے۔ دس منٹ بعد دوبارہ کال کریں''...... دوسری طرف

سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو لوسانیہ نے رسیور رکھ دیا۔

"ویری گڈ۔ تم تو بڑی ایڈوانس ایجنٹ بن گئی ہو۔ میرے تو ذہن میں بھی نہ تھا کہ ایسے بھی معلوم ہو سکتا ہے"...... ڈیمرل نے کہا تو لوسانیہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"جس قسم کے کیسز ایکریمیا مجھے دیتا ہے اس کے لئے ایڈوانس بننا ہی پڑتا ہے"...... لوسانیہ نے جواب دیا تو ڈیمرل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر دس منٹ بعد لوسانیہ نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"لوسانیہ بول رہی ہوں۔ کیا رپورٹ ہے"...... لوسانیہ نے کہا۔

"مس لوسانیہ۔ رسیونگ فریکونسی دوبارہ دوہرایئے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لوسانیہ نے دوبارہ آرش کی فریکونسی دوہرا دی۔

"اوکے۔ ایسا صرف کنفرمیشن کے لئے کیا جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق آپ کی کال ساران آئی لینڈ پر رسیو کی گئی ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ساران آئی لینڈ۔ یہی بتایا ہے نا"...... لوسانیہ نے کہا۔

"یس۔ مس لوسانیہ۔ آپ کو معلوم تو ہو گا کہ اس کی فیس دس ہزار ڈالر ہے جو آپ کے اکاؤنٹ میں درج کر دی گئی ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے۔ تھینک یو"...... لوسانیہ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"تو یہ دھات ساران آئی لینڈ میں ہے لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں ساران آئی لینڈ تو سرکاری ایجنسی کا ٹریننگ سنٹر ہے۔ وہاں کوئی لیبارٹری کیسے ہو سکتی ہے"...... ڈیمرل نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ایسا پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ڈاج دینے کے لئے کیا گیا ہے۔ وہ لیبارٹریاں تلاش کرتے رہیں گے جبکہ دھات ساران آئی لینڈ میں چھپا دی گئی ہے۔ یہاں کا کسی کو خیال تک نہیں آ سکتا"...... لوسانیہ نے کہا تو ڈیمرل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوکے۔ اب یہ تو طے ہو گا کہ پلونم دھات ساران آئی لینڈ میں موجود ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ کسی نہ کسی انداز میں معلومات حاصل کر لیتے ہیں اس لئے اگر انہیں معلومات مل گئیں تو وہ ساران آئی لینڈ پر حملہ کریں گے۔ رچرڈ اور آرش وہاں موجود ہیں۔ لامحالہ انہوں نے ساران آئی لینڈ پر مکمل حفاظتی انتظامات کر رکھے ہوں گے لیکن ہمیں کیا کرنا ہے۔ یہ بات ہم نے سوچنی ہے"...... لوسانیہ نے کہا۔

"دو صورتیں ہیں۔ ساران آئی لینڈ پہنچنے کے لئے لازماً یہ لانچ استعمال کریں گے اور لانچ انہیں گھاٹ سے مل سکتی ہے اور ساران آئی لینڈ پہنچنے کے لئے لازماً انہیں موراگ ٹاپو سے گزرنا ہو گا۔ اگر ہم موراگ ٹاپو پر پکٹنگ کر لیں تو ہم آسانی سے انہیں ہلاک کر سکتے ہیں"...... ڈیمرل نے کہا۔

"ہاں۔ یہ اچھی تجویز ہے۔ لامحالہ ساران آئی لینڈ کو نوگو ایریا

قرار دیا گیا ہو گا اور کوئی عام مسافر یا ماہی گیر وغیرہ ویسے بھی ادھر نہیں جا سکتے اس لئے جو لانچ ساران آئی لینڈ کی طرف جائے گی وہ لامحالہ پاکیشیائی ایجنٹوں کی ہو گی۔ اسے میزائل سے بھی اڑایا جا سکتا ہے اور ٹاپو کے قریب سے گزرنے پر اس پر فائرنگ بھی کی جا سکتی ہے‘‘...... لوسانیہ نے کہا۔

’’او کے۔ پھر یہی طے رہا۔ تم ٹاپو پر رہو گی میرے ساتھ یا نہیں‘‘۔ ڈیمرل نے کہا۔

’’میں تمہارے ساتھ وہاں رہوں گی۔ مشن بھی مکمل ہو جائے گا اور تفریح بھی ہو جائے گی اور رقم بھی مل جائے گی‘‘...... لوسانیہ نے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور ڈیمرل بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

عمران نے نظریں اٹھائیں تو اس کے لبوں پر بے اختیار سکراہٹ ابھر آئی کیونکہ کمرے میں باری باری جولیا، صالحہ، صفدر، یپٹن شکیل اور تنویر اس طرح داخل ہو رہے تھے جیسے کام چور بچے تاد کی طرف سے دی جانے والی سزا کے خوف سے سہمے ہوئے لاس روم میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور روں پر ہلکی سی شرمندگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

’’ارے۔ ارے۔ کیا ہوا۔ کیا کالونی میں کوئی جوان موت ہو گئی ہے‘‘...... عمران نے اٹھ کر پریشان سے لہجے میں کہا۔

’’عمران صاحب۔ ہم آپ سے شرمندہ ہیں‘‘...... صفدر نے کہا۔

’’شرمندہ ہوں تمہارے دشمن۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس پاکیشیا رٹ سروس کو عمران کے خون جگر سے پالا ہو وہ اس طرح شرمندہ ‘‘...... عمران نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

”ہم نے دو گھنٹے میٹنگ کے بعد حتمی فیصلہ کیا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس آپ کے بغیر صرف زیرو کا مجموعہ ہے۔ جب آپ ساتھ ہوتے ہیں تو پھر زیرو بھی طاقت پکڑ جاتا ہے ورنہ زیرو ہی رہ جاتا ہے“...... صفدر نے کہا۔ وہ سب اب عمران کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔

”آخر ہوا کیا ہے جو یکلخت ایسا انقلاب آ گیا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم نے فارن ایجنٹ گوسم کو ساتھ لے کر جارجان چھان مارا ہے لیکن کسی کو کیرون کی کسی لیبارٹری کا علم نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے اس بارے میں سنا ہے۔ ہم خراب ہونے کے بعد آخرکار بے نیل و مرام واپس آ گئے ہیں اور پھر ہم نے میٹنگ میں یہ طے کیا ہے کہ ہم آپ سے معافی مانگ لیں گے اور آئندہ آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کریں گے“...... صفدر نے کہا۔

”لیکن تم اکیلے ہی بولے چلے جا رہے ہو۔ باقی صاحبان وصاحبات کا کیا خیال ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم سب کی نمائندگی صفدر کر رہا ہے“...... جولیا نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”لیکن تنویر کی نمائندگی صفدر کیسے کر سکتا ہے“...... عمران نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم ہماری طرح صرف انسان نہیں ہو۔ تمہارے اندر یقیناً ماورائی صلاحیتیں موجود ہیں۔ جس طرح ہم نے بھرپور کوشش کی ہے اور جس طرح ہمیں ہر جگہ ناکامی ہوئی ہے اس نے ہمارے دماغوں کی چولیں ہلا دی ہیں۔ نجانے تم کس طرح ہر بات معلوم کر لیتے ہو اور تمہاری رہنمائی میں ہم ناک کی سیدھ میں مشن مکمل کرنے ٹارگٹ پر پہنچ جایا کرتے تھے“...... تنویر نے صفدر سے بھی زیادہ پرجوش لہجے میں کہا۔

”میرے اندر ایسی کوئی خاص صلاحیت نہیں ہے جو تمہارے اندر نہیں ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ میں انہیں ضرورت سے زیادہ استعمال کرتا ہوں جبکہ تم اسے سرے سے استعمال ہی نہیں کرتے۔ میری ان صلاحیتوں کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے سے تمہیں شکایت پیدا ہوئی ہے لیکن تم آگے ہی نہیں بڑھے اور تم نے انہیں استعمال ہی نہیں کیا تو گاڑی کس طرح آگے بڑھتی۔ بہرحال اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ میں کھڑا رہوں یا جاؤں“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”کیا مطلب۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کھڑا رہوں یا جاؤں کا کیا مطلب ہوا“...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ایک آدمی ایک محلے کی گلی سے گزر رہا تھا کہ اس نے دو عورتوں کو جو ایک دوسرے کی ہمسائیاں تھیں آپس میں لڑتے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے اس آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوسری سے کہا کہ یہ آدمی تمہارا شوہر ہوتا تو تمہیں سیدھا کر دیتا اور

پھر وہ دونوں اس آدمی کو بڑی شدومد سے ایک دوسرے کا شوہر بنانے پر تل گئیں اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد ان دونوں کی لڑائی ختم ہو گئی تو وہ جانے لگیں تو اس آدمی نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں کھڑا رہوں یا جاؤں۔ اب میں پوچھ رہا ہوں کہ ان عورتوں کی طرح تم مجھے لیڈر مانتے ہو یا میں جاؤں“...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”عمران صاحب۔ آپ ہمارے لیڈر ہیں اور وعدہ رہا کہ آئندہ آپ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی“...... سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

”پہلے تم مجھے تفصیل بتاؤ گے کہ آج سے چار روز پہلے تم مجھے اس کوٹھی تک محدود رہنے کا پابند کر کے گئے تھے اور میں تو ان چار دونوں میں بیٹھا ہجر و فراق کے گیت گاتا رہا لیکن تم نے کیا کیا“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفدر نے اسے تفصیل سے بتا دیا کہ انہوں نے کیرون کی وزارت سائنس سے لے کر سائنسی لیبارٹری کو سپلائی کرنے والے اداروں تک کی چھان بین کر لی ہے۔ کیرون میں صرف چار لیبارٹریاں ہیں لیکن یہ چاروں اس سطح کی نہیں ہیں کہ وہاں پلونم جیسی نایاب دھات استعمال ہو سکے۔ البتہ یہ اطلاع ملی ہے کہ ایک لیبارٹری زیر تعمیر ہے جس میں میزائل اور جدید ترین لڑاکا طیاروں پر کام ہو گا لیکن اس لیبارٹری کو ابھی مکمل ہونے میں کافی دیر ہے۔ اس کے بعد ہم نے کیرون کی سرکاری

تنظیم جسے ہاک آئی کہا جاتا ہے اور جس کا چیف کرنل براؤن ہے اس بارے میں معلومات حاصل کیں۔ حتمی طور پر یہی معلوم ہوا ہے کہ یہ تنظیم روٹین کے کاموں میں مصروف ہے اور انہیں پلونم دھات کے بارے میں علم نہیں ہے۔ آپ نے ریڈ روز کا نام لیا تھا جس کا چیف ڈیمرل ہے۔ اس کا کھوج لگایا تو پتہ چلا کہ ڈیمرل کیرون سے باہر گیا ہوا ہے اور یہ اطلاع بھی حتمی تھی۔ ہم نے کوشش کی کہ اگر ہماری نگرانی ہو رہی ہو تو ہم انہیں گھیر کر ان سے آگے بڑھنے کا راستہ تلاش کریں لیکن پورے دارالحکومت میں گھومنے کے باوجود حتیٰ کہ ہم بندرگاہ تک بھی ہو آئے ہیں لیکن سرے سے ہی کوئی نگرانی نہیں کی جا رہی تھی۔ آخرکار ہم تھک ہار کر واپس آ گئے ہیں۔ ہم نے اپنے طور پر وہ اقدام کر لیا ہے جو اقدامات ٹارگٹ کو متعین کرنے کے لئے آپ کرتے رہتے ہیں لیکن نتیجہ زیرو نکلا اور الٹا وقت ضائع ہوا“...... صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اب کیا پروگرام ہے۔ واپس چلیں اور مشن پر فاتحہ پڑھ لیں“...... عمران نے کہا۔

”یہ میں نے کب کہا ہے“...... صفدر نے قدرے فیصلے لہجے میں کہا۔

”سنو صفدر۔ تم مایوسی کی باتیں کر رہے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ مایوسی ناکامی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ مایوس ہو جانے والے لوگ نہ راہ عمل متعین کر سکتے ہیں اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اب آئندہ

میرے سامنے مایوسی کی بات کی تو میں چیف کو کال کر کے کہہ دوں گا اور پھر تم جانتے ہو کہ چیف مایوس اور ناکام لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ تم نے کام کیا ہے۔ میرے اندازے سے زیادہ کام کیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تمہیں راستہ نہیں مل سکا لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم ناکام ہو گئے ہو۔ تم نے آگے بڑھنا ہے اور ہر صورت میں بڑھنا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ بازو ٹوٹا ہوا آدمی کام کر سکتا ہے لیکن دل ٹوٹا ہوا آدمی کام نہیں کر سکتا“...... عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”ہم آپ کے شکر گزار ہیں عمران صاحب۔ ہم واقعی مایوس ہو گئے تھے لیکن اب نہیں ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے“...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے راستہ تو تلاش کر لیا تھا لیکن تم اس راستے پر آگے نہیں ڑھے ورنہ مشن مکمل کر کے واپس آتے“...... عمران نے کہا تو صفدر میت سب بے اختیار چونک پڑے۔

”کون سا راستہ“...... جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”کرنل براؤن نے ڈیمرل کو آگے کیا ہوا ہے اور بقول تمہارے یمرل کیرون سے باہر گیا ہوا ہے اور پورے کیرون میں تمہاری رانی نہیں کی جا رہی حالانکہ ڈیمرل نے پاکیشیا میں میری نگرانی رائی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈیمرل نے اپنے طور پر ہمیں یرنے کے لئے کوئی ٹارگٹ متعین کر لیا ہے اور یہی ٹارگٹ ایسا

ہے کہ اسے معلوم ہے کہ ہم نے بہرحال اس کا سراغ لگا کر وہاں پہنچ جانا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تمہارے بقول ایک لیبارٹری تیار ہو رہی ہے جس میں پلونم دھات استعمال ہو گی۔ اس کا مطلب ہے کہ پلونم دھات کسی سٹور میں یا کسی ایسی جگہ رکھی گئی ہو گئی جہاں پاکیشیا سیکرٹ سروس نہ پہنچ سکے اور وہ ہمارا ٹارگٹ ہو گا۔ ہمارا بھی اور ہمارے مخالفوں کا بھی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں پوری دنیا میں مشہور ہے کہ ان سے کوئی چیز چھپائی نہیں جا سکتی اس لئے اب ہم نے صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ یہ ٹارگٹ کون سا ہے۔ تم نے ڈیمرل کے بارے میں تفصیلات تو معلوم کی ہوں گی“۔ عمران نے کہا۔

”ہاں“...... صفدر نے جواب دیا اور پھر اس نے تفصیل بتا دی۔

”اس کی جگہ اس کا نمبر ٹو کون ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”فاسٹر اس کا نمبر ٹو ہے“...... صفدر نے جواب دیا۔

”اس کا فون نمبر کیا ہے“...... عمران نے پوچھا تو صفدر نے نمبر بتا دیئے۔

”کرنل براؤن کے بارے میں تم نے معلومات حاصل کی ہوں گی“...... عمران نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اس کا فون نمبر کیا ہے“...... عمران نے پوچھا تو صفدر نے نمبر بتا دیئے۔

”ٹھیک ہے۔ اب کوشش کرتے ہیں“...... عمران نے کہا اور

سامنے پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

"یس۔ انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی نسوانی آواز سنائی دی۔

"یہاں سے دارالحکومت کیرون کا رابطہ نمبر دیں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر ایک بار پھر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"یس"...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ایکریمیا سے ریڈ ایجنسی کا ڈاؤسن بول رہا ہوں۔ چیف کرنل براؤن سے بات کراؤ"...... عمران نے لہجہ بدل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ کرنل براؤن بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ڈاؤسن بول رہا ہوں کرنل براؤن"...... عمران نے قدرے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ تم نے فون کیا ہے۔ کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات"۔ کرنل براؤن کے لہجے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہیں فون کرنا تمہاری ہائی کمان کے کسی ضابطہ کے خلاف ہے"...... عمران نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ بات نہیں۔ تم نے چونکہ پہلے کبھی فون نہیں کیا تھا اس لئے میں حیران ہو رہا تھا"...... کرنل براؤن نے بھی ہنستے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تو شاید اب بھی فون نہ کرتا۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ جس چیز سے میری جان جاتی ہے وہ یہی فون ہے۔ لیکن ڈیمرل سے ایک ایمرجنسی کام آن پڑا ہے اور اس کے نمبر تو فاسٹر کا ایک ہی جواب ہے کہ ڈیمرل کیرون سے باہر گیا ہوا ہے۔ اس کے پاس اس کی کوئی ٹرانسمیٹر فریکونسی بھی نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید تمہارے پاس اس کی ٹرانسمیٹر فریکونسی ہو"...... عمران نے کہا۔

"فریکونسی تو مجھے معلوم ہے لیکن تمہیں اس سے کیا کام پڑ گیا ہے"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"اچھا۔ اب مجھے تمہارے سامنے وضاحت کرنا پڑے گی۔ تم ہاک آئی کے چیف ضرور بن گئے ہو لیکن میرے لئے وہ کرنل براؤن ہو پہلے جیسے۔ سمجھے"...... عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا تو کرنل براؤن بے اختیار ہنس پڑا۔

"ارے۔ ارے۔ یہی تمہاری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ معمولی سی بات پر ناراض ہو جاتے ہو۔ نوٹ کرو فریکونسی"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر ایک فریکونسی بتا دی گئی۔

"بے حد شکریہ۔ کب آ رہے ہو ایکریمیا"...... عمران نے کہا۔

''دیکھیں۔ شاید اسی مہینے آؤں'' ...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ گڈ بائی'' ...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر جیب سے اس نے ایک جدید ساخت کا وسیع رینج کا چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فریکونسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ ڈاؤسن کالنگ۔ اوور'' ...... عمران نے ڈاؤسن کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''یس۔ ڈیمرل بول رہا ہوں۔ تم نے میری فریکونسی کہاں سے لے لی۔ اوور'' ...... دوسری طرف سے ایک حیرت بھری آواز سنائی دی۔

''کرنل براؤن سے لی ہے کیونکہ میں نے تمہیں بار بار فون کیا لیکن تمہارے نمبر ٹو فاسٹر نے ہر بار یہی بتایا کہ تم کیرون سے باہر گئے ہوئے ہو لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ تم کہاں ہو۔ اوور'' ...... عمران نے ڈاؤسن کی آواز اور لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اسے معلوم نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں لیکن مسئلہ کیا ہے جو تم نے بار بار فون کئے۔ اوور'' ...... ڈیمرل نے کہا۔

''کیا ان دنوں تم فارغ نہیں ہو۔ اوور'' ...... عمران نے کہا۔

''ان دنوں نہیں۔ میرے پاس ایک اہم کام ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کھل کر بات کرو۔ اوور'' ...... ڈیمرل نے کہا۔

''تم اپنا فون نمبر بتا دو۔ میں فون پر بات کر لیتا ہوں۔ ٹرانسمیٹر

ں محفوظ نہیں ہوا کرتی۔ اوور'' ...... عمران نے کہا۔

''جہاں اس وقت میں موجود ہوں وہاں فون نہیں ہے۔ تم
سمیٹر پر ہی بات کر لو۔ اوور'' ...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ایکریمیا میں ایک روسیاہی ایجنٹ راکوف کو پکڑا گیا ہے۔ اس
ے بتایا ہے کہ روسیاہ کاسابا میں ایک اہم میزائل سٹار تیار کرا رہا
ہے جس سے روسیاہ براہ راست ایکریمیا کی اہم تنصیبات کو باآسانی
انہ بنا سکتا ہے۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ کاسابا میں ایکریمی ایجنٹ
ہ راست کام نہیں کر سکتے اس لئے حکومت کی خواہش ہے کہ کسی
ی پرائیویٹ ایجنسی کو ہائر کیا جائے جو وہاں کام کر کے حکومت
کریمیا کو اس میزائل سٹار کے بارے میں درست تفصیل مہیا کر
کے تاکہ ایکریمیا کاسابا کے گرد سرخ دائرہ ڈال دے اس لئے
رے ذہن میں تمہارا نام آیا تو میں نے سوچا کہ پہلے تم سے بات
رلوں۔ اگر تم فارغ ہو تو میں تمہارا نام کانفرنس میں پیش کر دوں۔
ور'' ...... عمران نے کہا۔

''کیا ابھی مشن پر کام کرنا ہے۔ اوور'' ...... ڈیمرل نے پوچھا۔

''ابھی تو اس کی تعمیر کا آغاز ہوا ہے۔ فوری مسئلہ نہیں ہے۔ دو
ار مہینوں کے اندر بہرحال کام کرنا ہو گا۔ اوور'' ...... عمران نے کہا۔

''پھر ٹھیک ہے۔ میں اس وقت جس مشن پر کام کر رہا ہوں اس
ں ایک دو ماہ لگ سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں فارغ ہوں گا۔
وور'' ...... ڈیمرل نے کہا۔

’’اوکے۔ پھر میں ریڈ روز کا نام کانفرنس میں پیش کر دیتا ہوں مجھے امید ہے کہ تمہیں کام مل جائے گا۔ اوور‘‘...... عمران نے کہا۔

’’اگر ایسا ہو جائے تو تمہاری مہربانی ہو گی۔ اوور‘‘...... ڈیمرل نے کہا۔

’’تم بے فکر رہو۔ تم مجھے جانتے تو ہو۔ اوکے۔ اوور اینڈ آل‘‘۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر وہ اس کے نچلے حصے میں موجود ایک سکرین کو غور سے دیکھنے لگا۔ سکرین پر مختلف رنگوں میں ہندسے اور لائنیں ابھر آئی تھیں۔ عمران نے میز پر موجود ایک پیڈ کو کھسکا کر اپنے سامنے کیا اور پھر جیب سے بال پوائنٹ نکالا اور سکرین کو دیکھ دیکھ کر اس نے کاغذ پر ہندسے لکھنے اور لائنیں ڈالنا شروع کر دیں۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر واپس جیب میں رکھ لیا۔

’’جولیا۔ تمہارے پاس کیرون کا نقشہ ہو گا۔ تم نے ایئر پورٹ سے خریدا تھا‘‘...... عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’ہاں۔ موجود ہے۔ میں لے آتی ہوں‘‘...... جولیا نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

’’عمران صاحب۔ یہ ڈاوسن کون ہے‘‘...... صفدر نے پوچھا۔

’’ریڈ ایجنسی کا چیف ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ڈاوسن، کرنل براؤن اور ڈیمرل تینوں اکٹھے ایک ایکریمین ایجنسی میں رہے ہیں اور ان تینوں کی تگڈم بڑی مشہور تھی۔ مجھے جب پاکیشیا میں معلوم ہوا ہ ڈیمرل نے میری نگرانی کرائی ہے اور پھر معلوم ہوا کہ کرنل اؤن کی آشیرباد پر وہ کام کر رہا تو میں نے چیف سے کہا کہ ان نوں کے بارے میں خصوصی رپورٹس مجھے دی جائیں لیکن چیف ڑی سے ایک قدم آگے چلنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس نے د فائل مجھے بھجوائی اس میں ڈاوسن، ڈیمرل اور کرنل براؤن کے رے میں خصوصی رپورٹس موجود تھیں۔ ڈاوسن کو میں ذاتی طور پر ہی جانتا ہوں۔ اس سے کئی بار ملاقات ہو چکی ہے اور ایک بین لاقوامی مشن میں ہم نے مل کر کام بھی کیا ہے اس لئے مجھے معلوم ہے کہ اس کی فطرت کیا ہے‘‘...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

’’آپ کی کامیابی کا راز بھی یہی ہے کہ آپ ایسی معلومات نہ مرف ذہن میں رکھتے ہیں بلکہ انہیں بروقت استعمال بھی کرتے ہیں‘‘...... صفدر نے کہا۔

’’عمران صاحب۔ اگر ڈیمرل یا کرنل براؤن نے ڈاوسن سے بات کر لی پھر۔ کیونکہ بہرحال دونوں ہی تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں‘‘۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

’’اول تو ہمارے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جس سے کوئی مشکوک ہو سکے۔ حتیٰ کہ میں نے ڈیمرل سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ ایسی کون سی جگہ پر موجود ہے جہاں فون بھی نہیں ہے اور اس نے ایک یا دو ماہ وہاں رہنا ہے اس لئے اسے شک نہیں پڑ سکتا۔ دوسری

بات یہ کہ ہمارے پیشے میں رسک بہرحال لینا ہی پڑتا ہے اور اگر بات کر بھی لے گا تو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ ہم بہر حال ا کی جگہ کو ٹریس کر لیں گے''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جہاں ڈیمرل موجود ہو وہیں ہمارا ٹارگٹ ہوگا''...... صالحہ نے کہا۔

''ابھی دیکھو رزلٹ کیا نکلتا ہے۔ پھر فیصلہ کریں گے کہ اس جگ کی کیا اہمیت ہے جہاں وہ موجود ہے''...... عمران نے جواب دیا او پھر جولیا ایک تہہ شدہ نقشہ ہاتھ میں اٹھائے واپس آ گئی۔ اس نے نقشہ کھول کر عمران کے سامنے میز پر رکھ دیا اور عمران نقشے پر جھک گیا اور پھر اس نے کاغذ پر لکھے ہوئے نقشے پر موجود طول و عرض ملا کر مخصوص نمبرز کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک وہ نقشے پر لکیریں ڈالتا رہا پھر ایک جگہ اس نے دائرہ لگا دیا۔

''یہ ہے وہ جگہ جہاں ٹرانسمیٹر کال رسیو کی گئی ہے''...... عمران نے دائرے والی جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کون سی جگہ ہے''...... سب نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ موراگ نامی ٹاپو ہے''...... عمران نے نقشے پر جھکتے ہوئے کہا۔

''ٹاپو پر ان کی موجودگی کا کیا مطلب ہوا''...... صفدر نے حیران ہوتے ہوئے کہا تو عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''رائل کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''ماسٹر آرتھر سے بات کراؤ۔ میں اس کا ایک گاہک بول رہا ہوں''۔ عمران نے مقامی لہجے میں کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ ماسٹر آرتھر بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''ماسٹر آرتھر۔ تمہارے بارے میں مجھے ٹپ شاگر کے جیرالڈ نے دی ہے۔ اس نے تمہیں فون بھی کیا ہو گا۔ میرا نام مائیکل ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ بولو۔ کیا چاہئے تمہیں''...... ماسٹر آرتھر نے جواب دیا۔

''ایک ٹاپو ہے موراگ۔ اس کے بارے میں کیا تفصیل ہے''۔ عمران نے پوچھا۔

''موراگ۔ وہ تو چھوٹا سا اور ویران سا ٹاپو ہے۔ ادھر تو ماہی گیر بھی نہیں جاتے کیونکہ وہ ماہی گیروں کے راستے میں بھی نہیں آتا۔ صرف ساران آئی لینڈ جانے والے اس کے قریب سے گزرتے ہیں''...... ماسٹر آرتھر نے جواب دیا۔

''ساران آئی لینڈ کون جاتا ہے۔ کیا سیاح جاتے ہیں''۔ عمران نے پوچھا۔

''نہیں۔ وہ آئی لینڈ سرکاری ایجنسی کی تحویل میں ہے اور وہاں

ان کی تربیتی مشقیں ہوتی رہتی ہیں''...... ماسٹر آرتھر نے جواب دیا۔

''کون سی سرکاری ایجنسی''...... عمران نے چونک پر پوچھا۔

''ایک ہی تو ایجنسی ہے ہاک آئی۔ جس کا چیف کرنل براؤن ہے''...... ماسٹر آرتھر نے جواب دیا۔

''وہاں مشقوں کا انچارج کون ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے البتہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ ہاک آئی کے بڑے ایجنٹ رچرڈ اور آئرش مستقل طور پر وہاں تھوڑے عرصے سے رہ رہے ہیں''...... ماسٹر آرتھر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''موراگ ٹاپو کے بارے میں معلومات نہیں ہیں تمہارے پاس کہ ان دنوں وہاں کون موجود ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ اس طرف کوئی جاتا ہی نہیں۔ ساران آئی لینڈ پر تو شراب اور دیگر سامان باقاعدگی سے سپلائی ہوتا ہے اس لئے وہاں کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے۔ موراگ میں تو کوئی مستقل طور پر نہیں رہتا''...... ماسٹر آرتھر نے جواب دیا۔

''اچھا۔ ایک اور آئی لینڈ ہے جس کا نام کیون ہے۔ یہاں کون رہتا ہے''...... عمران نے نقشے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ماہی گیروں کا جزیرہ ہے''...... ماسٹر آرتھر نے جواب دیا۔

''اوکے۔ شکریہ۔ آپ کو معاوضہ پہنچ جائے گا''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''اب تک کی معلومات کے مطابق موراگ ٹاپو پر ڈیرل موجود ہے جبکہ وہاں کوئی آدمی نہیں جاتا۔ وہاں فون بھی موجود نہیں ہو سکتا اور رچرڈ اور آئرش نامی ایجنٹس ساران آئی لینڈ پر موجود ہیں۔ اس سے کیا اندازہ لگاتے ہو تم''...... عمران نے کہا۔

''میرا خیال ہے عمران صاحب کہ پلونم دھات ساران آئی لینڈ پر موجود ہے اور رچرڈ اور آئرش اس کی حفاظت کر رہے ہیں جبکہ ڈیرل موراگ ٹاپو میں بیٹھ کر چیکنگ کر رہا ہے۔ اب اگر ہم ساران آئی لینڈ جائیں گے تو لامحالہ ہماری لانچ موراگ کے قریب سے گزرے گی اور ہمیں میزائل کے فائر سے ختم کیا جا سکتا ہے''۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

''گڈ شو۔ تم نے واقعی درست تجزیہ کیا ہے۔ یہی بات ہو سکتی ہے لیکن ہم نے یہ بات کنفرم کرنی ہے ورنہ ہمارا وقت ضائع ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''آپ کیسے کنفرم کریں گے۔ کیا کرنل براؤن کو دوبارہ فون کریں گے''...... صفدر نے کہا۔

''نہیں۔ یہ کنفرمیشن موراگ سے ہو گی۔ ڈیرل اور اس کے آدمیوں کو وہاں گھیرنا پڑے گا۔ وہی کنفرمیشن کر سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''لیکن ہمیں بہرحال وہاں لانچ پر جانا ہو گا اور لانچ کو دور سے چیک کر کے تباہ کیا جا سکتا ہے''...... جولیا نے کہا۔

''عمران صاحب۔ جس لانچ کا رخ موراگ یا ساران آئی لینڈ

کی طرف ہو گا اسے ہی چیک کیا جائے گا باقی ہر لانچ کو جو ماہی گیروں کے مخصوص راستوں پر چل رہی ہوں تو وہ چیک نہیں کر سکتے اور ہم یہ فاصلہ پانی کے اندر رہ کر بھی عبور کر سکتے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”ہمیں موراگ ٹاپو پر الجھنے کی بجائے ساران آئی لینڈ جانا چاہیئے۔ اگر وہاں دھات ہو گی تو پھر ٹھیک ورنہ معلومات تو بہرحال مل جائیں گی کہ دھات کہاں ہو سکتی ہے“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اگر دھات ساران آئی لینڈ یا موراگ ٹاپو میں سے کسی پر بھی رکھی گئی تو پھر اس کی حفاظت کا بھی انتظام انتہائی سخت کیا گیا ہوا گا۔ لامحالہ وہ ہر طرف سے چوکنا رہیں گے کیونکہ وہ عام مجرم نہیں ہیں بلکہ تربیت یافتہ اور منجھے ہوئے ایجنٹس ہیں“...... عمران نے کہا۔

”اب تم نے ٹارگٹ متعین کر دیا ہے۔ اب تم یہیں رہو۔ ہم جا کر مشن مکمل کر آتے ہیں“...... اچانک خاموش بیٹھے ہوئے تنویر نے کہا۔

”نہیں تنویر۔ ہمارے درمیان طے ہوا تھا کہ ہم اب اس ٹائپ کی بات نہیں کریں گے۔ ہم نے عمران کی سرکردگی میں کام کرنا ہے“...... جولیا نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تو پھر موراگ ٹاپو کو مجھ پر چھوڑ دو۔ میں وہاں ڈیمرل سے ب کچھ اگلوا لوں گا“......تنویر نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے عمران کہ تنویر اور میں موراگ کو کور کریں ر پھر تمہیں ٹرانسمیٹر پر کنفرم کر دیں کہ ساران میں کیا ہے اور کیا یں ہے“...... جولیا نے کہا تو تنویر کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن تم وہاں جاؤ گے لیے“......عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں مس جولیا۔ ہم نے یہ بھی طے کیا تھا کہ ہم سب مل کر کام کریں گے“......صفدر نے کہا اور پھر کیپٹن شکیل اور صالحہ نے بھی س کی تائید کر دی۔

”یہ تو پھر وہی کھچڑی پکنا شروع ہو گئی“......تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کھچڑی نہیں دلیہ۔ بہرحال اب یہ بات طے ہو گئی ہے کہ ہم نے موراگ ٹاپو اور ساران آئی لینڈ کو چیک کرنا ہے اور ضروری نہیں کہ یہ کام ہم عام لانچ کے ذریعے کریں۔ ہم نیوی کی لانچ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس ماسٹر آرتھر کے ذریعے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کے ہاتھ بے حد لمبے ہیں“......عمران نے کہا تو سب اچھل پڑے۔

”اوہ۔ پھر تو مسئلہ ہی حل ہو جائے گا۔ نیوی کی لانچ کو وہ فوراً تباہ نہیں کر سکتے“...... صفدر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

موراگ ٹاپو پر درختوں اور جھاڑیوں کی کثرت تھی۔ پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ بھی تھا۔ اس چشمے کے ساتھ ہی تین خیمے لگے ہوئے تھے جن میں سے ایک خیمے کے باہر فولڈنگ کرسیوں پر ڈیرل اور لوسانیہ بیٹھے شراب سپ کرنے میں مصروف تھے جبکہ باقی خیموں میں ان کے ساتھی تھے جن کی تعداد چھ تھی۔ ان میں سے تین اس ٹاپو سے دوربینوں کی مدد سے چیکنگ میں مصروف تھے۔ ڈیرل لوسانیہ اور اس کے ساتھیوں کو یہاں آئے ہوئے چھ روز سے زائد گزر گئے تھے لیکن اس دوران ایک بھی لانچ ادھر نہ آئی تھی حالانکہ وہ دن کو دوربینوں اور رات کو نائٹ ٹیلی سکوپس سے نگرانی کرتے تھے۔ تین ساتھی رات کو نگرانی کرتے تھے جبکہ تین دن کے وقت۔

''میں تو اب یہاں بور ہو گئی ہوں ڈیرل''...... لوسانیہ نے کہا۔

''ابھی سے۔ ابھی تو شاید دو ماہ اور یہاں گزارنے پڑیں''۔

ڈیرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ہم وہاں شاران آئی لینڈ چلے جائیں۔ وہاں رچرڈ اور آئرش سے گپ شپ تو رہے گی اور حفاظت بھی اچھے اند میں ہو سکے گی''...... لوسانیہ نے کہا۔

''باس۔ لانچ آ رہی ہے''...... اچانک دور سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو وہ دونوں بے اختیار اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

''آؤ۔ شاید تمہاری دعا سن لی گئی ہے''...... ڈیرل نے کہا اور پھر وہ دونوں ہی اس طرف کو دوڑ پڑے جہاں سے انہیں آواز سنائی دی تھی۔ دوربینیں ان کے گلے میں تسموں کی مدد سے لٹک رہی تھیں کیونکہ وہ بھی موڈ آنے پر دوربینوں سے دن کے وقت چیکنگ کرتے رہتے تھے۔

''کہاں ہے لانچ''...... ڈیرل نے کنارے پر موجود ایک آدمی کے پاس پہنچتے ہوئے کہا۔

''وہ دیکھیں۔ سامنے۔ ابھی کافی دور ہے لیکن ہے لانچ ہی''۔ اس آدمی نے کہا تو ڈیرل نے دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ اسی لمحے لوسانیہ بھی وہاں پہنچ گئی۔ اس نے بھی دوربین آنکھوں سے لگا لی۔

''ہاں۔ یہ واقعی لانچ ہے لیکن بڑی لانچ ہے اور اس کا رخ بھی ہماری طرف ہی ہے''...... ڈیرل نے کہا۔

''یہ تو نیوی کی لانچ ہے''...... اچانک لوسانیہ نے کہا تو ڈیرل

بے اختیار چونک پڑا۔

"نیوی کی لانچ"...... ڈیمرل نے کہا اور غور سے ٹاپو کی طرف بڑھتے ہوئے دھبے کو دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ واقعی یہ نیوی کی لانچ ہے۔ لیکن یہ یہاں کیوں آ رہی ہے"...... ڈیمرل نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں یہ روٹین کا راؤنڈ لگا رہے ہیں"...... لوسانیہ نے کہا۔

"ویری بیڈ۔ یہاں تو انتہائی حساس اسلحہ موجود ہے۔ ایسا اسلحہ جس کا عام استعمال ممنوع ہے"...... ڈیمرل نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تم فوراً اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ حساس اسلحہ کہیں جھاڑیوں میں چھپا دیں۔ فوراً"...... لوسانیہ نے کہا تو ڈیمرل نے چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کو ہدایات دینی شروع کر دیں۔ وہ اس آدمی جس کی آواز سن کر یہ دونوں یہاں پہنچے تھے وہ بھی انہیں وہیں چھوڑ کر خیموں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"تم خاموش رہو ڈیمرل۔ میں انہیں خود ڈیل کر لوں گی"۔ لوسانیہ نے ڈیمرل سے مخاطب ہو کر کہا تو ڈیمرل نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ لوسانیہ کے فوج کے ہر شعبہ کے اعلیٰ افسروں سے تعلقات ہیں۔ لانچ تیزی سے ٹاپو کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔ اب انہیں لانچ پر لہراتا ہوا نیوی کا مخصوص جھنڈا نظر

آنے لگ گیا تھا۔ پہلے انہوں نے اس جھنڈے کے گہرے رنگ کو ہی دیکھ کر اندازہ لگایا تھا کہ یہ نیوی کی لانچ ہے لیکن اب لانچ پر لکھے ہوئے بڑے بڑے الفاظ بھی پڑھے جا رہے تھے۔ پھر لانچ ابھی ٹاپو سے کچھ فاصلے پر تھی کہ اس کا مخصوص ہارن بج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی رفتار بھی کم ہو گئی۔

"انہیں باقاعدہ ہمارے بارے میں اطلاع تو نہیں دی گئی"۔ ڈیمرل نے کہا۔

"تم بے فکر رہو۔ میں سب ڈیل کر لوں گی"...... لوسانیہ نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے تا کہ بالکل کنارے پر جا کر ہاتھ لہرا کر اس کے ہارن کا جواب دے سکیں اور ڈیمرل نے بھی اس کی پیروی کی۔ ان کے کنارے پر پہنچ کر ہاتھ لہرانے سے لانچ کا ہارن خاموش ہو گیا اور لانچ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی آخرکار کنارے کے ساتھ لگ گئی۔ اس کے ساتھ ہی لانچ میں موجود نیوی کے تین آفیسرز جن میں ایک عورت بھی تھی اچھل کر ٹاپو پر آ گئے جبکہ لانچ میں ایک عورت اور دو مرد آفیسرز موجود تھے جن میں سے ایک لانچ کا کیپٹن تھا۔ ان سب کے جسموں پر نیوی کی مخصوص یونیفارم موجود تھی۔

"میرا نام روبن ہے اور میں این سی کرائم سیکشن کا فرسٹ آفیسر ہوں۔ یہ میرے اسسٹنٹ ہیں مس جنیڈا اور مسٹر میک"۔ سب سے پہلے ٹاپو پر آنے والے مرد نے لوسانیہ اور ڈیمرل کے

قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ اعتماد نمایاں تھا۔

"میرا نام لوسانیہ ہے اور یہ میرے دوست ڈیمرل ہیں۔ ہم یہاں کیمپنگ کے لئے آئے ہیں"...... لوسانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"سوری۔ ڈیوٹی کے دوران ہمیں مصافحہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ کے شناختی کاغذات تو ہوں گے۔ پلیز ہمیں وہ دکھا دیں"...... آفیسر روبن نے خشک لہجے میں کہا تو لوسانیہ کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑ گیا۔ شاید یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ کسی مرد نے اس طرح اس کا ہاتھ جھٹکا ہوگا۔

"تمہارے سیکشن کا انچارج کون ہے"...... لوسانیہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں خود انچارج ہوں میڈم۔ آپ مجھے کاغذات دکھائیں"۔ روبن نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر نہ دکھائیں تو آپ کیا کریں گے"...... ڈیمرل نے پہلی بار ولتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔

"ہم آپ کو اپنے ساتھ ہیڈکوارٹر لے جائیں گے۔ وہاں تفصیلی نکوائری ہو گی کہ کہیں آپ کا تعلق سی کرائم کے کسی گروپ سے تو یں اور اگر آپ کاغذات دکھا دیں تو ہم اس ٹاپو کا سرسری راؤنڈ ا کر واپس چلے جائیں گے۔ ہم آپ کی کیمپنگ میں کسی قسم کی اخلت نہیں کرنا چاہتے۔ ہم صرف تسلی کرنا چاہتے ہیں کہ آپ

ریف اور معزز شہری ہیں"...... روبن نے باقاعدہ تقریر کرتے وئے کہا۔

"اوکے۔ آیئے ہمارے ساتھ"...... ڈیمرل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ مڑ گیا۔

"آپ کاغذات یہیں لے آئیں ورنہ قانون کے مطابق لانچ میں موجود باقی افراد کو بھی ہمارے ساتھ اندر آگے جانا ہو گا"۔ روبن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم یہیں رکو۔ میں لے آتا ہوں"...... ڈیمرل نے کہا اور واپس مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا درختوں میں غائب ہو گیا۔

"مس لوسانیہ۔ کیا آپ میری بات سنیں گی"...... روبن کے ساتھ کھڑی عورت نے مسکراتے ہوئے لوسانیہ کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

"کون سی بات"...... لوسانیہ نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر شک وشبہ کی پرچھائیاں ابھرنے لگی تھیں۔

"میں آپ کے اس خوبصورت اور انتہائی پرکشش جسمانی تناسب کا راز معلوم کرنا چاہتی ہوں"...... مس جنیڈا نے آگے بڑھ کر قدرے سرگوشانہ لہجے میں کہا تو لوسانیہ کا ستا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

"لیکن تمہارے ساتھی نے تو میرا ہاتھ جھٹک دیا ہے۔ شاید وہ تمہارے ٹرانس میں ہے"...... لوسانیہ نے ایک طرف ہٹتے ہوئے

کہا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

''یہ ڈیوٹی کے دوران اسی طرح کٹھور بن جاتا ہے''...... جی
نے کہا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتیں روبن اور اس
ساتھی سے ہٹ کر ایک طرف چلی گئیں۔ اچانک جیڈا کے دونو
بازو بیک وقت حرکت میں آئے اور لوسانیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں خوفناک دھماکے ہوئے ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں آخری احساس یہی ہوا کہ اس کا پورا جسم کسی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا ہو اور پھر اس کا شعور گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جس طرح گہری تاریکی میں مدھم سی روشنی نموادار ہوتی ہے اسی طرح اس کے تاریک ذہن میں مدھم سی روشنی نمودار ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ پھیلتی چلی گئی۔ پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا، اس نے بے اختیار حرکت کرنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑی کہ اس کا جسم ایک رسی کی مدد سے ایک درخت کے تنے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ اس نے گردن گھمائی تو ساتھ ہی دوسرے درخت کے تنے سے ڈیمرل کا جسم بھی رسی سے بندھا ہوا تھا جبکہ سامنے وہی روبن اور اس کے دو ساتھی کھڑے تھے جن میں سے ایک وہی مس جیڈا تھی۔

''یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ تم لوگوں نے کیا کیا ہے''...... لوسانیہ نے لاشعوری طور پر بولتے ہوئے کہا لیکن سامنے کھڑے ہوئے ان لوگوں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو وہ سمجھ گئی کہ انہوں

نے دھوکہ کھایا ہے۔ یہ نیوی کے لوگ نہیں ہیں بلکہ دشمن ہیں جو اس بھیس میں یہاں پہنچے ہیں۔

''عمران صاحب۔ ٹاپو میں اور کوئی زندہ آدمی موجود نہیں ہے''۔ اچانک ایک آدمی نے سائیڈ سے نکل کر اس روبن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو لوسانیہ کے دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے۔ عمران کا نام سنتے ہی اس کے پورے جسم میں جیسے بجلی کی لہریں سی دوڑتی چلی گئیں اور ذہن میں دھماکے سے ہونے لگ گئے۔

''تم۔ تم عمران ہو۔ وہی پاکیشیائی عمران''...... لوسانیہ نے بے اختیار چیخنے کے انداز میں کہا تو سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے اور پھر وہ روبن جسے عمران کہا گیا تھا، قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب آ کر رک گیا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ تم ڈیمرل کی کوئی گرل فرینڈ ہو گی لیکن تمہاری اس بات نے ثابت کر دیا ہے کہ میں تمہیں غلط سمجھ رہا تھا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں ڈیمرل کی گرل فرینڈ ہی ہوں لیکن میں نے سنا ہے کہ ڈیمرل پاکیشیائی ایجنٹوں جس کا سربراہ عمران نامی آدمی ہے، کے خلاف کام کر رہا ہے اس لئے میں نے حیران ہو کر پوچھا تھا''۔ لوسانیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جولیا۔ اس کے عقب میں جا کر رسی کی گانٹھ چیک کرو۔ اس
عام عورت سمجھ کر عام سی گانٹھ تو نہیں لگائی گئی تھی''...... عمران

گردن موڑ کر اس جینڈا نامی عورت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے اب اس کا نام جولیا لیا تھا۔

’’میں نے ہی گانٹھ لگائی ہے۔ بے فکر رہو۔ یہ ساری عمر بھی کوشش کرتی رہے تو گانٹھ نہیں کھول سکے گی‘‘...... جولیا نے جواب دیا۔

’’ٹھیک ہے۔ اب اسے ہوش میں لے آؤ‘‘...... عمران نے ڈیمرل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو اس کا ایک ساتھی آگے بڑھا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر ڈیمرل کی ناک سے لگا دیا اور لوسانیہ اس بوتل کو دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ ڈیمرل کو کسی گیس کی مدد سے بے ہوش کیا گیا ہے اور یہ بات ذہن میں آتے ہی ساری گیم اس کے ذہن میں واضح ہو گئی۔ یہ لوگ نیوی کی لانچ پر سوار ہو کر اور نیوی کی یونیفارمز میں آئے اور اسی وجہ سے لوسانیہ اور ڈیمرل دونوں دھوکہ کھا گئے۔ ان کے ذہن میں بھی یہ تصور نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ ڈیمرل کو کاغذات لانے کے بہانے واپس بھیج دیا گیا تھا اور اس جینڈا نے اسے علیحدہ لے جا کر اس پر اچانک حملہ کر کے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس کے بعد چونکہ ان کے قریب کوئی موجود نہ رہا تھا اس لئے انہوں نے ٹاپو میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دی۔ اس طرح یمرل اور اس کے ساتھی بے ہوش ہو گئے اس لئے ڈیمرل کی ناک ے اینٹی گیس کی بوتل لگائی جا رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ڈیمرل نے

کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نظریں ساتھ ہی درخت سے بندھی لوسانیہ پر پڑیں تو اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

’’یہ پاکیشیائی عمران اور اس کے ساتھی ہیں ڈیمرل۔ ہم ان سے دھوکہ کھا گئے ہیں‘‘...... لوسانیہ نے اونچی آواز میں کہا تو ڈیمرل کے جسم کو جیسے جھٹکا سا لگا۔

’’تم ریڈ روز کے چیف ہو اور ایکریمیا اور یورپی ایجنسیوں کے تربیت یافتہ اور منجھے ہوئے ایجنٹ بھی ہو۔ اس کے باوجود تم ایک سرکاری ایجنسی کے پیچھے اپنی جوانی گنوانے پر تلے ہوئے ہو‘‘۔ سامنے کھڑے روبن نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

’’تم کون ہو۔ کیا واقعی تم ہی پاکیشیائی ایجنٹ عمران ہو‘‘۔ ڈیمرل نے غور سے روبن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ میں علی عمران ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں‘‘...... روبن نے کہا تو ڈیمرل نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

’’تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں موراگ میں ہوں۔ تمہیں کس نے بتایا ہے‘‘...... ڈیمرل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’تم نے خود‘‘...... عمران نے جواب دیا تو ڈیمرل کے ساتھ ساتھ لوسانیہ بھی بے اختیار چونک پڑی۔

’’میں ۔نے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو‘‘...... ڈیمرل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم نے ڈاؤسن کی ٹرانسمیٹر کال سنی تھی۔ ریڈ ایجنسی کے چیف اور تمہارے اور کرنل براؤن کے گہرے دوست ڈاؤسن کی''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مگر''...... ڈیمرل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ کال میں نے کی تھی اور پھر میں نے تمہاری کال رسیو کئے جانے پر حساب کتاب لگا کر معلوم کر لیا کہ تم نے یہ کال موراگ ٹاپو پر رسیو کی ہے تو میں سمجھ گیا کہ تم ساران آئی لینڈ کے تحفظ کے لئے یہاں موجود ہو اور چونکہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں حفاظت کے تم نے کیسے کیسے انتظامات کر رکھے ہوں گے اس لئے ہمیں نیوی کی یونیفارم پہن کر اور نیوی کی لانچ لے کر یہاں آنا پڑا اور تم نے نتیجہ دیکھ لیا''...... عمران نے کہا۔

''تم واقعی ایسے ہی ہو جیسے تمہارے بارے میں سنا گیا ہے۔ لوسانیہ بھی ایک پرائیویٹ ایجنسی کی چیف ہے اور ایکریمیا کی حکومت بھی اپنے الجھے ہوئے معاملات کے لئے اسے ہائر کرتی ہے لیکن ہم دونوں اپنی ذہانت اور تجربے کے باوجود تم سے شکست کھا گئے ہیں اس لئے بتاؤ کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو''...... ڈیمرل نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ کرنل براؤن نے تمہیں میرے خلاف اس لئے ہائر کیا ہے کہ ہم پلونم دھات تک نہ پہنچ سکیں جو ساران آئی لینڈ پر رکھی گئی ہے اور کیرون کی سرکاری ایجنسی ہاک آئی کا رچرڈ ور آرٹش دونوں سپر ایجنٹس وہاں اس دھات کی حفاظت کے لئے امور ہیں اس لئے ہم نے تم سے کچھ نہیں لینا اور تم ہمیں دے بھی کیا سکتے ہو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تمہارا یہ روپ وہاں نہیں چل سکتا۔ وہ سرکاری تنظیم ہے۔ وہ تمہاری لانچ کو ہی میزائلوں سے اڑا دیں گے''...... ڈیمرل نے کہا۔

''جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہمیں اصل فکر تمہاری رکاوٹ کی تھی وہ ہم نے دور کر دی ہے۔ یہاں موجود تمہارے تمام ساتھی ہلاک کر دیئے گئے ہیں اور اب تم دونوں یہاں زندہ موجود ہو۔ تم جانتے ہو کہ تمہارا کیا حشر ہو گا اور یہ سن لو کہ تمہارے بازوؤں کی معمولی سی حرکت مجھے بتا رہی ہے کہ تم اپنی پشت پر موجود رسی کی گانٹھ کھولنے کی کوشش میں مصروف ہو لیکن تمہارے تجربے کے پیش نظر میں نے پہلے ہی اپنے دو آدمی تم دونوں کی پشت پر مامور کئے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی تمہاری کوشش بارآور ہونے کے قریب ہو گی وہ بغیر مجھ سے پوچھے تمہیں گولی مار دیں گے۔ تم نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی راہ میں آنے کا فیصلہ کر کے اپنے آپ کو خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈال لیا ہے''...... عمران کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا تھا اور لوسانیہ کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے سردی کی لہر اس کے پورے جسم میں دوڑتی چلی گئی ہو۔ اسے عمران کے لہجے سے ہی سمجھ آ گئی تھی کہ چند لمحوں بعد ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

''سنو۔ پلیز میری بات سنو۔ اگر ہم تمہیں پلونم دھات تک پہنچنے

کا محفوظ اور آسان راستہ بتا دیں تو کیا تم ہماری جان بخشی کر سکتے ہو''...... لوسانیہ نے یکلخت چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو لوسانیہ۔ یہ پھر بھی ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے''...... ڈیمرل نے تیز لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ ایک ایجنٹ خواہ مخواہ دوسرے ایجنٹ کو ہلاک نہیں کرتا۔ تم خاموش رہو۔ مجھے بات کرنے دو''...... لوسانیہ نے تیز لہجے میں کہا۔

''لوسانیہ تم سے زیادہ عقل مند ہے ڈیمرل''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری بات کا جواب دو عمران۔ میں انتہائی خلوص کے ساتھ یہ بات کر رہی ہوں''...... لوسانیہ نے تیز لہجے میں کہا۔

''اگر واقعی یہ محفوظ راستہ ہوا تو میرا وعدہ ہے کہ تم دونوں کو زندہ رہنے دیا جائے گا''...... عمران نے کہا۔

''مجھے تمہارے وعدے پر اعتماد ہے۔ ساران آئی لینڈ پر جا کر میں دیکھ چکی ہوں کہ رچرڈ اور آئرش نے حفاظتی انتظامات پورے جزیرے پر کر رکھے ہیں۔ اونچے درختوں پر مضبوط مچانیں بنا کر وہاں اینٹی ایئر کرافٹ گنوں اور میزائل گنوں سے مسلح افراد موجود ہیں اور یہ مچانیں جزیرے کے چاروں طرف موجود ہیں۔ وہاں سے بیس بحری میل تک جزیرے کے چاروں طرف سمندر کے اندر بلیو نز نصب ہیں اس لئے کوئی لانچ یا کوئی تیراک حتیٰ کہ کوئی آبدوز

بھی جزیرے تک نہیں پہنچ سکتی لیکن اس کے باوجود ایک راستہ ایسا ہے جہاں سے اس جزیرے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ کسی کو علم تک نہ ہو سکے''...... لوسانیہ نے کہا۔

''کون سا راستہ ہے''...... عمران نے چونک کر پوچھا تو لوسانیہ نے اس کے لہجے میں اشتیاق کی لہر نمایاں طور پر محسوس کر لی۔

''مجھے اور ڈیمرل کو چھوڑ دو۔ پھر ہمیں ایک کھاڑی میں موجود اپنی لانچ پر واپس جانے دو۔ جانے سے پہلے میں کاغذ پر لکھ کر تمہیں سب کچھ بتا دوں گی''...... لوسانیہ نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ تم کسے محفوظ راستہ قرار دے رہی ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ ساران آئی لینڈ کا یہاں سے فاصلہ صرف تیس حری میل ہے اور دوربین کی مدد سے بھی اتنے فاصلے کو چیک نہیں کیا جا سکتا جبکہ بلیو لائنز بیس بحری میل تک نصب کی گئی ہیں اور تم نے مجھے بتانا ہے کہ بلیو لائنز میں ایک تکنیکی خرابی ہوتی ہے کہ یہ رف لوہا اور فولاد سے ٹکرانے پر کارآمد ہوتی ہے اس لئے لوہا یا لاد سے بنی ہوئی ہر چیز چاہے وہ لانچ ہو یا آبدوز اس سے ٹکراتے ا تباہ ہو جاتی ہے اور چونکہ تیراک نے بھی کنٹوپ پہنی ہوتی ہے س میں فولاد استعمال ہوتا ہے اس لئے وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔ ر ہم لکڑی کی کشتی استعمال کریں تو ہم خاموشی سے جزیرے تک نچ جائیں گے اور بلیو لائنز ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گی''...... عمران

نے مزے لے لے کر بولتے ہوئے کہا۔

''تم۔ تم کیا چیز ہو۔ تمہیں ہر بات کا پیشگی علم کیسے ہو جاتا ہے۔ میرا خیال تھا کہ اس بارے میں صرف مجھے معلوم ہے۔ مگر۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے''...... لوسانیہ نے انتہائی مایوسی کے عالم میں کہا۔

''یہ بتاؤ کہ پلونم دھات ساران آئی لینڈ میں کہاں رکھی گئی ہے''۔ عمران نے پوچھا۔

''اس کا علم صرف رچرڈ اور آرش کو ہے''...... لوسانیہ نے جواب دیا۔

''تم جھوٹ بول رہی ہو اور آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سچ بول دو ورنہ''...... عمران کا لہجہ ایک بار پھر سفاکانہ ہو گیا تھا۔

''یہ اس طرح نہیں بتائیں گے۔ جب تک ان کے ساتھ خصوصی سلوک نہ ہو گا''...... ساتھ کھڑی جولیا نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ ان پر تشدد کیا جائے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ ورنہ یہ اسی طرح ہمارا وقت ضائع کرتے رہیں گے''۔ جولیا نے کہا۔

''تمہیں معلوم تو ہے کہ ابھی رات ہونے میں کافی دیر ہے اور دوسری بات یہ کہ بہرحال یہ ایجنٹ ہیں اس لئے تشدد آخری حربہ تو ہو سکتا ہے ابتدائی نہیں''...... عمران نے جواب دیا۔ اسی لمحے لوسانیہ کو ایک خیال آ گیا۔

''سنو۔ تم شدید خطرے میں ہو۔ ساران آئی لینڈ کی مچانوں سے تمہاری نیوی کی لانچ کو یہاں آتے ہوئے چیک کر لیا گیا ہو گا اور اگر وہ واپس نہ گئی تو وہ چونک پڑیں گے اس لئے تم ہمیں ساتھ لے جاؤ اور پھر ہمیں ساحل پر چھوڑ کر خود لکڑی کی کشتی میں واپس آ جانا اور ساران میں داخل ہو جانا''...... لوسانیہ نے کہا۔

''ہمیں معلوم ہے کہ بلندی پر بیٹھے ہوئے آدمی کی آنکھوں کے ساتھ لگی ہوئی طاقتور دوربین کتنے فاصلے کو چیک کر سکتی ہے اور یہاں سے ساران آئی لینڈ کا فاصلہ بہرحال زیادہ ہے۔ تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ پلونم دھات کہاں رکھی گئی ہے لیکن یہ سن لو کہ مجھے سچ اور جھوٹ کے فرق کا اندازہ فوراً ہو جاتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہمیں واقعی نہیں معلوم''...... لوسانیہ نے کہا۔

''تو پھر تم ہمارے لئے بے کار ہو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل نظر آنے لگا اور اس کے چہرے کے اعصاب یکلخت پتھریلے ہو گئے۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتی ہوں۔ رک جاؤ''...... لوسانیہ نے لاشعوری طور پر چیختے ہوئے کہا۔

''بتاؤ اور یقین کرو میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''یہ۔ یہ نہیں چھوڑے گا۔ مت بتاؤ''...... یکلخت ڈیرل نے

چیختے ہوئے کہا تو تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی ڈیمرل کے حلق سے چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی۔

''مم۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ میں بتاتی ہوں۔ مجھے مت مارو''۔ لوسانیہ نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اس کا پورا جسم خوف سے بری طرح لرزنے لگ گیا تھا۔

''بولو۔ بتاؤ۔ لیکن جھوٹ مت بولنا''...... عمران کا لہجہ بھیڑیئے جیسے ہو گیا تھا۔

''اس کا سلنڈر انہوں نے زمین کھود کر گہرائی میں دفن کر رکھا ہے لیکن کہاں اس کا علم صرف رچرڈ اور آرٹش کو ہے اور کسی کو نہیں اور یہ کام انہوں نے کرنل براؤن کے حکم پر کیا ہے''۔ لوسانیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اس کا فقرہ ابھی مکمل ہی ہوا تھا کہ اسے ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوتا جیسے اس کا ذہن یکلخت کسی تیز رفتار لٹو کی طرح گھومنے لگ گیا ہو اور اس آخری احساس کے ساتھ ہی اس کا تیزی سے گھومتا ہوا ذہن یکلخت گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

رچرڈ اور آرٹش دونوں ایک عمارت کے اندر بنے ہوئے کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے بات چیت میں مصروف تھے کہ پاس پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو وہ دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ رچرڈ نے جلدی سے میز پر موجود جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس کا بٹن پریس کر دیا۔

''مشین روم سے راجر کالنگ باس۔ اوور''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''مشین روم سے۔ کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات ہے۔ اوور''۔ رچرڈ نے چونک کر پوچھا۔

''باس۔ موراگ ٹاپو پر کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ اوور''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوہ۔ اوہ۔ کیا ہوا ہے۔ جلدی بتاؤ۔ اوور''...... رچرڈ نے تیز

لہجے میں کہا۔

''وہاں نصب مشینری نے فائرنگ کی آواز نوٹ کی ہے باس۔ فائرنگ کا کاشن ملا ہے۔ ایس پی ایس کی طرف سے۔ اوور''۔ راجر نے کہا۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ واقعی کوئی گڑبڑ ہے۔ ہم آ رہے ہیں۔ اوور اینڈ آل''...... رچرڈ نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی آرش بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''موراگ پر تو ڈیرل، لوسانیہ اور ان کے ساتھی موجود ہیں۔ وہاں کیا ہو سکتا ہے''...... آرش نے کہا۔

''کچھ نہ کچھ بہرحال ہوا ہے۔ آؤ''...... رچرڈ نے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ساتھ ہی مشین روم تھا۔ وہاں دو بڑی مشینیں موجود تھیں۔ ایک طرف ایک کیبن بنا ہوا تھا جس میں انچارج راجر موجود تھا۔ رچرڈ اور آرش دونوں اس کیبن میں داخل ہوئے تو وہاں موجود لمبے قد اور اکہرے جسم کا مالک راجر ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا ہے راجر۔ کیا ہوا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''مشین نے کاشن دیا ہے موراگ میں فائرنگ کا باس۔ یہ دیکھیں''...... راجر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سامنے موجود بڑی مشین کے مختلف بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ سکرین جھماکے سے روشن ہوگئی اور پھر اس پر ایک نقشہ ابھر آیا جس میں کیرون اور اس کے ساتھ سمندر کے اندر جزیرے اور ٹاپو بھی دکھائے گئے تھے۔ پھر سکرین سمٹنے لگی اور اس کے ساتھ ہی ایک ٹاپو جس کے اوپر موراگ کا لفظ لکھا ہوا تھا قریب نظر آنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی یکلخت اس ٹاپو کا دائرہ یکلخت سرخ شعلوں میں لپٹتا نظر آیا۔ یہ شعلے پانچ چھ بار لپکتے نظر آئے اور اس کے بعد سکرین نارمل ہوگئی۔

''یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''نہیں باس۔ یہ سسٹم بھی وہاں اس لئے نصب کیا گیا تھا کہ وہاں اگر کوئی اسلحہ استعمال کیا جائے تو ہمیں اطلاع مل سکے۔ البتہ وہاں زیرو مائینس بھی موجود ہے۔ اس کی مدد سے وہاں بے ہوشی کی گیس فائر کی جا سکتی ہے''...... راجر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کر دو فائر یہ گیس۔ ہمیں وہاں مکمل چیکنگ کرنا ہو گی۔ یہ گڑبڑ ہمارے لئے خطرناک بھی ہو سکتی ہے''...... رچرڈ نے کہا تو راجر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مشین کے چند مزید بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے ساتھ ہی سکرین پر ٹاپو کی نشاندہی کرنے والا دائرہ یکلخت نیلے رنگ کا ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ یہ نیلا رنگ ہلکا ہوتا چلا گیا اور ایک منٹ بعد سکرین دوبارہ نارمل ہو گئی۔

''باس۔ اس وقت پورے ٹاپو پر ہر جاندار بے ہوش ہو چکا ہے''۔ راجر نے کہا۔

''ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ مجھے خود وہاں جانا ہوگا۔ آؤ آرش''۔ رچرڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''گیس کے اثرات تو ہمارے وہاں پہنچنے تک ختم ہو چکے ہوں گے''...... آرش نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''میڈم۔ یہ انتہائی زود اثر گیس ہے لیکن جس قدر تیزی سے پھیلتی ہے اور اثر کرتی ہے اتنی ہی تیزی سے ہوا میں شامل ہو کر معدوم ہو جاتی ہے۔ آپ نے سکرین پر دیکھا گہرا نیلا رنگ اس کے فائر ہونے کا وقت تھا پھر آہستہ آہستہ معدوم ہو گیا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جب کلر ختم ہو گیا تو اس کے اثرات بھی ختم''۔ راجر نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم نے یہ انتظامات وہاں کیوں کرائے تھے رچرڈ''۔ مشین روم سے باہر نکلتے ہوئے آرش نے پوچھا۔

''مجھے معلوم ہے کہ وہاں ڈیرل اور لوسانیہ اپنے ساتھیوں سمیت موجود ہیں لیکن ان کے آنے سے پہلے یہ ٹاپو بالکل ویران تھا اور مجھے خدشہ تھا کہ وہاں سے کوئی بھی حربہ ساران پر استعمال ہو سکتا ہے۔ فاصلہ چونکہ زیادہ تھا اس لئے وہاں اور کوئی انتظام نہ ہو سکتا تھا کہ وہاں ہونے والے واقعات کو ہم یہاں سکرین پر دیکھ سکیں اس لئے میں نے وائرلیس سے چلنے والے ایسے سسٹم اور زیرو

مائینس آلات وہاں نصب کرائے تھے تاکہ کسی بھی گڑبڑ کی صورت میں ہم وہاں بے ہوشی کی گیس فائر کر کے پھر وہاں خود جا کر اطمینان سے جائزہ لے سکیں''...... رچرڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ وہ اب عمارت کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے جبکہ باہر وسیع و عریض میدان تھا جہاں ان کا خصوصی ساخت کا گن شپ ہیلی کاپٹر بھی موجود تھا۔

''لیکن وہاں گڑبڑ ہو کیا سکتی ہے''...... آرش نے کہا۔

''یہی تو چیک کرنے جا رہے ہیں''...... رچرڈ نے جواب دیا اور پھر وہ ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ رچرڈ نے ادھر ادھر دیکھا تو اندر سے ایک آدمی تقریباً بھاگتا ہوا ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔

''سوری سر۔ میں واش روم گیا تھا''...... آنے والے نے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ یہ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا۔

''کوئی بات نہیں''...... رچرڈ نے کہا اور پھر وہ اور آرش دونوں اندر سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ پائلٹ نے سر پر کنٹوپ پہنا اور چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں تیزی سے اٹھا اور پھر گھوم کر موراگ ٹاپو کی طرف بڑھتا چلا گیا کیونکہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھتے ہی رچرڈ نے پائلٹ کو موراگ ٹاپو چلنے کا کہہ دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر موراگ ٹاپو کے اوپر معلق ہو چکا تھا۔ رچرڈ نے دوربین کی مدد سے نیچے چیک کرنے کی کوشش کی لیکن درختوں کی کثرت کی وجہ سے نیچے کچھ نظر

نہ آ رہا تھا۔

”اسے نیچے کسی کھلی جگہ پر اتار دو“...... رچرڈ نے کہا تو پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو ٹاپو کے جنوبی حصے میں اتار دیا۔ یہاں درختوں کی اتنی کثرت نہ تھی جتنی ٹاپو کے دوسرے حصوں میں تھی۔ چونکہ رچرڈ اور آرش دونوں کو معلوم تھا کہ یہاں موجود افراد بے ہوش پڑے ہوں گے اور جس گیس سے انہیں بے ہوش کیا گیا ہے اس کے اثرات دس گھنٹوں سے پہلے ختم نہیں ہو سکتے تھے اس لئے وہ ہر طرح سے مطمئن تھے۔ دونوں ہیلی کاپٹر سے نیچے اترے اور پھر اس طرف کو بڑھتے چلے گئے جدھر ڈیمرل اور لوسانیہ نے کیمپنگ کر رکھی تھی۔

”ارے۔ یہ کیا۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا“...... یکلخت رچرڈ نے چیختے ہوئے کہا کیونکہ سامنے ہی جھاڑیوں میں ڈیمرل کے ایک ساتھی کی لاش پڑی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے سینے میں گولی ماری گئی تھی۔

”یہاں تو قتل و غارت ہوئی ہے“...... رچرڈ نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ فائرنگ کسی پر تو کی گئی ہو گی لیکن کس نے کی۔ اس لاش سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسے مرے ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے“...... آرش نے کہا۔

”جس ایریئے میں یہ لاش ہے یہاں فائرنگ والا سسٹم موجود نہیں ہے۔ سسٹم مرکزی ایریئے میں ہے۔ سائیڈوں پر نہیں ہے اس لئے یہاں ہونے والی فائرنگ کے بارے میں ہمیں وہاں ساران میں اطلاع نہیں مل سکتی“...... رچرڈ نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھتے چلے گئے اور پھر ان کے قدم خیموں کے قریب ٹاپو کے مرکزی حصے میں جا کر تھم گئے۔ ان کی آنکھیں سرچ لائٹوں کی طرح اپنے حلقوں میں گھوم رہی تھیں۔ سامنے درختوں کے تنوں سے ڈیمرل اور لوسانیہ بندھے ہوئے نظر آ رہے تھے جن میں سے ڈیمرل کے سینے میں گولیوں کے نشانات واضح تھے۔ البتہ لوسانیہ صرف بے ہوش تھی جبکہ اس کے سامنے زمین پر دو مرد اور ایک عورت جن کے جسموں پر نیوی کی یونیفارم تھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو خاصی گڑبڑ ہے۔ نیوی یہاں کہاں سے آ گئی اور یہ ڈیمرل کو کس نے ہلاک کیا ہے اور لوسانیہ کو کیوں باندھا گیا ہے“...... رچرڈ نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میرے خیال میں ڈیمرل پر ہونے والی فائرنگ ہماری ساران مشین پر چیک ہوئی ہے“...... آرش نے کہا۔

”ہاں۔ یہ مرکزی ایریا ہے۔ یہاں سسٹم کام کر رہا تھا۔ تم جا کر پائلٹ سے اینٹی گیس کی بوتل لے آؤ۔ وہ ہیلی کاپٹر میں ہی پڑی ہے تاکہ لوسانیہ کو ہوش میں لا کر اس سے واقعات معلوم کئے جا سکیں“...... رچرڈ نے کہا تو آرش سر ہلاتی ہوئی مڑی اور تیزی سے دوڑتی ہوئی واپس اس علاقے کی طرف بڑھتی چلی گئی جدھر ہیلی کاپٹر موجود تھا جبکہ رچرڈ ادھر ادھر چیکنگ کرنے لگا۔ اس نے وہاں خیموں میں پڑی ہوئی چار لاشیں بھی دیکھ لیں۔

"یہاں تو پہلے قتل عام کیا گیا ہے۔ ان لاشوں کو بھی گولیاں ماری گئی ہیں لیکن ان پر یہ فائرنگ خیموں کے اندر کی گئی تھی اس لئے سسٹم اسے کور نہیں کر سکا تھا کیونکہ یہ لاشیں بتا رہی ہیں کہ انہیں ڈیمرل سے کافی پہلے ہلاک کیا گیا ہے"...... رچرڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ جب واپس اس جگہ پہنچا جہاں ڈیمرل کی لاش اور لوسانیہ موجود تھی تو چند لمحوں بعد ہی آرش دوڑتی ہوئی واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں لمبی گردن والی بوتل موجود تھی۔

"ٹھہرو۔ پہلے لوسانیہ کی رسیاں کھول دوں۔ پھر اسے ہوش میں لے آئیں گے"...... رچرڈ نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے لوسانیہ کے عقب میں جا کر گانٹھ کھول دی جبکہ سامنے موجود آرش نے رسیاں کھلنے پر بے ہوش لوسانیہ کو دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر اسے نیچے زمین پر لٹا دیا۔

"میرے خیال میں اسے خیمے میں لے چلیں"...... آرش نے کہا۔

"ہاں۔ وہاں زیادہ بہتر ہے۔ یہ باقی لوگ تو ابھی ہوش میں آ ہی نہیں سکتے"...... رچرڈ نے کہا اور پھر اس نے جھک کر بے ہوش لوسانیہ کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور خیمے کی طرف بڑھنے لگا۔

"تمہیں شاید لوسانیہ بہت پسند ہے"...... عقب میں چلتی ہوئی آرش نے اچانک کہا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔ کیا مطلب"...... رچرڈ نے قدرے غصیلے

لہجے میں کہا۔

"اگر لوسانیہ تمہیں پسند نہ ہوتی تو تم اس طرح جھپٹ کر اسے کبھی نہ اٹھاتے۔ ٹھیک ہے۔ بھنورا تو بہرحال بھنورا ہی ہوتا ہے"۔ آرش نے کہا تو رچرڈ بے اختیار ہنس پڑا۔

"ساری دنیا کی عورتیں ان معاملات میں ایک جیسی ہی سوچ رکھتی ہیں۔ پسند ناپسند کا یہاں کیا جواز ہے۔ ویسے بھی لوسانیہ انکار کرنے والی عورتوں میں سے نہیں ہے۔ یہ تو ہر وقت سراپا اقرار بنی رہتی ہے"...... رچرڈ نے ایک خیمے میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس نے نیچے بچھی ہوئی دری پر لوسانیہ کو لٹا دیا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ"...... رچرڈ نے مڑ کر آرش سے کہا تو آرش نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کا ڈھکن کھولا اور اسے ہٹا کر اس نے جھک کر بوتل کا دہانہ دری پر پڑی ہوئی لوسانیہ کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور پھر اس پر ڈھکن لگا کر اس نے اسے اپنی جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ چند لمحوں بعد لوسانیہ کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونا شروع ہو گئے اور پھر اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی۔ اسی لمحے آرش نے جھک کر اسے بازو سے پکڑ کر سہارا دیا۔

"لوسانیہ۔ میں آرش ہوں۔ کیا ہوا تھا تمہیں۔ ڈیمرل کو کیا ہوا ہے"...... آرش نے کہا تو لوسانیہ کو جیسے جھٹکا سا لگا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کیا مطلب۔ یہ میں کہاں ہوں۔ اوہ۔ تو عمران مجھے بھی مارنا چاہتا تھا۔ میں کیسے بچ گئی“...... لوسانیہ نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہی ہو لوسانیہ۔ عمران کون“...... رچرڈ نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ تم رچرڈ۔ تم لوگ یہاں کیسے آ گئے۔ وہ عمران اور اس کے ساتھی کہاں گئے“...... لوسانیہ نے اب پوری طرح سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا اور آئرش نے اسے ایک طرف پڑی ہوئی کرسی پر بٹھا دیا کیونکہ اس کا جسم باوجود سنبھل جانے کے ابھی تک لرز رہا تھا۔

”عمران یہاں آیا تھا۔ کیا مطلب۔ کہاں گیا وہ“...... رچرڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ نیوی کی یونیفارم میں آئے تھے۔ انہوں نے یہاں سب کو بے ہوش کر دیا اور پھر وہ مجھ سے پلونم دھات کے بارے میں پوچھتا رہا۔ ڈیمرل سے بھی اس نے پوچھ گچھ کی۔ جب ڈیمرل نے نہ بتایا تو اسے گولی مار دی گئی۔ پھر وہ مجھے بھی مارنا چاہتا تھا کہ اچانک میرا ذہن گھومنے لگا اور پھر میں بے ہوش ہو گئی۔ یہ کہاں ہوں میں“...... لوسانیہ نے جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ویری بیڈ۔ تو وہ نیوی کی یونیفارم میں عمران اور اس کے ساتھی تھے۔ آؤ۔ پھر انہیں اسی بے ہوشی کے عالم میں ہی ہلاک ہونا

چاہئے۔ آؤ“...... رچرڈ نے تیز لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر خیمے سے باہر نکل گیا۔ آئرش نے لوسانیہ کو بازو سے پکڑا اور ایک طرح سے وہ اسے گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں ابھی تک نیوی کی یونیفارم میں ایک عورت اور دو مرد زمین پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

”یہ عمران ہے۔ یہ عمران ہے۔ اس نے ڈیمرل کو گولیاں ماری تھیں۔ یہی عمران ہے“...... لوسانیہ نے چیختے ہوئے کہا تو رچرڈ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر تیزی سے باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا۔

”پہلے چیک تو کر لو کہ یہ واقعی عمران ہے“...... آئرش نے کہا۔

”ہاں۔ اس نے خود بتایا ہے کہ یہ عمران ہے“...... لوسانیہ نے کہا۔

”پہلے انہیں ہلاک کر لیں۔ پھر ان کی لاشیں اٹھا کر لے جائیں گے۔ اس کے بعد وہاں چیکنگ ہوتی رہے گی“...... رچرڈ نے مشین پسٹل والا ہاتھ سامنے بے ہوش پڑے ہوئے عمران کی طرف کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹریگر دبا دیا اور ماحول مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔

صالحہ ٹاپو کی اس سمت میں موجود تھی جہاں ان کی نیوی والی لانچ کو ہک کیا گیا تھا۔ عمران کے ساتھ جولیا اور صفدر موجود تھے جبکہ صالحہ، کیپٹن شکیل اور تنویر تینوں کی ڈیوٹیاں ٹاپو کے تین اطراف میں لگائی گئی تھیں تاکہ اگر اچانک کوئی لانچ یا ہیلی کاپٹر آئے تو اس کی بروقت اطلاع دی جائے سکے۔ صالحہ اس جگہ کنارے پر بیٹھی ہوئی تھی جہاں سے کچھ نیچے لانچ موجود تھی۔ وہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اب یہاں سے انہیں ساران آئی لینڈ جانا ہوگا کہ اس کے کانوں میں دور سے مشین پسٹل کی فائرنگ کی آوازیں پڑیں تو وہ سمجھ گئی کہ عمران نے ڈیرل اور اس کی ساتھی لڑکی کو ہلاک کیا ہوگا کیونکہ ان کے ساتھیوں کو تو پہلے ہی بے ہوشی کے عالم میں ہلاک کر دیا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ اسے معلوم کرنا چاہئے تو وہ تیزی سے اٹھی ہی تھی کہ اچانک اس کا ذہن اس طرح گھومنے لگا جیسے تیز رفتار لٹو گھومتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے محسوس ہوا کہ وہ لڑکھڑا کر کسی گہرائی میں گرتی چلی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اس کے ذہن پر تاریکی نے قبضہ کر لیا۔ پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں جگنو چمکتا ہے اس طرح اس کے تاریک ذہن میں جگنو کی طرح روشنی چمکی اور پھر آہستہ آہستہ پھیلتی چلی گئی اوراس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے اپنے جسم کو سمیٹا تو اسے احساس ہوا کہ وہ کسی پانی سے بھرے ہوئے گڑھے میں پڑی ہوئی ہے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا جسم اور لباس سب پانی میں بھیگے ہوئے تھے لیکن پانی کی مقدار اتنی نہ تھی کہ وہ شرابور ہو جاتی۔ بس اس کا لباس گیلا ضرور ہو گیا تھا اور اسے اپنے چہرے پر نمی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے ہاتھوں سے منہ صاف کیا اوراس کے ساتھ ہی اسے اچانک خیال آ گیا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے تو وہ ایک جھٹکے سے اچھل کر اس گڑھے سے باہر آ گئی۔ اس نے اپنی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اسے طمانیت کا احساس ہوا کہ مشین پسٹل اس کی جیب میں موجود ہے۔

وہ ٹاپو کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگی جہاں خیمے موجود تھے اور جہاں عمران اور اس کے ساتھی بھی تھے لیکن پھر اسے یکلخت ایک درخت کے موٹے تنے کی اوٹ میں ہونا پڑا کیونکہ اس نے ایک مرد اور دو عورتوں کو بائیں طرف سے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ آگے آگے مرد تھا جبکہ اس کے پیچھے دونوں عورتیں تھیں اور پھر ایک عورت

کو دیکھ کر وہ بے اختیار چونک پڑی کیونکہ یہ لوسانیہ تھی جسے درخت سے رسی کی مدد سے باندھا گیا تھا لیکن اب وہ صحیح سلامت چل پھر رہی تھی۔ البتہ دوسری عورت اور مرد کو وہ نہ پہچانتی تھی۔ وہ دونوں اجنبی تھے۔

”یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ عمران، جولیا اور باقی ساتھیوں کا کیا ہوا“...... صالحہ کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھتی چلی گئی اور پھر وہ اس جگہ پہنچ گئی جہاں عمران اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ کر وہ ساحل کی طرف مڑ گئی تھی۔ اس نے ڈیمرل کو درخت سے بندھا ہوا دیکھا لیکن وہ مر چکا تھا۔ اس کے سینے میں گولیوں کا برسٹ لگا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے عمران، جولیا اور صفدر کو زمین پر بے ہوش پڑے ہوئے دیکھا۔ وہ تینوں بے ہوش اور ساکت پڑے ہوئے تھے۔

”یہ عمران ہے۔ یہ عمران ہے۔ اس نے ڈیمرل کو گولیاں ماری تھیں۔ یہی عمران ہے“...... اچانک لوسانیہ نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس مرد نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔

”پہلے چیک تو کر لو کہ یہ واقعی عمران ہے“...... دوسری عورت کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ اس نے خود بتایا ہے کہ یہ عمران ہے“...... لوسانیہ نے کہا۔

”پہلے انہیں ہلاک کر لیں پھر ان کی لاشیں اٹھا کر لے جائیں

ے۔ اس کے بعد وہاں چیکنگ ہوتی رہے گی“...... اس مرد کی آواز ائی دی اور صالحہ سمجھ گئی کہ عمران کو ہلاک کرنے پر وہ تل گیا ہے۔ ں نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے مشین پسٹل نکالا۔ وہ مرد اور نوں عورتیں اس کے سامنے ہی موجود تھیں اور ان تینوں کی اس کی رف پشت تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ مرد عمران پر فائر کھولتا صالحہ نے اس مرد پر فائر کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی ماحول مشین پسٹل لی تڑتڑاہٹ کے ساتھ گونج اٹھا اور اس کے ساتھ ہی وہ مرد اچھل ر چیختا ہوا منہ کے بل نیچے جا گرا۔ صالحہ نے تیزی سے مشین سٹل کا رخ بدلا ہی تھا کہ یکلخت ایک بار پھر تڑتڑاہٹ کی آوازیں نائی دیں اور اس کے ساتھ ہی صالحہ کو یوں محسوس ہوا جیسے کئی گرم سلاخیں اس کے جسم میں اترتی چلی گئی ہوں اور وہ بھی چیختی ہوئی نیچے جا گری۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کون ہے۔ دیکھو اسے“...... ایک عورت کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے اس نے اس عورت کو دوڑ کر اپنی طرف آتے دیکھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ اس کے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑ رہی تھیں۔ ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے لیکن اس نے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل کو اٹھایا اور دوسرے لمحے ایک بار پھر تڑتڑاہٹ کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی اس کے اوپر ایک لحاظ سے چھا جانے والی عورت چیختی ہوئی پہلو کے بل نیچے جا گری اور اس طرح

پھڑکنے لگی جیسے بکری ذبح ہوتے ہوئے پھڑکتی ہے۔ صالحہ کی اپنی حالت بھی بے حد خراب ہو رہی تھی لیکن صالحہ کے ذہن میں اپنے ساتھیوں کے چہرے گھوم رہے تھے اس لئے اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اسی لمحے اسے اپنی طرف دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنی تکلیف کی شدت سے مندی ہوئی آنکھیں کھولیں تو اس نے دوسری عورت کو تیزی سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ اس عورت کے ہاتھ میں بھی مشین پسٹل تھا لیکن اس نے اسے نال کی طرف سے پکڑا ہوا تھا۔ صالحہ نے ایک بار پھر تمام طاقت مجتمع کی اور دوسرے ہی لمحے ایک بار پھر مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ کی آواز گونجی اور اس کے ساتھ ہی دوڑتی ہوئی عورت چیخ کر پہلو کے بل نیچے گری اور پھر چند لمحے پھڑکنے کے بعد ساکت ہو گئی تو صالحہ نے بھی گردن ڈال دی۔ اس کا سانس اب رک رک کر آ رہا تھا۔

''مجھے حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے۔ مجھے ہمت کرنی چاہئے۔ میرے ساتھی بے ہوش پڑے ہیں''...... صالحہ کے ڈوبتے ہوئے ذہن میں خیال گونجا اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا ڈوبتا ہوا دل دوبارہ تیزی سے دھڑکنے لگا ہو۔ اس نے نہ صرف آنکھیں کھولیں بلکہ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے پہلوؤں سے خون نکل رہا ہے اور شاید اس مسلسل بہتے ہوئے خون کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ اس نے فوری طور

ر پانی تک پہنچنے کا فیصلہ کیا اور پھر وہ زمین پر کرالنگ کے انداز میں گھسٹتی ہوئی تیزی سے اس چھوٹے سے چشمے کی طرف بڑھتی چلی گئی جو وہاں سے کافی قریب تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وہاں پہنچ گئی اور ں نے اپنے جسم کو چشمے کے پانی سے بھرے ہوئے گڑھے میں ال دیا۔ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے اس کا خون بہنا جلد ہی بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھوں میں چشمے سے نکلتے ہوئے پانی کو بھر کر اپنے منہ میں ڈالا اور چند گھونٹ پینے کے بعد اس کو ایسے محسوس ہوا جیسے وہ بالکل ٹھیک ہو گئی ہو۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے آپ کو اس گڑھے سے باہر نکالا اور پھر وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ درد تو اب بھی تھا لیکن اب اسے جیسے حوصلہ مل گیا تھا۔ اب مسئلہ تھا اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لانے کا تو اسے معلوم تھا کہ پانی سے بھی انہیں ہوش میں لایا جا سکتا ہے لیکن اس کے پاس کوئی ایسا برتن نہ تھا جس میں وہ پانی لے جا کر اپنے ساتھیوں کے حلق میں ڈال سکے اور اتنی ہمت بہرحال اس میں نہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کو اٹھا کر یہاں لے آتی اس لئے اس نے خیموں کا رخ کیا تاکہ وہاں سے کوئی برتن حاصل کر سکے اور پھر ایک خیمے سے اسے نہ صرف برتن بلکہ پانی سے بھری ہوئی دو بوتلیں مل گئیں۔ اس نے دونوں بوتلیں اٹھائیں اور خیمے سے نکل کر دوبارہ اس طرف کو بڑھنے لگی لیکن ایک بار پھر اس کا جسم لڑکھڑانے لگا تھا۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے اس کی ہمت ایک بار پھر ختم ہوتی

جا رہی ہے۔

"مجھے ہمت کرنی چاہئے۔ مجھے ہمت کرنی ہے"...... صالحہ نے اپنے ذہن میں دوہرایا اور پھر ہونٹ بھینچے ہوئے وہ آگے بڑھتی رہی۔ پھر اس نے وہاں پہنچ کر جہاں عمران اور دوسرے ساتھی ویسے ہی بے ہوش پڑے ہوئے تھے، دونوں بوتلیں رکھی ہی تھیں کہ اس کے کانوں میں دور سے قدموں کی آواز پڑی تو وہ بے اختیار چونک کر اس طرف دیکھنے لگی اور پھر اسے درختوں کے درمیان کسی آدمی کے آنے کی جھلک سی محسوس ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں اس مشین پسٹل پر پڑیں جو اس مرد کے ہاتھ سے نکل کر گرا تھا جب اس نے اس کی پشت پر فائر کھولا تھا اور شاید یہی وہ پسٹل تھا جس کی مدد سے اس آدمی نے گرتے ہوئے اس پر فائر کھول دیا تھا اور پھر وہ آدمی ختم ہو گیا تھا۔

صالحہ کو یہ پسٹل غنیمت لگا کیونکہ وہ اس حالت میں آنے والے آدمی کا مقابلہ لڑ کر نہ کر سکتی تھی۔ اس نے مشین پسٹل اٹھا لیا اور پھر اس نے اسے ایک نظر میں چیک کر لیا۔ اس میں میگزین موجود تھا۔ اس وقت وہ آدمی کافی قریب آ چکا تھا۔ صالحہ نے ایک جھاڑی کی اوٹ لی اور پھر چند لمحوں بعد جیسے ہی وہ آدمی مزید قریب آیا اس نے مشین پسٹل کا رخ اس کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے ماحول مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا اور اس کے ساتھ ہی اطمینان بھرے انداز میں آنے والا آدمی چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا تو صالحہ کچھ دیر تک بیٹھی لمبے لمبے سانس لیتی رہی۔ اس کی حالت ایک بار پھر خراب ہوتی جا رہی تھی۔ شاید خون کافی مقدار میں بہہ جانے کی وجہ سے وہ اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ معمولی سی تیز حرکت کرتے ہی اس کا دل ڈوبنے لگ جاتا تھا اور دماغ پر اندھیرے سے چھانے لگ جاتے تھے۔ اس نے ہونٹ بھینچ کر ایک بار پھر اپنی ڈوبتی ہوئی ہمت کو جمع کیا اور پاس پڑی ہوئی پانی کی بوتل اٹھا کر اس کا ڈھکن کھولا اور پھر اس نے بوتل کا دہانہ عمران کے منہ میں زبردستی ڈال کر بوتل کو اونچا کر دیا۔

چند لمحوں بعد پانی عمران کے حلق سے نیچے اتر گیا تو اس نے بوتل ہٹائی اور پھر ساتھ پڑی ہوئی جولیا کے ساتھ بھی اس نے یہی کارروائی کی اور اس کے بعد وہ صفدر کی طرف بڑھ گئی۔ چند لمحوں بعد پانی کا ایک بڑا سا گھونٹ صفدر کے حلق میں بھی اتر گیا تو وہ واپس عمران کی طرف مڑی لیکن عمران ویسے ہی بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے بوتل اٹھائی اور ایک بار پھر اس نے پانی عمران کے حلق میں ڈالا۔ اسی لمحے اس نے عمران کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہوتے دیکھے تو جیسے اس کے دل میں پھول سے کھل اٹھے۔ اسے اپنی جدوجہد بار آور ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ عمران ہوش میں آ کر خود ہی سچویشن کو کنٹرول کر لے گا لیکن اس اطمینان اور مسرت کا الٹا اثر ہوا اور وہ جو ہمت

اور حوصلے کو مجتمع کر کے مسلسل اپنے آپ کو ہوش میں رکھے ہوئے تھی، اطمینان ہوتے ہی اس کا ذہن ایک بار پھر تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ اسے آخری خیال جو آیا تھا وہ یہی تھا کہ آخرکار اس کا خاتمہ ہو گیا لیکن پھر جیسے کسی گہرے کنویں میں سے کسی کی آواز سنائی دیتی ہے اس طرح صالحہ کے کانوں میں بھی عمران کی آواز پڑی تو اسے اپنا ذہن روشن ہوتا محسوس ہوا اور ایک بار پھر عمران کی آواز اسے جیسے قریب سے سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

”مبارک ہو صالحہ۔ تمہیں نئی زندگی ملی ہے“...... عمران کی مسکراتی ہوئی پرخلوص آواز سنائی دی تو صالحہ ایک جھٹکے سے اٹھنے لگی تو جولیا نے جو عمران کے ساتھ ہی موجود تھی اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھا کر بٹھا دیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے جسم پر بینڈیج کر دی گئی تھی اور وہ اپنے آپ کو پہلے سے بہت بہتر محسوس کر رہی تھی۔

”یہ سب تم نے کیا ہے صالحہ“...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں“...... صالحہ نے جواب دیا اور پھر اس نے ہوش میں آنے سے لے کر یہاں بے ہوش ہونے تک کی ساری تفصیل دوہرا دی۔

”تم نے کمال ہمت سے کام لیا ہے صالحہ۔ ویل ڈن“۔ عمران نے کہا تو صالحہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے ہفت اقلیم کی دولت اکٹھی مل گئی ہو۔

”شکریہ عمران صاحب۔ بس اللہ تعالیٰ نے ہمت دے دی۔ آپ بتائیں کہ یہ آخر میں آنے والا آدمی کون تھا اور یہ بینڈیج آپ نے کیسے اور کہاں سے کر دی“...... صالحہ نے کہا۔

”جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ صفدر اور جولیا کو بھی ہوش آ رہا تھا لیکن تمہاری حالت بگڑ رہی تھی۔ صفدر اور جولیا کے ہوش میں آنے کے بعد ہم تمہیں اٹھا کر چشمے کے قریب لے آئے اور پھر تمہارے زخم پانی سے صاف کئے لیکن تمہارے جسم میں تین گولیاں موجود تھیں جنہیں فوری نکالنا ضروری تھا لیکن یہاں ایسا کوئی انتظام نہ تھا۔ پھر صفدر کو میں نے خیموں میں میڈیکل باکس کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک میڈیکل باکس موجود تھا اور پھر ہم نے مل کر تمہارا آپریشن کیا۔ گولیاں نکال دی گئیں اور تمہارے زخموں کی بینڈیج کر کے تمہیں طاقت کے انجکشن لگا دیئے گئے لیکن اس کے باوجود تمہیں ہوش نہ آ رہا تھا اور تمہارا شعور بیدار کرنا ضروری تھا ورنہ کسی بھی لمحے تمہارا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے تمہیں آوازیں دینا شروع کر دیں اور اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہو گیا اور اس نے تمہیں نئی زندگی دی اور تم ہوش میں آ گئی۔ اب تمہاری حالت خطرے سے باہر ہے“...... عمران نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو صالحہ نے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اسے ہمت اور حوصلہ دیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں کی زندگیاں بچانے میں کامیاب ہو گئی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

راجر کیبن میں بیٹھا سامنے موجود مشین کی سکرین پر اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے بچے کسی شعبدہ باز کو حیرت سے دیکھتے ہیں۔ مشین کی سکرین پر موراگ ٹاپو کا نقشہ نظر آ رہا تھا اور وہ چار بار وہاں فائرنگ کو مشین کی سکرین پر مارک کر چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ باس رچرڈ، آرش اور پائلٹ انتھونی کے ساتھ وہاں گیا ہے لیکن ابھی تک نہ ان کی واپسی ہوئی تھی اور نہ ہی انہوں نے کوئی رابطہ کیا تھا۔ اس نے باس رچرڈ کے ٹرانسمیٹر پر بار بار کال کی تھی لیکن شاید ٹرانسمیٹر خراب تھا کہ کال کیچ ہی نہ کر رہا تھا یا پھر اسے مکمل آف کر دیا گیا تھا۔ اس نے تین چار بار کوشش کرنے کے بعد ہیلی کاپٹر کے ٹرانسمیٹر پر ٹرائی کی اور اس وقت وہ اچھل پڑا جب کال رسیو کر لی گئی۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ راجر انچارج مشین روم کالنگ۔ اوور''...... راجر

نے تیز لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ میں پائلٹ انتھونی بول رہا ہوں۔ اوور''...... دوسری طرف سے انتھونی کی آواز سنائی دی۔

''کیا ہو رہا ہے وہاں۔ بار بار فائرنگ کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ کہاں ہیں باس رچرڈ اور میڈم آرش۔ اوور''...... راجر نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میں تو یہاں ٹاپو کے جنوبی حصے کی طرف ہیلی کاپٹر میں موجود ہوں۔ فائرنگ کی آوازیں تو میں نے بھی سنی ہیں۔ ظاہر ہے باس رچرڈ کی طرف سے فائرنگ ہو رہی ہو گی۔ اوور''...... انتھونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہی ہو گا کیونکہ وہاں تو بے ہوش کرنے والی گیس فائر کی گئی تھی اس لئے وہاں ایسا کوئی آدمی ہو ہی نہیں سکتا جو ہوش میں رہ گیا ہو اور فائرنگ کرے لیکن باس کال کا جواب ہی نہیں دے رہے۔ اوور''...... راجر نے کہا۔

''باس نے کسی وجہ سے ٹرانسمیٹر کو آف کیا ہوا ہو گا۔ تمہیں کیا پریشانی ہے۔ باس جو کر رہا ہو گا ٹھیک ہی کر رہا ہو گا۔ اوور''۔ انتھونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پریشانی کی تو کوئی بات نہیں لیکن پھر بھی معاملات کو چیک کرتے رہنا چاہئے۔ آخر اس قدر فائرنگ وہاں کیوں ہو رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم مطمئن بیٹھے رہیں اور وہاں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہو۔

اوور“...... راجر نے غصیلے لہجے میں کہا کیونکہ اسے انتھونی کے جواب پر غصہ آ گیا تھا۔

”پھر میرے لئے کیا حکم ہے۔ اوور“...... اس بار انتھونی نے کہا۔

”تم اس طرف جاؤ جدھر باس گئے ہیں اور باس سے کہو کہ کرنل براؤن ان سے فوری بات کرنا چاہتے ہیں اس لئے وہ اپنے ٹرانسمیٹر کو آن کر دیں اور مجھے کال کریں۔ اوور“...... راجر نے کہا۔

”کرنل براؤن۔ لیکن ابھی تو تم اپنی پریشانی کی بات کر رہے تھے۔ اوور“...... انتھونی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ تمہاری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آ سکتیں۔ اوور“...... راجر نے اس بار واضح طور پر قدرے غصیلے انداز میں کہا۔

”اوکے۔ میں تمہارا پیغام دے دیتا ہوں۔ اوور اینڈ آل“۔ انتھونی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو راجر نے بھی مشین کے بٹن آف کر دیئے۔

”نانسنس۔ پائلٹ کیا بن گیا ہے اب ہمارے معاملات میں بھی مداخلت کرنے لگا ہے۔ اسے اب فارغ ہونا ہی پڑے گا“...... راجر نے خودکلامی کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کال کا انتظار کرنے لگا مگر پھر وہ اس وقت اچھل پڑا جب اس نے پانچویں بار فائرنگ ہوتے دیکھی۔ مشین کی سکرین پر اس کی نشاندہی ہوئی تھی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ آخر یہ پانچویں بار فائرنگ ہوئی ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے“...... راجر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر اس نے رچرڈ کے ٹرانسمیٹر پر کال کرنا شروع کر دی لیکن کال کیچ ہی نہ کی جا رہی تھی اور نہ ہی رسیو کی جا رہی تھی۔ اب ظاہر ہے وہ کیا کر سکتا تھا۔

”میں خواہ مخواہ فکرمند ہو رہا ہوں۔ باس خود ہی کال کرے گا۔ باس جب خود ایکشن میں ہے تو پھر پریشانی کیسی“...... راجر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن کچھ دیر بعد اسے ایک بار پھر بے چینی سی محسوس ہونے لگی۔ اس نے ایک بار پھر کال کرنا شروع کر دی لیکن جب اس بار بھی وہی نتیجہ نکلا تو وہ سیٹ سے اٹھ کر واش روم کی طرف چلا گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے ایک بار پھر ٹرائی کی اور اس بار وہ خوشی سے اچھل پڑا کیونکہ باس رچرڈ کے ٹرانسمیٹر نے کال کیچ کر لی تھی۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ راجر کالنگ باس۔ اوور“...... راجر نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”یس۔ ڈیرل اٹنڈنگ یو۔ اوور“...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو راجر بے اختیار اچھل پڑا۔

”باس رچرڈ کہاں ہیں۔ یہ ٹرانسمیٹر ان کا ہے۔ اوور“...... راجر نے کہا۔

”وہ آرش اور لوسانیہ سے اہم گفتگو میں مصروف ہیں۔ تم کیا

کہنا چاہتے ہو۔ اوور“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔ وہ ڈیمرل کے بارے میں چونکہ اچھی طرح جانتا تھا اور باس رچرڈ اور ڈیمرل کی ٹرانسمیٹر پر بات چیت ہوتی رہتی تھی اس لئے وہ اس کی آواز پہچانتا تھا۔

”میں نے ان سے معلوم کرنا تھا کہ ٹاپو پر مسلسل فائرنگ کیوں ہو رہی ہے۔ پہلے فائرنگ ہوئی تو باس آئرش کے ساتھ یہاں سے گئے تھے اور پھر ان کے وہاں پہنچنے کے بعد بھی بار بار فائرنگ ہو چکی ہے۔ اوور“...... راجر نے کہا۔

”کیا اتنی دور فائرنگ کی آوازیں پہنچ رہی ہیں۔ اوور“۔ ڈیمرل نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ایسا کیسے ممکن ہے جناب۔ دراصل آپ کی اس ٹاپو پر آمد سے قبل باس رچرڈ کے حکم پر یہاں ایسے خصوصی سسٹم نصب کئے گئے تھے کہ اگر یہاں فائرنگ ہو تو ہماری مین کنٹرول مشین پر اس کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہاں بے ہوش کر دینے والی انتہائی زود اثر گیس زیرو مائینس کا وائرلیس کنٹرول سیٹ لگایا گیا ہے۔ ارے ہاں۔ میں نے تو وہاں فائرنگ کے بعد بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دی تھی۔ یقیناً آپ بھی بے ہوش ہو گئے ہوں گے۔ پھر کیا باس نے آپ کو ہوش دلایا ہے۔ اوور“...... راجر نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ ہم سب اچانک بے ہوش ہو گئے تھے۔ پھر ہمیں رچرڈ

نے ہوش دلا کر یہی تفصیل بتائی تھی۔ اوور“...... ڈیمرل نے کہا۔

”آپ میری بات باس سے کرا دیں۔ اوور“...... راجر نے کہا۔

”او کے۔ دس منٹ بعد دوبارہ کال کرنا۔ اوور اینڈ آل“۔ ڈیمرل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف ہو گیا تو راجر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب اس کی بے چینی ختم ہو گئی تھی۔ پھر دس منٹ بعد اس نے دوبارہ کال کی۔

”یس۔ ڈیمرل اٹنڈنگ یو۔ اوور“...... ڈیمرل کی آواز سنائی دی۔

”باس سے بات کرائیں۔ اوور“...... راجر نے کہا۔

”رچرڈ نے کہا ہے کہ میں فوری واپس آ رہا ہوں۔ پھر وہاں تفصیل سے بات ہو گی۔ اوور“...... ڈیمرل نے جواب دیا۔

”او کے۔ اوور اینڈ آل“...... راجر نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سامنے موجود مشین کے کئی بٹن یکے بعد دیگرے پریس کر دیئے تو سکرین پر اب ساران آئی لینڈ کا فضائی منظر نظر آنے لگ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ باس رچرڈ کا ہیلی کاپٹر جیسے ہی یہاں پہنچے گا وہ اسے چیک کر لے گا اس لئے وہ مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا تھا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد اس نے گن شپ ہیلی کاپٹر کو جزیرے پر پہنچتے دیکھا اور چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر عمارت کے باہر اپنی مخصوص جگہ پر اتر گیا تو راجر نے مشین آف کر دی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

عمران اپنے ساتھیوں سمیت گن شپ ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

”عمران صاحب۔ یہ گن شپ ہیلی کاپٹر کا مل جانا ہماری خوش قسمتی ہے۔ اب ان سپائس کو آسانی سے اڑایا جا سکتا ہے“...... صفدر نے کہا۔

”نہیں۔ ان سپائس سے ہمیں فوری کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ اس پلونم دھات کا ہے۔ رچرڈ اور آرٹش میں سے کوئی زندہ نہ بچا تھا جس سے اس بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتیں۔ میں نے رچرڈ کی تلاشی لی اور اس کی جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکل آیا جو مکمل آف تھا۔ میں نے اسے آن کیا تو اس پر کسی راجر کی کال آ گئی۔ میں نے چونکہ رچرڈ کی آواز نہ سنی تھی اس لئے میں نے ڈیمرل کی آواز میں بات کی تو پتہ چلا کہ راجر وہاں مشین روم کا

انچارج ہے۔ وہ رچرڈ سے بات کرنے کے لئے بے چین تھا لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ رچرڈ نے کہہ دیا ہے کہ وہ فوری واپس آ کر تفصیل سے بات کرے گا۔ اب ہم نے سب سے پہلے اس راجر کو زندہ قابو کرنا ہے تاکہ اس سے معلوم کیا جا سکے کہ پلونم دھات کا سلنڈر کہاں زمین میں رکھا گیا ہے ورنہ ہم سارا جزیرہ تو نہیں کھود سکتے اور اس دھات کی وجہ سے اس قدر خونریزی ہو چکی ہے کہ یہ اب خونی دھات کا روپ دھار چکی ہے“...... عمران نے کہا۔

”خونی دھات۔ کیا مطلب“...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پہلے اس دھات کی وجہ سے لارڈ مائلو اور اس کا گروپ ٹائیگر کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ پھر اب ڈیمرل، لوسانیہ اور اس کا گروپ موراگ ٹاپو پر ہلاک ہو گیا۔ پھر رچرڈ، آرٹش اور پائلٹ بھی ہلاک ہو گئے۔ ہم سب بھی صالحہ کی ہمت اور حوصلہ کی وجہ سے بچ گئے ورنہ ہماری ہلاکت بھی سر پر آ گئی تھی اور ابھی نجانے ساران آئی لینڈ پر کتنی ہلاکتیں ہوں گی“...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ہیلی کاپٹر پر چڑھ کر پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سائیڈ سیٹ پر جولیا اور صالحہ دونوں سمٹ کر بیٹھ گئیں جبکہ عقبی طرف صفدر، تنویر اور کیپٹن شکیل بڑی مشکل سے ایک دوسرے میں گھس کر بیٹھے تھے کیونکہ گن شپ ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کی جگہ عام ہیلی کاپٹروں کی نسبت خاصی کم

ہوتی ہے اور پھر عمران نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند کر کے اسے ساران آئی لینڈ کی طرف موڑ دیا۔

"اسلحہ ہم سب کے پاس ہے۔ میں ہیلی کاپٹر اس جزیرے کی مین عمارت کے سامنے اتاروں گا اور تم سب نے فوری طور پر اس عمارت میں داخل ہونا ہے۔ بس مشین روم کے اس راجر کو زندہ رہنا چاہئے۔ باقی سب کا خاتمہ کر دیا جائے"...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر جزیرے کی فضا میں داخل ہو رہا تھا۔ عمران کو مین بلڈنگ نظر آنے لگ گئی۔ اس کے باہر ایک طرف باقاعدہ ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا اس لئے عمران نے ہیلی کاپٹر اس ہیلی پیڈ پر اتار دیا اور اس کے ساتھ ہی صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر بجلی کی سی تیزی سے نیچے اترے اور دوڑتے ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھ گئے جو قریب ہی موجود تھا اور کھلا ہوا تھا۔ ظاہر ہے جب یہاں کوئی اجنبی پہنچ ہی نہ سکتا تھا تو دروازہ بند رکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہ سمجھی گئی تھی۔ عمران نے انجن بند کیا اور پھر اپنا کنٹوپ اتار کر ہک کیا تو اس دوران جولیا بھی اتر کر عمارت کے اندر جا چکی تھی جبکہ صالحہ ابھی اندر ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ زیادہ تیزی سے حرکت نہ کر سکتی تھی۔

"تم یہیں رہو۔ لیکن ہوشیار رہنا"...... عمران نے کہا اور نیچے اتر کر وہ بھی دوڑتا ہوا عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ اسے اندر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں تو وہ تیزی سے اس طرف کو بڑھ گیا۔

ابھی اس نے ایک موڑ کاٹا ہی تھا کہ اسے صفدر واپس آتا دکھائی دیا۔

"ادھر مشین روم ہے۔ میں نے وہاں دو افراد کو جو مشینری کے سامنے بیٹھے تھے ہلاک کر دیا ہے جبکہ کیبن میں موجود آدمی کو سر پر چوٹ لگا کر بے ہوش کر دیا ہے۔ کیپٹن شکیل وہیں موجود ہے"۔ صفدر نے جلدی جلدی کہا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ عمران چند لمحوں بعد مشین روم میں پہنچ گیا۔ کیپٹن شکیل مشین روم کے باہر ہی کھڑا اسے مل گیا تھا۔

"اوہ۔ راجر وہی ہو گا جو کیبن میں موجود ہے۔ اسے باہر لے آؤ"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر ان دونوں قد آدم مشینوں پر فائر کھول دیا اور دونوں مشینیں خوفناک دھماکوں سے تباہ ہو گئیں۔ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے افراد کی لاشیں نیچے پڑی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل کیبن کے اندر سے ایک بے ہوش آدمی کو اٹھائے باہر آیا اور اس نے اسے ایک کرسی پر ڈال دیا۔

"کہیں سے رسی تلاش کرو"...... عمران نے کہا۔

"میں بیلٹ سے اس کے ہاتھ عقب میں باندھ دیتا ہوں"۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس نے بیلٹ اتار کر اس آدمی کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں کر کے کس دیئے اور عمران نے کیپٹن شکیل کے پیچھے ہٹتے ہی دونوں ہاتھوں سے اس آدمی کا منہ اور ناک

بند کر دیا۔

''باہر جا کر ساتھیوں سے کہو کہ وہ ابھی عمارت کے اندر ہی رہیں اور دروازے پر ہی رہیں۔ ابھی باہر نہ جائیں''...... عمران نے کیپٹن شکیل سے کہا تو کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلایا اور تیزی سے مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے اس آدمی کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے تو عمران نے ہاتھ ہٹا لئے۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے روک دیا۔

''تم کون ہو۔ کیا مطلب۔ اوہ۔ یہ کیا ہے۔ تم کون ہو۔ کیا تم نیوی کے آدمی ہو''...... اس آدمی نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر اس کی آواز سن کر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ وہ آواز سے ہی پہچان گیا تھا کہ بولنے والا راجر ہے۔

''تم مشین روم کے انچارج ہو راجر''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ مگر تم کون ہو''...... اس بار راجر نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''سنو۔ اگر تم خود ہی بتا دو کہ پلونم دھات کا سلنڈر کہاں ہے تو تمہیں زندہ چھوڑا جا سکتا ہے ورنہ سن لو کہ وہاں ٹاپو پر ڈیرل، لوسانیہ، اس کا پورا گروپ، تمہارا باس رچرڈ اور اس کی ساتھی عورت

آئرش اور پائلٹ کی لاشیں پڑی ہیں اور یہاں بھی تمہارے ساتھیوں کا محافظوں سمیت خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اب ایک تم زندہ ہو۔ بولو۔ زندہ رہنا چاہتے ہو یا نہیں''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ کیا تم پاکیشیائی ایجنٹ ہو''۔ راجر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میرا نام علی عمران ہے۔ بولو۔ کہاں ہے پلونم دھات۔ بولو''...... عمران نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ باس کو معلوم ہو گا''...... راجر نے کہا لیکن عمران فوراً ہی پہچان گیا کہ راجر جھوٹ بول رہا ہے۔

''او کے۔ پھر تم بھی جاؤ''...... عمران نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس کی نال راجر کی آنکھوں کے درمیان رکھتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو راجر کا جسم بے اختیار کانپنے لگا۔ اس کے چہرے پر پسینہ آبشار کی طرح پھوٹ پڑا تھا۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ مجھے مت مارو۔ میں بتا دیتا ہوں۔ رک جاؤ۔ لیکن میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم مجھے نہیں مارو گے''...... راجر نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ چونکہ فیلڈ کا آدمی نہیں تھا اس لئے ایک ہی دھمکی سے وہ خوف سے لرزنے لگ گیا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ بولو۔ لیکن اس بار جھوٹ مت بولنا ورنہ میں ٹریگر دبا دوں گا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''وہ۔ وہ دھات ایک سفید سلنڈر میں بند کر کے اس مشین روم

کے نیچے تہہ خانے کے درمیان زمین کے اندر دفن کی گئی ہے۔ تقر پانچ فٹ نیچے ایک بڑے صندوق میں سلنڈر رکھ کر''...... راجر نے بتایا اور پھر عمران نے اس سے مزید سوالات کر کے ساری تفصیل معلوم کر لی تو اس نے ٹریگر دبا دیا اور راجر کی کھوپڑی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فرش پر بکھر گئی تو عمران مشین روم سے باہر آیا تو اس کے ساتھی دروازے کی سائیڈوں میں موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ عمارت کے اندر صرف چار افراد موجود تھے جنہیں ہلاک کر دیا گیا ہے تو عمران نے صفدر اور کیپٹن شکیل کو اپنے ساتھ لیا اور پھر وہ مشین روم کے تہہ خانے میں پہنچ گئے اور پھر وہیں تہہ خانے کی ایک الماری کے نچلے حصے میں رکھے ہوئے ایک بیلچے پران کی نظر پڑی تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ یہ بیلچہ یقیناً یہاں اس لئے رکھا گیا ہو گا کہ جب اس دھات کی ضرورت پڑے تو اسے آسانی سے باہر نکالا جا سکے۔ پھر صفدر اور کیپٹن شکیل نے باقاعدہ کھدائی کر کے ایک فولادی صندوق باہر نکال لیا۔ اس صندوق کے اندر چاندی جیسے رنگ کی دھات کے ایک چھوٹے سے سلنڈر کے اندر دنیا کی قیمتی ترین اور نایاب دھات بند تھی۔

''آؤ اب نکل چلیں''...... عمران نے کہا اور پھر وہ پلونم دھات کے سلنڈر کو اٹھائے تہہ خانے سے باہر آ گئے۔

''یہاں کوئی بم وغیرہ رکھ دیں''...... صفدر نے کہا۔

''نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کوئی لیبارٹری تو نہیں ہے۔ آؤ''...... عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کا ہیلی کاپٹر ایک بار پھر فضا میں بلند ہوا تو ان کے ساتھ پلونم دھات کا سلنڈر بھی موجود تھا۔ عمران نے گن شپ ہیلی کاپٹر کی مدد سے ان چاروں مچانوں کو بھی تباہ کر دیا۔ اس نے اس معاملے میں اس قدر تیز رفتاری دکھائی تھی کہ دوسری مچانوں پر موجود افراد کے سنبھلنے اور ان پر اینٹی ایئر کرافٹ سے حملہ کرنے کا سوچنے سے پہلے ہی اس نے چاروں مچانیں ختم کر دی تھیں۔ پھر عمران نے ہیلی کاپٹر موراگ ٹاپو پر اتار دیا۔

''صفدر اور تنویر۔ تم دونوں نیوی کی لانچ واپس لے جا کر ماسٹر آرتھر کے حوالے کر دو۔ اس کے بعد آرنلڈ روڈ پر پہنچ جانا۔ ہم بھی کیرون کے نواح میں ہیلی کاپٹر اتار کر خود وہاں پہنچ جائیں گے''۔ عمران نے کہا تو صفدر اور تنویر سر ہلاتے ہوئے ہیلی کاپٹر سے اتر گئے تو عمران نے ایک بار پھر ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند کیا اور پھر اس کا رخ کیرون کی طرف موڑ دیا۔

کرنل براؤن اپنے آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”کلارک کی کال ہے جناب“...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”کلارک کی۔ کراؤ بات“...... کرنل براؤن نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ کلارک کی ڈیوٹی بندرگاہ اور اس کا نواحی علاقہ تھی اور ان دنوں تو کوئی ایسا مشن بھی نہ تھا کہ کلارک کو اسے براہ راست کال کرنے کی ضرورت پڑتی۔

”ہیلو۔ کلارک بول رہا ہوں باس۔ بندرگاہ کے نواحی علاقے راسٹ بیڈ سے“...... ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”یس۔ کوئی خاص بات“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”ہماری ایجنسی کا ایک گن شپ ہیلی کاپٹر یہاں موجود ہے“۔ کلارک نے کہا تو کرنل براؤن بے اختیار اچھل پڑا۔

”گن شپ ہیلی کاپٹر اور راسٹ بیڈ کے ویران علاقے میں۔ کیا نمبر ہے اس کا“...... کرنل براؤن نے حیران ہوتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے کلارک نے نمبر بتا دیا۔

”ہولڈ کرو۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ یہ نمبر کس کی ذمہ داری میں جاتا ہے“...... کرنل براؤن نے کہا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے کئی نمبر پریس کر دیئے۔

”یس۔ ماتھر بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے اس کے آفس سپرنٹنڈنٹ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”ماتھر۔ ریکارڈ دیکھ کر بتاؤ کہ اس نمبر کا ہیلی کاپٹر کس کے حوالے کیا گیا ہے“...... کرنل براؤن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کاپٹر کا نمبر بتا دیا۔

”یہ ہیلی کاپٹر رچرڈ اور آرتھر کی تحویل میں ہے سر اور ساران آئی لینڈ میں زیر استعمال ہے“...... دوسری طرف سے ماتھر نے جواب دیا تو کرنل براؤن کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں بیک وقت کئی آتش فشاں پھٹ پڑے ہوں۔

”کیا تم کنفرم ہو“...... کرنل براؤن نے چیخ کر کہا۔

”یس باس۔ چار تو گن شپ ہیلی کاپٹر ہیں۔ مجھے ایک ایک

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کے بارے میں معلوم ہے"...... ماتھر نے جواب دیا تو کرنل براؤن نے انٹرکام کا رسیور رکھا اور پھر فون کا رسیور جو اس نے ایک سائیڈ پر رکھا ہوا تھا، اٹھا لیا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کلارک کی آواز سنائی دی۔

"تم کہاں سے فون کر رہے ہو"...... کرنل براؤن نے پوچھا۔

"ریسٹ بیڈ کے ایک پبلک فون بوتھ سے باس"...... کلارک نے جواب دیا۔

"کیا تم ہیلی کاپٹر چلا سکتے ہو"...... کرنل براؤن نے پوچھا۔

"یس باس۔ آسانی سے۔ ہماری ٹریننگ میں یہ بھی سکھایا جاتا ہے باس"...... کلارک نے جواب دیا۔

"تم یہیں رکو۔ مجھے دس منٹ بعد دوبارہ فون کرنا"...... کرنل براؤن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا اور پھر اس نے میز کی دراز سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال کر اس پر فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اسے آن کیا اور پھر اس پر کال دینا شروع کر دی لیکن دوسری طرف سے کوئی کال وصول نہ کی گئی تو اس نے وہ فریکونسی آف کر کے اس بار ٹاپو پر موجود ڈیمرل کی فریکونسی ایڈجسٹ کر کے کال کرنا شروع کر دی لیکن یہاں بھی کال رسیو نہ کی گئی تو کرنل براؤن کا چہرہ دیکھنے والا ہو گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس دراز میں رکھ دیا۔

"کوئی لمبی گڑبڑ ہو گئی ہے لیکن کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے"...... کرنل

براؤن نے انتہائی بے چین سے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر دس منٹ بعد کلارک کی طرف سے کال آ گئی۔

"کلارک بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"کلارک۔ تم اس ہیلی کاپٹر میں ساران آئی لینڈ جاؤ۔ وہاں رچرڈ اور آئرش اپنے ساتھیوں سمیت موجود ہیں لیکن وہ ٹرانسمیٹر کال کا جواب نہیں دے رہے۔ تم وہاں سے مجھے ٹرانسمیٹر کال کرو کہ وہاں کی کیا پوزیشن ہے"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل براؤن نے ہونٹ چباتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے میز کی دراز سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر اپنی مخصوص فریکونسی ایڈجسٹ کر دی۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہو گئی اور کرنل براؤن کا دل جانتا تھا کہ اس نے یہ آدھا گھنٹہ کس طرح گزارا تھا۔ اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ کلارک کالنگ۔ اوور"...... کلارک کی متوحش سی آواز سنائی دی اور اس کی متوحش آواز سنتے ہی کرنل براؤن کا دل مزید ڈوبتا چلا گیا۔

"کیا رپورٹ ہے۔ اوور"...... کرنل براؤن نے کہا۔

"باس۔ یہاں تو قتل عام کیا گیا ہے۔ ہر طرف لاشیں پڑی

ہوئی ہیں۔ مچانیں تباہ کر دی گئی ہیں اور ان پر موجود افراد کی ٹکڑے ہوئی لاشیں نیچے پڑی ہیں۔ عمارت کے اندر بھی چھ لاشیں پڑی ہیں اور ایک لاش مشین روم کی کرسی پر پڑی ہے۔ تمام مشینیں بھی تباہ کر دی گئی ہیں لیکن باس۔ یہاں رچرڈ اور آئرش کی لاشیں موجود نہیں ہیں۔ اوور''...... کلارک نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''وہ کہاں گئے۔ کیا تم نے مشین روم کا تہہ خانہ چیک کیا ہے۔ اوور''...... کرنل براؤن نے تیز لہجے میں کہا۔

''مجھے تو تہہ خانے کا علم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے راستے کا علم ہے۔ اوور''...... کلارک نے جواب دیا۔

''میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہاں جاؤ اور دیکھو کہ تہہ خانے میں کوئی کھدائی تو نہیں کی گئی۔ اوور''...... کرنل براؤن نے کہا اور پھر اس نے تہہ خانے کی تفصیل بتا دی۔

''یس باس۔ میں تہہ خانے کا راؤنڈ لگا کر پھر آپ کو کال کرتا ہوں۔ اوور اینڈ آل''...... کلارک نے کہا تو کرنل براؤن نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر بیک وقت امید و خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ رچرڈ اور آئرش کی لاشیں نہ ملنے سے اس کے دل کو خاصی تقویت ملی تھی اور اب اگر تہہ خانے کی کھدائی نہیں ہوئی تو اس کا مطلب تھا کہ پلونم دھات بچ گئی ہے۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر کال آنا شروع ہو گئی۔

''یس۔ کرنل براؤن اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''باس۔ تہہ خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور تہہ خانے کا درمیانی فرش بیلچے سے چار پانچ فٹ گہرا کھودا گیا ہے اور وہاں ایک فولادی صندوق بھی پڑا ہے جو خالی ہے۔ اوور''...... کلارک نے کہا اور وہ جیسے جیسے بولتا جا رہا تھا کرنل براؤن کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جا رہا ہو۔

''واپس آ جاؤ۔ اوور اینڈ آل''...... کرنل براؤن نے بمشکل کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے وہ ڈھیلے سے انداز میں کرسی پر تقریباً گرا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ چند لمحے تو وہ فون کو اس انداز میں دیکھتا رہا جیسے اس کا فون سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... کرنل براؤن نے ڈھیلے سے لہجے میں کہا۔

''باس۔ پاکیشیا سے علی عمران کی کال ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر اس کی بات آپ سے نہ کرائی گئی تو کیرون کو ناقابل تلافی نقصان ہو جائے گا''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''اب مزید کیا نقصان ہو گا۔ کراؤ بات''...... کرنل براؤن نے کہا۔

''ہیلو۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ آپ تک پلونم دھات کے بارے میں رپورٹ پہنچ چکی ہو گی۔ یہ ہماری ملکیت تھی۔ ہم نے واپس حاصل کر لی ہے۔ میں نے اس لئے آپ کو فون کیا ہے کہ یہ خونی دھات ہے۔ اس کی وجہ

سے پہلے لارڈ مائلو اور اس کا گروپ ہلاک ہوا۔ پھر موراگ ٹاپو پر ڈیمرل، لوسانیہ اور اس کا تمام گروپ ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد رچرڈ اور آئرش ہیلی کاپٹر پائلٹ کے ساتھ وہاں پہنچے اور اب ان سب کی لاشیں موراگ ٹاپو پر پڑی ہوئی ہیں۔ آپ انہیں وہاں سے اٹھوا سکتے ہیں۔ اب اگر آپ نے دوبارہ اس دھات کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو پھر آپ سمیت آپ کی پوری تنظیم ہاک آئی کو بھی زندہ زمین میں دفن کر دیا جائے گا۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ گڈ بائی“...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل براؤن نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

”یہ لوگ واقعی ناقابل تسخیر ہیں۔ کاش ہماری حکومت نے یہ دھات نہ خریدی ہوتی“...... کرنل براؤن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس طرح سر جھکا لیا جیسے جواری آخری بازی ہار کر سر جھکا لیتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”اب کیا ہے“...... کرنل براؤن نے ڈھیلے سے لہجے میں کہا۔

”ڈیفنس سیکرٹری صاحب کی کال ہے باس“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرنل براؤن چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”کراؤ بات“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”ہیلو“...... ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کرنل براؤن بول رہا ہوں جناب“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ تمہاری کیا ایجنسی ہے کہ دھات کے ایک سلنڈر کی حفاظت بھی نہیں کر سکتی“...... ڈیفنس سیکرٹری کی چیختی ہوئی غصیلی آواز سنائی دی۔

”آپ کو کس نے اطلاع دی ہے جناب“...... کرنل براؤن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”مجھے پاکیشائی ایجنٹ علی عمران نے فون کر کے ساری تفصیل بتائی ہے۔ کیا واقعی رچرڈ، آئرش اور ریڈ روز کے ڈیمرل، لوسانیہ اور اس کا پورا گروپ ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو گیا ہے“۔ ڈیفنس سیکرٹری نے کہا تو جواب میں کرنل براؤن نے کلارک کی کال آنے سے لے کر اس کی آخری رپورٹ اور پھر عمران کی کال کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔

”ویری بیڈ۔ رئیلی ویری بیڈ“...... ڈیفنس سیکرٹری نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔ ہم انہیں ایسا سبق دیں گے کہ یہ ہمیشہ یاد رکھیں گے“...... کرنل براؤن نے کہا۔

”شٹ اپ۔ اب تم نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنی۔ سمجھے۔ چند گرام دھات حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اتنی بڑی کارروائی کر دی اور ہمارا ہر حربہ ناکام رہا ہے۔ اب اگر انہوں نے یہاں انتقامی کارروائی شروع کر دی تو ہمارا پورا ملک ہی تباہ کر دیا جائے گا اس لئے اب تم نے پاکیشیا کے خلاف کوئی کارروائی

نہیں کرنی بلکہ آئندہ بھی اسے یادداشت کے طور پر نوٹ کر لو کہ پاکیشیا کے خلاف کسی کارروائی کا ہم نے حصہ نہیں بننا۔ اسے ہمیشہ کے لئے نوٹ کر لو“…… ڈیفنس سیکرٹری نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل براؤن نے اس بار مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اسے خوشی اس بات کی تھی کہ اتنی بڑی ناکامی کے باوجود ڈیفنس سیکرٹری نے اس کے خلاف کسی کارروائی کی بات نہیں کی اور اس کے لئے وہ عمران کا شکر گزار تھا جس نے فون کر کے اور دھمکی دے کر ڈیفنس سیکرٹری کو اس قدر خوفزدہ کر دیا تھا کہ اسے کرنل براؤن کے خلاف بھی کارروائی کرنے کا خیال تک نہیں آیا تھا ورنہ اسے یقین تھا کہ اگر اس کا کورٹ مارشل نہ بھی کیا جاتا تب بھی اسے بہرحال ایجنسی سے فارغ کر دیا جاتا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ باقاعدہ عمران کو فون کر کے اس کا شکریہ ادا کرے لیکن ظاہر ہے وہ ایسا سوچ تو سکتا تھا مگر اس پر عمل نہیں کر سکتا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے رسیور اٹھایا تاکہ موراگ ٹاپو سے رچرڈ، آرش، ڈیمرل اور لوسانیہ وغیرہ کی لاشیں اٹھوا سکے۔ اب اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

ختم شد